گلدستۂ خیال

☆

جسکا دوسرا نام نشان منزل بھی ہے

بشیر احمد آرچرڈ

نام کتاب ------ گلدستہ خیال

مصنف ------- بشیر احمد آرچرڈ۔ برطانیہ

------- انگلش ٹائیٹل گائیڈ پوسٹس

مترجم ------- محمد زکریا ورک۔ کنگسٹن

ترجمہ نظر ثانی وناشر عبدالرحمٰن دہلوی۔ ٹورنٹو

مقام وتاریخ اشاعت ٹورنٹو۔ کینیڈا۔ مارچ ۲۰۰۰

آئی ایس بی این نمبر---- ISBN: 1-895194-02-04

کمپوزنگ --- ابوذیشان ابن ابراہیم خلیل۔ خوشنویس

ملنے کا پتہ ------ 101- Picola Court, North York , On. Canada

M2H 2N2 . Tel : 416-756-4292

ای میل ایڈریس --- zakariav@hotmail.com

قابل ستائش

اس کتاب کی طباعت کے اخراجات محترم آغا طاہر شمیم صاحب آف ہملٹن ابن حضرت شیخ عبدالحمید صاحب شملوی (لاہور) اور انکی اہلیہ صاحبہ بنت محترم عبدالطیف صاحب (دھرم پورہ لاہور) نے والدین کے ایصال ثواب کی خاطر ادا کئے ہم دست بدعا ہیں کہ اللہ کریم آغا صاحب کے اموال میں برکت ڈالے۔ جزاکم اللہ

ترتیب

۱۔ زندگی کا مطمع نظر ۳
۲۔ آسودگی ۱۳
۳۔ فراخدلی ۲۰
۴۔ ضبط نفس ۲۴
۵۔ اخلاقی خوبیوں کی ملکہ ۲۸
۶۔ اعمال صالحہ ۳۱
۷۔ خوش مزاجی ۳۶
۸۔ دائمی زندگی ۴۰
۹۔ عشق الٰہی ۴۳
۱۰۔ مال ودولت ۴۷
۱۱۔ طہارت قلب ۵۱
۱۲۔ شائستہ اخلاق ۵۸
۱۳۔ مہمان نوازی ۶۲
۱۴۔ روحانی تشنگی ۶۵
۱۵۔ تنہائی کی قدر ۶۸
۱۶۔ انکساری ۷۱

۱۷۔ نصیحت ہے غریبانہ ۷۴
۱۸۔ عیب جوئی ۷۶
۱۹۔ با برکت زندگی ۷۹
۲۰۔ نیک کاموں میں استقلال ۸۴
۲۱۔ برے دوستوں سے بچو ۸۷
۲۲۔ سیدھا راستہ ۹۲
۲۳۔ روزہ کا اصل مقصد ۹۵
۲۴۔ عبد اللہؓ ۹۹
۲۵۔ ادعیتہ المخزن ۱۰۳
۲۶۔ ساعت مرگ ۱۰۷
۲۷۔ ایک محبانہ گفتگو ۱۱۰
۲۸۔ غم گساری ۱۱۶
۲۹۔ بھائی چارہ ۱۱۸
۳۰۔ شکر گزاری ۱۲۲
۳۱۔ قول و قرار ۱۲۶
۳۲۔ ایک احمدی کا رول ۱۲۸
........ضمیمہ........
آرچرڈ مسلمان کیسے ہوئے ۱۳۶
آرچرڈ کی قادیان میں آمد ۱۵۰
لکھتے رہے جنوں میں ۱۵۵

﴿پیش لفظ﴾

میں جناب ذکریا ورک کو داد دیتا ہوں کہ انہوں نے (آج کل کی مصروف زندگی میں سے) اپنے وقت اور محنت کو وقف کر کے میری کتاب گائیڈ پوسٹس کا اردو میں ترجمہ کرنے کے ساتھ میری زندگی کے نمایاں واقعات کو بھی پیش کیا ہے

اسلام ایک عملی طرز حیات کا نام ہے جو انسان میں نیک خیالات پیدا کرنے انکا تزکیہ کرنے حسن کلام اور اعمال صالحہ بجالانے پر محیط ہے تا انسان عجز و انکساری سے اپنے نفس کے اندر خدا کی تجلی پیدا کرے اور قرآن پاک کی خدائی تاثیر بھی اس کے ذریعہ ظاہر ہو

اس کتاب میں میں نے ان اصولوں اور اخلاقی خوبیوں پر توجہ مرکوز کرنیکی کوشش کی ہے جنکے ذریعہ انسان متبرک زندگی گزارنیکے ساتھ اس سے لطف اندوز بھی ہو سکتا ہے۔ بایں ہمہ میں اپنی خامیوں سے بھی بخوبی آگاہ ہوں

اللہ تعالیٰ روحانی امنگوں کے حصول میں اوپر لیجانیوالی پرواز میں ہماری نصرت فرمائے۔

آمین

بشیر احمد آرچرڈ

PREFACE

I much appreciate the time and labour which Mr Zakaria Virk has devoted to the translation into Urdu of my book Guide Posts and also to the addition of a few salient points of my life.

Islam is a practical way of life involving the cultivation and purification of one's thoughts, words and actions thereby humbly manifesting within oneself the presence of God and the divine efficacy of the Holy Quran.

In this book I have endeavoured to focus attention on various principles and virtues which can enable one to live and enjoy a blessed life while at the same time acknowledging my own short-comings.

May Allah uplift us on our ~~spiritual~~ upward flight~~s~~ ~~and~~ towards our spiritual aspirations.

Bashir Ahmad Orchard

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زندگی کا مطمحِ نظر

قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے :۔ یَا اَیَّتُھَا النَّفسُ المُطمَئِنَّۃُ ۝ اِرجِعِیۤ اِلیٰ رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرضِیَّۃً ۝ فَادخُلِی فِی عِبَادِی ۝ وَادخُلِی جَنَّتِی ترجمہ۔ اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار (کے جوار رحمت) کی طرف چلی آ۔ کہ تو اس ذات باری تعالیٰ سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا (الفجر ۲۸ تا ۳۱)

قارئین وقت کیا ہے ؟ ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ یہ آتا ہے اور چلا جاتا ہے جوں جوں ہم بڑھاپے کی طرف قدم بڑھاتے ہیں تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ یہ زندگی صرف ایک روزہ تجربہ ہے جبکہ لحد ہم سب کا بے تابی سے انتظار کر رہی ہے

کہا جاتا ہے کہ انسان کی اوسط عمر ستر سال ہوتی ہے دنیا کے بعض ممالک ایسے بھی ہیں جہاں انسان صرف تیس سال سے کچھ زیادہ زندہ رہتے ہیں بالفرض انسان ایک سو سال زندہ رہے پھر بھی کائینات کی عمر کی نسبت یہ صرف ایک لمحہ محسوس ہوتا ہے ہیئت دان ہمیں بتلاتے ہیں کہ روشنی دور ترین کہکشاؤں سے ایک ہزار ملین سال میں یہاں پہنچتی ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ کائینات کو بنے ہوئے قریب قریب پانچ ہزار ملین سال ہوئے ہیں

خطہ زمین پر بے چارے انسان کو یہاں رہنے کے لئے بہت کم وقت ملا ہے اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم زندگی کے مطمحِ نظر کو حاصل کرنے کے لئے تمام توانائیاں اور کوششیں مرکوز کر دیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں **وَمَا خَلَقتُ الجِنَّ وَالاِنسَ اِلَّا لِیَعبُدُون** (سورہ ۵۱۔ آیت ۵۷) حقیقی عبادت کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم خدائے تعالیٰ کی رضا کے آگے سر تسلیم خم کر دیں اور اس ذات باری تعالیٰ کی شان کی بڑائی میں تمام صلاحیتوں کو بروئے

کارلائیں ہمارا مطمحِ نظر یہ ہونا چاہئے کہ ہم تقوٰی کے لباس میں خود کو ملبوس کرلیں اور ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس چیز کو زندگی کا منتہائے مقصود بنالے

بعض لوگ اپنی خفیہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر اپنے پیشوں میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام حاصل کرلیتے ہیں۔ ان کی کامیابیوں نے پوری دنیا سے داد تحسین حاصل کی ہے اور ان کے نام دنیا کی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے ریکارڈ ہوگئے مگر سب سے عظیم انسان تو ایسے لوگ ہیں جنکی تعریف خدا نے خود کی ہو نیز حقیقی مسرّت پانے والے لوگ تو وہ ہیں جو خدا کی خوشی اور اسکی رضا کی خاطر زندہ رہتے ہیں اور جنت کے میٹھے مشروبات کا ناقابل بیان مزہ انہوں نے نہ صرف اس دنیا میں پالیا بلکہ آنے والی زندگی میں بھی پائیں گے ان افراد کے نام زندگی کی کتاب میں سنہری حروف سے لکھے جائیں گے

آنیوالی زندگی اتنی ہی حقیقی اور سچی ہے جتنی موجودہ زندگی یقینی ہے اس بارے میں کسی مسلمان کے ذہن میں کوئی ذرہ بھر بھی شک نہیں ہونا چاہئے۔ قرآن اس موضوع پر آیات کریمہ سے بھرا ہوا ہے وَمَا الحَیٰوۃُ الدُّنیَا اِلاَّ لَعِبٌ وَلَھوٌ وَلَلدَّارُ الآخِرَۃُ خَیرٌ لِّلَّذِینَ یَتَّقُونَ (سورۃ ۶ : ۳۲) دنیوی زندگی بجز لہو ولعب کے کچھ بھی نہیں ہے اور آنے والا گھر عقل مندوں کے لئے لازماً بہتر ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے یٰقَومِ اِنَّمَا ہٰذِہِ الحَیٰوۃُ الدُّنیَا مَتَاعٌ وَاِنَّ الآخِرَۃَ ھِیَ دَارُ القَرَار (المومن ۴۰ : ۴۰) اے بھائیو یہ دنیوی زندگی محض چندروزہ ہے اور اصل مقام تو آخرت کا گھر ہے۔ پھر اس آیت کریمہ پر غور فرمائیں وَالآخِرَۃُ خَیرٌ وَّاَبقیٰ۔ پارہ ۸۷ آیت ۱۸) آخرت کی زندگی (دنیا سے) بدرجہا بہتر ہے

آخرت کی زندگی درحقیقت اعلیٰ درجہ کی زندگی ہے اور اس کی تیاری کیلئے اپنی روح تیار رکھنا ہمارا فرض ہے اس امر کو ہم بلکل نظر انداز نہیں کرسکتے یہ زندگی تو گویا نقش بر آب کی طرح فانی ہے

مگر آنیوالی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے حضرت علیؑ کے مندرجہ ذیل قول پر غور فرمائیں

عقل مند کا ہر کام اپنی اصلاح کے لئے ہوتا ہے اس کی تمام فکریں آنے والی زندگی کیلئے ہوتی ہیں اور اس کی تمام سعی اور کوشش آنیوالی زندگی میں نیکی اور اچھائی کے لئے ہوتی ہے

زندگی کا اس سے زیادہ اعلی مطمح نظر اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ انسان نیکی و طہارت کو حاصل کرے ہمارا مطمح نظر ہر صورت میں پرفیکشن ہونا چاہیئے مذہب اسلام اس خوش آئند نوید کا اعلان کرتا ہے کہ جنت کی زندگی کے دروازے ہمیشہ کے لئے کھلے ہیں جہاں گناہ کا زہریلا سانپ اس گھر کے مکینوں کو اپنے دانتوں میں جکڑ نہیں سکے گا اس روحانی حالت کا نام لقاء ہے اور لقاء صرف خدا کی منشاء اور ہماری کوشش سے حاصل ہوتی ہے

اس مرحلہ پر پہنچنے تک ہم نے فیصلہ کر لیا ہو کہ ہم نے واقعی اپنے مطمح زندگی کو ہر صورت میں حاصل کرنا ہے اس تمنا کو پانے کی خواہش اس بات کا واشگاف اظہار ہے کہ اب ہم صحیح سمت میں چل پڑے ہیں ہمیں اس ضمن میں محدود ترقی پر مطمئن نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ ہماری منزل مقصود وہ ہے جہاں سفر ختم ہوتا ہے آگے بڑھنے کیلئے آسانی سے سفر کرنے کے لئے نیز تیزی سے منزل مقصود تک پہنچنے کیلئے چند قوانین زندگی پر عمل ضروری ہے کیونکہ یہ قوانین ہمارے لائحہ عمل کو استوار کرنے میں بہت مدد ثابت ہوں گے

اس بات پر ہمارا یقین ٹھوس اور کامل ہونا چاہیئے کہ ہم اس مقصد حیات کو ضرور پالیں گے یہ یقین کامل ہو محض wishful thinking نہ ہو یا امید کا ٹمٹماتا دیا نہ ہو دماغ میں شک اور ذہن غلط فہمی کا شکار نہ ہو اگر ہمارے ذہن میں یہ کامل یقین اور اعتماد نہ ہو گا تو فطرت کا ایک ضروری اصول عمل میں نہ آئیگا اور وہ اصول ہے چاہت کا اصول۔ ایک اور اصول جس کا عمل پذیر ہونا لازمی

ہے جس کے بغیر خواہش کی قوت پوری رفتار سے عمل میں نہ آئیگی وہ ہے خواہش کی قوت یعنی force of desire. ۔ اپنے مقصد میں کامیاب ہونیکی پرجوش اور ولولہ انگیز خواہش کا موجود ہونا لازم ہے خواہش ہر ارادی کام یا حرکت کے پیچھے کارفرما زبردست قوت Impulse ہے ماسوا اس کام کے جو تشدد یا جبر اور اکراہ یا خوف کی وجہ سے سرانجام دیا جائے اس شخص کی حالت پر غور فرمائیں جو پانی کی تلاش میں سرگرداں ہو اس کا یہ عمل پانی کی تلاش خواہش سے شروع ہوتا ہے یا ایک اور مثال لیں ایک طالب علم ساری رات جاگتا ہے اور صبح نور کے تڑکے تک نصابی کتب کے مطالعہ میں غرق رہتا ہے ۔وہ پڑہائی اس لئے کرتا ہے تا وہ امتحان میں کامیاب ہو جائے خواہش جس قدر تڑپ والی ہوگی اسی قدر اس کے نفس میں ترغیب زیادہ ہوگی۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہماری توجہ اس بات کی طرف مرکوز رہے کہ ہماری تڑپ والی خواہش تقوی کے لباس میں لپٹی رہے اگر خواہش شدید نہ ہوگی تو اس بنیادی قوت کی غیر موجودگی میں ہماری پیش قدمی رک جائیگی ہم سفر ختم نہیں کر سکیں گے ممکن ہے ہم جادۂ سفر پر زیادہ دور تک بھی نہ جا سکیں گے بہت ممکن ہے کہ پہلے عمودی چٹان پر چڑھائی ہی ہمارے سفر کو ختم کردے تو کہنے کا مدعا یہ ہے کہ ہر کامیابی کے پیچھے خواہش کی سب سے زبردست قوت کارفرما ہوتی ہے آیئے ہم اپنی بیٹریوں کو اس قوت سے مزید چارج کر کے سفر پر روانہ ہوں

عام حالات میں خواہش کے مختلف درجات ایک فرد کے فطری رجحان سے جنم لیتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کیا خواہش کا احساس شدید تڑپ یا تمنا سے پیدا کیا جا سکتا ہے ؟ حضرت میرزا غلام احمد صاحب بانی جماعت احمدیہ نے ایک ایسے ہی سوال کہ کیا نماز میں مزہ پیدا کیا جا سکتا ہے جبکہ ذہن میں نماز کے لئے میلان کا فقدان ہو ؟ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہمیں دعا کرنی چاہئے کہ ہماری نماز میں رغبت پیدا ہو۔ میرے نزدیک اسکا سب سے مجرّب نسخہ یہ ہے کہ ہم خدا

سے ملتجی ہوں کہ وہ ہماری خواہش میں تڑپ اور ولولہ پیدا کرے وہ خدا ہمارا محبوب خدا ہماری اس التجا کو ضرور سنے گا کیونکہ جو اس سے محبت کرتے ہیں وہ انکو اپنا محبوب بنا لیتا ہے نیز وہ ایسے تمام لوگوں کی نصرت و تائید فرماتا ہے جو صبر اور خواہش کے ساتھ اسکی صفات اپنے اندر پیدا کرتے ہیں دلی اور تڑپ والی سچی دعا بے شک ایک بہت طاقتور ہتھیار ہے۔ دعا کے دوران جن چیزوں کو ہم سائل بن کر خدا سے مانگتے ہیں وہ ہماری جھولی میں یوں ہی نہیں ڈال دی جاتیں ان میں سے بعض چیزوں کے پانے کے طریقے ہمیں دعا کے ذریعہ سمجھائے جاتے ہیں اور ان طریقوں پر عمل کر کے ہم وہ چیز حاصل کر کے دعا کی قبولیت کا نشان دیکھ لیتے ہیں

اس بات کو سمجھنے کے لئے اس شخص کی مثال لیں جس بے چارے کے سر میں ہر وقت درد رہتا ہے اس نے بہت معالجوں سے علاج کروایا مگر بے سُود۔ بالا خر وہ سجدہ میں گرتا ہے اور رب العالمین خدا سے اس مرض سے شفا مانگتا ہے اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور سر درد رفع ہو جاتا ہے مگر یہ ایسا اس لئے نہیں ہُوا کہ وہ کسی کے gentle touch یعنی کسی دلربا کے چھونے سے وہ شفایاب ہو گیا۔ ہُوا یہ کہ دعا کرنے کے بعد وہ اتفاقاً لائبریری گیا اس نے وہاں صحت کے اصولوں پر ایک کتاب دیکھی جسمیں یہ لکھا تھا کہ سر درد گندے خون کی وجہ سے ہوتا ہے اب وہ کتاب کا مزید مطالعہ شوق سے کرتا ہے اور اپنی غذا میں ضروری تبدیلیاں کرتا ہے دو ماہ بعد اسکا سر درد رفع ہو جاتا اور وہ خوش باش انسان نظر آتا ہے خدا نے اسکی دعا کو یوں قبولیت بخشی کہ اسکی توجہ اس کتاب کی طرف گئی اور یوں سر درد کا علاج اس کی سمجھ میں آگیا

انسان اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے خواہش کو اپنے ذہن میں کس طرح جنم دے سکتا ہے اس کے مندرجہ ذیل آزمودہ طریقوں پر عمل کریں۔۔۔۔

☆ اپنے ذہن میں اس روحانی حالت کا نقشہ کھینچیں جس کے حاصل کرنے کے ہم

خواہش مند ہیں اس نقشہ کو اپنے دماغ میں ہمیشہ مستحضر رکھیں

☆☆آٹو سجیشن یعنی خود کو ترغیب دینے سے کمال کی باتیں ظہور میں آجاتی ہیں اپنے ذہن کو اس بات پر بار بار ترغیب دیں کہ تقویٰ کا لباس یا اوڑھنا جو مقصود ہے اس کے پانیکی خواہش رفتہ رفتہ بڑھتی جائے یہ ذھنی ورزش روزانہ بار بار کریں اور اسے اپنی زندگی کا معمول بنالیں

☆☆☆نیک اور صالح لوگوں کی صحبت اختیار کریں ایسے لوگوں کا بہ نظر غور جائزہ لیں ان کو ملیں۔ان کو دیکھیں وہ کس طریق سے بولتے اور عمل کرتے ہیں ان کے کاموں کا اپنے کاموں سے موازنہ کریں ان کے ہر اچھے کام اور عمل کو اپنائیں انکی کمزوریوں کو نظر انداز کر دیں ہمیشہ کامل انسان بننے کی جستجو بلکہ سعی پیہم کریں

☆☆☆☆لٹریچر میں بڑے بڑے لوگوں کی آپ بیتیوں کا مطالعہ کریں

☆☆☆☆☆جو مطمحِ نظر سامنے ہے اس پر اپنی تمام توجہ مرکوز کریں اس پر اپنی تمام توجہ صاف اور تیز رکھیں اپنے دماغ میں دوسرے خیالات کو داخل نہ ہونے دیں یہ چیز بہ نظر غائر مشکل نظر آتی ہے مگر مسلسل کوشش سے سہل ہو جاتی ہے

☆☆☆☆☆☆رّب کریم کی نصرت و تائید کے لئے سچے دل سے دعا میں لگے رہیں سچی خواہش وہ قوت ہے جو زندگی کو حرکت میں رکھتی ہے اس قوت کے بغیر فرد واحد میں خواہش کی قوت شاید ناپید ہو جائے۔خواہش وہ چیز ہے جس سے عاشق کا دل دھڑکتا ہے ایسے عاشق جو قسم کھائے بیٹھے ہیں کہ دنیا میں انکا وصل کوئی ختم نہیں کر سکتا ہے ہر قسم کی ایزاء رسانی انکو ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتی مگر جونہی ان میں خواہش کا زبردست جوش ماند پڑ جاتا ہے تو دونوں میں ایفاء اور عہد و پیمان کے وعدے بھی ختم ہو جاتے ہیں

خواہش یا تمنّا سے ہمارے اندر جوش خروش پیدا ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں ہمارے اندر کی

انرجی میں ہیجان پیدا ہوتا ہے خدا تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ ہماری محبت اس ذات پاک کیلئے اس دنیا کی تمام خوشیوں اور تمناؤں سے بالاتر ہو اس لئے آیئے ہم اپنے من کے اندر آرزو کی آگ کو جلائیں اور یوں پیدا ہونے والی انرجی کو مقصود حیات پر مرکوز کر دیں آیئے ہم خواہش کی فائر پلیس میں ایندھن ڈالے رکھیں تا آنکہ تقوٰی کا لباس ہماری ملکیت بن جائے

ایک اور چیز جو نہ صرف لازم بلکہ ناگزیر ہے وہ اپنے نفس کے اندر قوت ارادی کا ابھارنا ہے اس سے پہلے جو دو قوانین میں نے بیان کئے ان کو کسی صورت میں نظر انداز نہ کریں کیونکہ یقین کامل آرزو کے پیدا کرنے کے لئے مہمیز کا کام کرتا ہے یقین کے بغیر آرزو کسی کام کی نہیں اور نہ ہی اس کے بغیر خواہش کی قوت کام کر سکتی ہے قوت اردای کو بلاشبہ desire in action کا نام دیا گیا ہے رات کے وقت جب ہم آسمان پر ستاروں کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہیں تو یہ اس امر کا اظہار ہے اور اس سے یقین ظاہر ہوتا ہے کہ ہم اپنے ہاتھ کو حرکت میں لا سکتے ہیں پھر تمنا۔ اور پھر اس ارادہ کا اظہار کہ ہم ہاتھ اٹھا سکتے ہیں اگر ہم اس بات پر یقین نہ رکھتے کہ ہم ہاتھ بلند کر سکتے ہیں تو ہم یہ کوشش ہرگز نہ کرتے اور اگر خواہش کا شعلہ فروزاں نہ ہوتا تو شاید ہاتھ بھی نہ اٹھا سکتے

قبل اس کے کہ ہم اپنے ارادوں پر عمل کر سکیں یہ جاننا اور بیان کرنا لازمی ہے کہ ہمارا مدّعا اور ہماری خواہش کیا ہے ؟ دیکھو نشانہ بازی سیکھنے والا اندھا دھند بغیر نشانے کے فائرنگ کرنے سے ماہر نشانے باز نہیں بن جاتا بعینہٖ قوت ارادی کا استعمال اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک ہمارے ذہن میں کوئی متعین مقصد نہ ہو بہ حیثیت مسلمان کے ہمارا مقصد تقویٰ کے لباس کا حصول ہونا چاہیئے یہ مقصد بڑا اعلیٰ اور بہت ہی نیک ہے کیونکہ اسکا مقصد خداند کریم کی خاطر ریاضت اور زہد میں زندگی گزارنا ہے کہتے ہیں where there is will, there is a way یعنی جہاں عزم ہو وہاں انسان کام کرنیکا ذریعہ تلاش کر ہی لیتا ہے وہ لوگ جو تقویٰ کے اعلیٰ مقام تک

پہنچنے کا عزم صمیم کر چکے ہوں ان کو اعلیٰ درجہ کی نوید قرآن کریم میں سنائی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے
وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهدِيَنَّهُم سُبُلَنَا۔ وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ المُحسِنِين(العنکبوت سورۃ ۲۹ ۔آیت ۷۰) اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انکو اپنے (قرب اور جنت) کے راستے ضرور دکھائیں گے اور بے شک اللہ کریم (کی رحمت) خلوص والے لوگوں کے ساتھ ہے

قوت ارادی کے ساتھ ساتھ مصمم ارادہ اور پختہ عزم کا ہونا بھی لازمی ہے اس کے ساتھ ایک اور چیز یہ ہے کہ انسان کا خیالی تصور یعنی امیجینیشن اور ذھن میں بننے والی تصویر قوت ارادی سے ہم آہنگی رکھتی ہو آیئے یہاں دو اشخاص کی مثال لیں جنھوں نے سگریٹ نوشی ترک کرنیکا ارادہ کیا ہے ۔ پہلا شخص سگریٹ نوشی سے مزہ ملنے والی تصویر ذھن میں بنائے رکھتا ہے وہ سگار پینے سے جو مزہ آئیگا اس کی تصویر بناتا ہے اور پھر اس عادت کو چھوڑنے سے جو تکلیف ہو گی اس کے تصور سے وہ خوف کھاتا ہے یہاں قوت ارادی اور تصور میں اختلاف پیدا ہو گیا اور بعید نہیں کہ دوسری قوت پہلی پر غلبہ پالے

دوسرا شخص سگریٹ نوشی سے پیدا ہونے والے ہر تصور کو ذھن میں آنے ہی نہیں دیتا جب اسکو ایسا سوچنے میں دقت ہوتی ہے تو وہ سگریٹ نوشی کے مضر اثرات کا سوچنا شروع کر دیتا ہے چہ جائیکہ وہ سگریٹ نوشی سے ملنے والی لذت کا سوچے ۔ پھر وہ ایسے لوگوں کی صحبت سے احتراز کرتا ہے جو سگریٹ نوشی کے عادی ہیں۔ نیز وہ سگریٹ نوشی والے اشتہارات اور ایسی دوکانوں سے دور رہتا ہے جہاں سگریٹ فروخت ہوتے ہیں وہ اپنے ذھن میں صحت مند جسم اور دماغ کی تصویر بناتا ہے جو اسکے نتیجہ میں پیدا ہو گا۔ اسکی ذھنی تصویر اسکی قوت ارادی سے ہم آہنگ ہوتی ہے لہذا وہ جلد فتح یاب ہو جاتا ہے

قوت ارادی ایک ایسی قوت ہے جو نہ تو کمزور ہوتی ہے اور نہ ہی تھکتی ہے یہ صرف ہمیں آگے کو ہی دھکیلتی ہے حتیٰ کہ یہ اپنا شکار مار لیتی ہے یہ بندوق کی گولی کے پیچھے کارفرما قوت کے

برعکس ہے جو لحہ بھر میں اپنے نشانہ کی طرف روانہ ہو جاتی ہے۔ قوت ارادی کو اپنا شکار مارنے کے لئے بعض دفعہ کئی ہفتے بلکہ کئی دن درکار ہوتے ہیں قوت ارادی لحاتی یا وقتی فیصلہ کا نام نہیں ہے یہ نام ہے مسلسل فیصلے کرنیکا اور دماغ سے شکوک اور ابہام۔ مایوسی اور ناکامی کے برے خیالات کے نکالنے کا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اس بڑی شاہراہ پر بڑے تزک و احتشام سے روانہ ہوئے مگر اپنا عزم برقرار نہ رکھنے کے باعث منزل سے پہلے ہی راستہ میں گر کر ناکام ہو گئے

قوت ارادی بے خوف عزم پر پروان چڑھتی ہے جو کہ ہر مسلمان کا طرہ امتیاز ہونا چاہئے اس امتیازی وصف کا اعادہ قرآن کریم میں بار بار ہوا ہے۔ ارشاد ربانی ہے

اِنَّ الّذِینَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰہ ثُمَّ استَقَامُوا تَتَنزَّلُ عَلَیھِمُ المَلاَئِکَۃُ اَلاَّ تَخَافُوا وَلاَ تَحزَنُوا وَابشِرُوا بِالجَنَّۃِ الَّتِی کُنتُم تُوعَدُون (حم السجدہ سورۃ ۴۱۔ آیت ۳۰) جن لوگوں نے (صمیم قلب سے) اقرار کیا کہ ہمارا رب ایک ہے پھر انہوں نے استقامت کا مظاہرہ کیا تو ان پر فرشتے نازل ہوں گے (جو انکو بشارت دیں گے) کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو کیونکہ ان کو جنت کے ملنے کی بشارت دی گئی ہے جسکا تم سے وعدہ کیا گیا تھا

بَلیٰ اِن تَصبِرُوا وَ تَتَّقُوا وَیَاتُوکُم مِن فَورِھِم ھٰذَا یُمدِدکُم رَبُّکُم بِخَمسَۃِ اٰلفِ مِنَ المَلٰئِکَۃِ مُسَوِّمِیْن (آل عمران۔ سورۃ ۳ آیت ۱۲۵) ہاں کیوں نہیں اگر (تم لوگ) مستقل مزاج رہو گے اور متقی ہو گے اور وہ لوگ تم پر ایک دم آن پہنچیں گے تو تمہارا رب تمہاری نصرت فرمائیگا پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ جو ایک خاص وضع بنائے ہوئے ہوں گے

وَلَنَبلُوَنَّکُم حَتّیٰ نَعلَمَ المُجٰھِدِینَ مِنکُمْ وَالصَّابِرِینَ وَ نَبلُوَا اَخبَارَکُم (سورۃ ۴۷۔ آیت ۳۲) اور ہم تمہاری ضرور آزمائش کریں گے تاہم ان لوگوں کو پہچان لیں جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں اور جو ثابت قدم ہیں تا تمہاری حالت کو جانچ سکیں

قوت ارادی کے ذریعہ جو نمایاں کامیابیاں سرانجام دی جا سکتیں ہیں وہ بلا شبہ انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اولیں ایام میں مکہ کے رؤسا

نے ایک ہزار کی فوج کے ساتھ مسلمان فوج پر حملہ کیا جنکی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی مکہ والوں نے مومنوں کو نیست ونابود کرنا چاہا تا مذہب اسلام اپنے آغاز میں ہی تباہ وبرباد ہو جائے جنگ کے شروع ہوتے ہی دو مسلمان بچوں نے اپنے جرنیل سے پوچھا کہ ابو جہل کون شخص ہے؟ ابو جہل بکتر پہنے میدان جنگ کے اس طرف کھڑا تھا اس کی طرف اشارہ کیا گیا ان مسلمان بچوں کے دماغ میں صرف ایک ہی خیال اور صرف ایک مقصد پیش نظر تھا اور وہ یہ کہ اس شاتم رسول ﷺ کو ہلاک کر دیں جس نے ان کے پیارے رسول ﷺ اور مسلمانوں کا مکہ میں سالہا سال سے عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا انھوں نے ان لاتعداد مظالم کا بدلہ لینے کا فیصلہ کیا جو ابو جہل نے مسلمانوں پر ڈھائے تھے بعض مسلمانوں نے تو اس قدر اذیت اٹھائی کہ قریب تھا کہ وہ موت کا لقمہ بن جاتے ان بچوں کا ذہن اور دل یقین کامل سے لبریز تھا اور یہ تمنا ان میں شدید رنگ اختیار کر چکی تھی اور وہ اپنے ارادہ میں پکے نظر آتے تھے چنانچہ یہی ہوا وہ بجلی کی طرح لپکے دشمن کا کمانڈر جہاں میدان جنگ میں کھڑا تھا وہ اس طرف بڑھے وہ دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے اس تک پہنچے اس تگ ودو میں ایک بچہ کا بازو کٹ گیا مگر وہ بددل نہ ہوا اور لڑتے ہوئے اپنا راستہ بناتے ہوئے چلتا گیا حتیٰ کہ ابو جہل اس کے سامنے کھڑا تھا ایک ہی وار میں اس نے اسکو تہ تیغ کر دیا شدید زخموں کے باعث وہ دوبارہ کھڑا نہ ہو سکا

ہم بھی اپنے مقصد میں کامیاب وکامران ہو سکتے ہیں۔ واقعی تقوای کے لباس کا مطمع نظر کتنا بیش قیمت اور لعل بے بہا ہے شاید اس وقت یہ مطمع نظر ہماری پہنچ سے باہر نظر آئے مگر اس کی طرف سنہری راستہ جاتا ہے اس جادہ پر چل کر ہم ایک روز منزل مقصود پر پہنچ کر آسمانی ٹرافی ضرور حاصل کر لیں گے

وہ موتی بہت انوکھا اور نرالا ہے جس کا نام تقوای ہے۔ وآخر دعونا عن الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿آسودگی﴾

سکون قلب ایک اندرونی کیفیت ہے جس کو پانے کیلئے ہر کوئی خواہش کرتا ہے مگر بہت تھوڑے ہیں جو اس کو پاتے ہیں اکثر وہ لوگ جن کو اشتعال انگیزی کا نشانہ بنایا جاتا ہے وہ بے چینی اور مایوسی کا کم وبیش اظہار کرتے ہیں حقیقی سکون قلب کا اظہار انسان کے کردار سے نمایاں ہوتا ہے اور اسکا اظہار انسان کی آواز۔ رفتار۔ اور دیگر جسمانی حرکات سے بھی ہوتا ہے یہ درحقیقت آسمانی نعمت ہے جو انسان کے اندر سکونت پذیر ہوتی ہے اور ہماری شخصیت کو چوبیس گھنٹے رنگین رکھتی ہے

روح کا سکون ایک ایسی خصوصیت ہے جسے ہر کوئی اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے اس امر میں کامیابی کے حصول کے لئے ضروری اجزاء یہ ہیں = دعا۔ دماغی توجہ۔ ضبط نفس۔ پختگی۔ ارادہ۔ اور استقلال۔ یہ صفات یقیناً انسان کو اپنی طرف اڑا کر لے جائیں گی اور وہ جلد ہی ایک عظیم انقلاب اپنے اندر محسوس کریگا اپنی کوششوں کے اوّلین ثمرات سے وہ مطمئن نہ ہوگا چنانچہ وہ مزید ترقی کے لیئے خواہش اور کوشش کرتا رہیگا اور ہمیشہ اپنے اعمال میں احتیاط برتے گا تا ذرا سی لغزش بھی اس کے روحانی توازن کو بگاڑ نہ دے اور جوں جوں وہ ترقی کرے گا سکون اور اطمینان اسکے خیالات اور اعمال پر اسقدر حاوی ہوں گے کہ اس کو ہر وقت چوکس رہنے کے لئے مزید کوشش اور احتیاط درکار نہ ہوگی اور یہ چیز اس کی فطرت ثانیہ بن جائیگی۔ جس شخص کو سکون قلب حاصل ہوتا ہے وہ دنیا کی تکالیف اور دکھوں سے آزاد نہیں ہو جاتا ایسا شخص ان تکالیف سے خوب واقف ہوتا ہے مگر ان کو نہایت سکون سے قبول کرتا ہے اور دیکھنے

والا ایسے شخص میں بظاہر کوئی جذباتی تغیر نہیں دیکھ سکتا

حضرت میرزا غلام احمد۔ مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی پہلی دختر عصمت سے بہت لگاؤ تھا جب وہ بیمار ہوئی تو آپ نے اسکی بہت دیکھ بھال کی لیکن جب وہ بقضائے الٰہی فوت ہو گئی تو ایسا محسوس ہوتا تھا گویا آپ اسے بلکل بھول گئے ہیں۔ آپ نے خدائے تعالیٰ کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا تھا ایک اور موقعہ پر بعض عیسائی پادریوں نے آپ کے خلاف قتل کا جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا ایسی حالت میں عموماً لوگ بے چینی اور اضطراری کا اظہار کرتے ہیں مگر حضرت بانیء سلسلہ احمدیہ بلکل پر سکون رہے کسی کو گمان بھی نہ ہوتا تھا کہ آپؑ پر قتل کا الزام عائد ہے

جس شخص کو سکون قلب حاصل ہو وہ کبھی گھبراتا نہیں ۔ زندگی یا موت صحت کی خرابی. مصائب و تکالیف اسکو پریشان نہیں کرتے اگرچہ ایسا شخص ان مصائب کے اثرات سے متاثر ہوتا ہے لیکن اپنے سکون و حرکات پر اسے پورا ضبط حاصل ہوتا ہے

قرآن پاک میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ انسان کو مختلف مصائب میں مبتلا کر کے صبر سکھاتا ہے ارشاد ہوتا ہے وَلَنَبلُوَنکُم بِشیٔ مِنَ الخَوفِ وَالجُوعِ وَ نَقصٍ مِنَ الاموَالِ وَالأَنفس وَالثَمَرَاتِ وَ بَشرِ الصَابِرِین ہ الذِینَ اِذَا اَصَابَتھُم مُصِیبَۃٌ۔ قَالُوا اِنَا لِلّٰہ وَ اِنَا اِلَیہِ رَاجِعُون (سورۃ ۲ آیت نمبر ۱۵۶۔۱۵۷) حقیقت تو یہ ہے کہ تکالیف اور مصائب کے دوران ہی انسان کی صحیح پہچان ہوتی ہے جبکہ انسان کو تمام نیکیوں سے افضل نیکی یعنی صبر کے مظاہرہ کا موقعہ ملتا ہے سفلی جذبات کو زیر کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے مبارک ہیں وہ لوگ جو اس میں کامیاب ہوتے ہیں بعض لوگ بڑے نیک اور بزرگ سمجھے جاتے ہیں مگر ذرا سی بات پر وہ اس قدر بے صبری اور غم و غصہ کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ ان کے معتقدین حیران و ششدر رہ جاتے ہیں

ہمارے اس مضمون کا مقصد سکون قلب کی جاذبیت کی طرف قارئین کی توجہ

مبذول کرانا ہے تاکہ قارئین گلدستۂ خیال ایسی کیفیت پیدا کریں اور اس ذہنی حالت کے پیدا کرنے کیلئے ایسے گر بتلائے جائیں جس سے کہ انسان ان بلندیوں کی طرف پرواز کر سکے

جو شخص سکون قلب کی تلاش میں سرگرداں ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر ایسی حالت اور موقعہ سے آگاہ ہو جو اس کی پر سکون روح کو برباد کر سکے وہ روزمرہ زندگی کے ان تمام واقعات سے آگاہ ہو جہاں سے اسے ٹھوکر لگنے کا احتمال ہو اور وہ ان حادثات سے بچنے کے لئے مناسب اقدامات کرے اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے یہ امر بہت مفید ہے کہ آنے والے خطرات سے محفوظ رہنے کے لئے ان امور کا علم ہو جو اس راہ میں حائل ہوتے ہیں سیاہ بادل آنے والے طوفان کی علامت ہوتے ہیں انہیں دیکھ کر راہگیر پناہ تلاش کرتا ہے گھر والی دھوپ میں لٹکے ہوئے کپڑوں کو جلد جلد اکٹھا کرتی ہے اور گڈریا اپنا ریوڑ ہانک کر باڑہ میں لے جاتا ہے سب لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ طوفان کی آمد ہے اور اس سے بچاؤ کا سامان لازم ہے

سیلف کنٹرول کے نہ ہونے سے بے صبری۔ بے آرامی۔ گالی گلوچ۔ غصہ اور طنز آمیزی کے دروازے کھل جاتے ہیں ان سب پر قابو پانا ضروری ہے اب ہم روزمرہ زندگی کی چند ایسی باتوں کا ذکر کرتے ہیں جو انسان کو برائی کی طرف لے جاتی ہیں یہ صرف وارننگ سائن ہیں اور جونہی یہ نظر آئیں ان کے خلاف حفاظتی انتظامات کئے جائیں ہر علامت کو ایک چیلنج سمجھا جائے اور ضبط نفس کا ایک زینہ سمجھا جائے۔ مجھے یقین واثق ہے کہ رفتہ رفتہ ان پر عبور حاصل کیا جا سکتا ہے

شور

شور عام طور پر اعصاب شکنی غم و غصہ۔ اور تلخ نوائی کا باعث بن جاتا ہے گھر میں چوں کا شور و غوغا بعض دفعہ گھر والوں کے لئے ناراضگی کا باعث بن جاتا ہے حضرت بانی سلسلہ

احمدیہ نے اپنے بعض علمی شاہکار اسی قسم کے شور و شغب کے درمیان تحریر فرمائے جو آپؑ کے گرد و پیش جاری رہتا تھا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سخت سر درد میں مبتلا تھے تو حضرت مولوی عبد الکریم صاحب نے عرض کیا کہ بچوں اور ملازموں کا شور حضورؑ کی طبیعت پر بوجھل تو نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں خود ان سے یہ کہنا پسند نہیں کرتا البتہ آپ نرمی سے ان سے خموشی کے لئے کہہ دیں۔ اسی طرح ایک اور موقعہ پر آپ حضور سے پوچھا گیا کہ آپ گھر کے شور و غل میں کیسے علمی کام کر لیتے ہیں؟ تو فرمایا کہ میں تو اس طرف توجہ ہی نہیں کرتا لہذا مجھے یہ ناگوار نہیں گزرتا

خلل اندازی

بعض اوقات جب انسان کسی دلچسپ کام میں ہمہ تن مصروف ہوتا ہے تو بے وجہ کی خلل اندازی بہت بری محسوس ہوتی ہے۔ حتی کہ ایک چہچہاتا ہوا پرندہ یا مکھی یا مچھر کی بھنبھناہٹ بھی اس قدر بری محسوس ہوتی ہے کہ انسان غصہ میں آپے سے باہر ہو جاتا ہے اسی طرح نیند میں خلل بھی بعض لوگوں کو بہت ناگوار گزرتا ہے

کہتے ہیں کہ حضرت احمد علیہ السلام جب کسی علمی کام میں محو ہوتے تھے تو بچے آپ کے کام میں مخل ہوتے مثلاً دروازہ پر بار بار دستک دیتے اور دروازہ کھولنے کے لئے کہتے حضرت احمدؑ بلا پس و پیش دروازہ کھول دیتے ۔ پھر ایک دفعہ آپؑ کے صاحبزادے حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد نے آپ کا ایک ضروری مسودہ جلادیا تو آپؑ نے مسکرا فرمایا شاید خدا تعالیٰ کو اس سے بہتر مضمون لکھنا منظور تھا

یاوہ گوئی

بعض لوگ بہت باتونی ہوتے ہیں خود ستائی میں وہ دوسروں کو اس قدر بور کرتے ہیں کہ انسان پریشان ہو جاتا ہے ایسے لوگوں کو توجہ دینا نہایت مشکل کام ہے ایسے یاوہ گو کی باتوں کو سننا گویا دوسروں کے لئے صبر کا امتحان ہوتا ہے

غذا

بعض اوقات غذا بھی انسان کی پریشانی کا موجب بن جاتی ہے بچے اسکا اظہار بہت خوبی سے کرتے ہیں بعض خاوند اپنی بیویوں پر اسلئے ناراض ہوتے ہیں کہ کھانا وقت پر تیار نہ تھا بھوک اعصاب پر بری طرح اثر انداز ہوتی ہے۔ اور جو حضرات روزوں کے عادی نہیں ہوتے ہیں بھوک ان کے لئے وبال جان بن جاتی ہے ہم سبکو بھوک کی علامات ظاہر ہوتے ہی خبردار ہو جانا چاہئے

مالی پریشانیاں

مالی مسائل اکثر دماغ پر بوجھل ہوتے ہیں ان مسائل سے انسان کی صحیح قدریں گر جاتی ہیں پریشانیاں بڑھ جاتی ہیں مالی مسائل ہمارا ذہنی سکون خراب کرنے کا باعث نہیں ہونے چاہئیں بلکہ سکون قلب ہمارا مقصد اور مدّعا ہونا چاہئے ہمیں خدا پر توکل رکھنا چاہئے اور اسکا شکر گزار ہونا چاہئے کہ احمدیت کے ذریعہ ہمیں وہ لازوال دولت ملی جو دنیا کی تمام دولت اور ثروت سے بھی زیادہ قیمتی ہے ہمارے پیارے نبی ﷺ کے گھر میں بوقت وفات صرف چند کھجوریں ہی اثاثہ تھیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس بوقت رحلت صرف ایک روپیہ تھا۔ سکون قلب انسان کو ہشاش بشاش اور مسکراتا ہوا چہرہ رکھنے میں مد ہوتا ہے خواہ انسان کو کیسے ہی مالی مسائل درپیش ہوں

تھکاوٹ

تھکا ماندہ انسان مسکراہٹوں سے بہت دور ہوتا ہے اس کے اعصاب کچھے ہوتے ہیں ہر کام اور چیز جو طبیعت کے خلاف ہو شکایت کا موجب بن جاتی ہے تھکے ہوئے شخص کو اپنی گفتگو اور اعمال کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے

گالی گلوچ

بعض لوگ اپنی زبان کو گالی گلوچ کے مہلک ہتھیار سے مسلح رکھتے ہیں تاوہ دوسروں کو بے عزت کر سکیں اگر آپ کی کوئی اس طرح بے عزتی کرے تو میرا مشورہ یہ ہے کہ خموش رہیں اور ایسے مفسد و جاہل شخص کے سامنے تو لازما خموش رہیں اس کام کے لئے ضبط نفس کی ضرورت ہے ہماری زندگی میں بہت ایسی باتیں وقوع پذیر ہوتی ہیں جن سے ہم ناراض اور خفا ہو سکتے ہیں مثلاً اگر آپ کسی سے متفق نہ ہوں تو اس کا اظہار حکمت عملی سے کرنا پسندیدہ ہے مگر اس چیز کو کھلم کھلا دشمنی کی وجہ بنالینا ناپسندیدہ امر ہے زندگی میں ہمیں خفا کرنے والے امور کی ایک فہرست قارئین کے پیش خدمت ہے

☆جب لوگ وقت کے پابند نہ ہوں ☆جب کوئی قیمتی چیز کھو جائے
☆جب کوئی خواہ مخواہ لڑائی مول لے ☆جب کوئی بس یا گاڑی سے رہ جائے
☆جب کوئی وعدہ ایفاء نہ کرے ☆جب صحت خراب ہو اور انسان سخت تکلیف میں مبتلا ہو ☆ناروا سلوک

اس فہرست میں اور بھی دوسری باتیں شامل ہو سکتی ہیں مگر چند ایک کی نشاندہی کافی ہے جس طرح جسمانی ورزش انسان کے جثہ کو مضبوط بناتی ہے اس طرح ذہنی لور روحانی امور کے ذریعہ دماغی اور روحانی آسائش کا سامان کیا جاسکتا ہے کسی مقصد کے حصول کے لئے خواہ وہ مادی ہو یا روحانی ہو خاص دھیان اور غور و فکر کی ضرورت ہے اور اس میں کامیاب ہونے

کا زبردست جذبہ کار فرما ہو مندرجہ ذیل مساوات ہمیشہ مد نظر رکھیں

شوق جمع چاہت۔ مساوی ہے کامیابی کے

سکون قلب کی گہرائی ناپی نہیں جا سکتی ہے یہ وہ ہیرا ہے جو انمول ہے اور اسی کو نصیب ہو تا ہے جو دیانتداری سے اسکی تلاش میں سر گرداں رہتا ہے اور اپنے کردار پر مسلسل نظر رکھتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے حضور دعاؤں سے کامیابی کی التجا کر تا ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿فراخدلی﴾

فراخدل انسان وہ ہوتا ہے جو بڑے دل والا۔ بہادر۔ مہربان۔ فیض رساں۔ مخیر۔ وسیع الذہن۔ مددگار اور رحمدل ہو۔ دنیا میں آنحضرت ﷺ سے زیادہ کوئی اور انسان فراخدل نہ تھا آپ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کو مکہ کے مشرکین نے دس سال تک نشانہ ستم بنائے رکھا حضور نبی پاک ﷺ سے نہایت برا سلوک کیا گیا آپؐ کا بائیکاٹ کیا گیا آپ کی ایزاءرسانی کی گئی بلکہ کتنے ہی مظلوموں نے اس ستم کی چکی میں پس کر اپنی جان بھی گنوادی۔ اور مکہ میں حالات اس قدر ناقابل برداشت ہوگئے کہ آپؐ مسلمانوں سمیت مدینہ کے پرامن شہر میں نقل مکانی کرنے پر مجبور ہوگئے جہاں آپؐ کا والہانہ استقبال کیا گیا

آنحضرت ﷺ مدینہ میں اس گھڑی کا بڑی تڑپ اور اشتیاق سے انتظار کرتے تھے جب آپؐ مکہ کے مقدس شہر میں دوبارہ داخل ہوسکیں گے مگر اس خواہش کو پورا ہونے میں مزید دس سال لگ گئے۔ بلآخر جب آپؐ مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپؐ کے ساتھ دس ہزار صحابہ تھے آپؐ اگر چاہتے تو مکہ پر اچانک حملہ کر کے قبضہ کر لیتے اور انتقام کی آگ کو بجھا لیتے مگر اس کے برعکس آپؐ نے خاص ہدایات جاری فرمائیں کہ کوئی شخص لڑائی جھگڑا نہ کرے۔ نہ کسی کو قتل کرے مکہ کے شہری آپؐ کے رحم وکرم پر تھے مگر مکہ کے لوگ حیران رہ گئے جب آپؐ نے ان کی ماضی کے ظلم معاف کردئے ان میں سے بہت سے شہری آپؐ کی فراخدلی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اکثر نے انشراح صدر سے اسلام قبول کرلیا

فراخدلی بانی جماعت احمدیہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب کا امتیازی وصف بھی تھا ۱۸۹۷ء میں آپ پر دشمنوں نے قتل میں حصہ لینے کا الزام لگا کر عدالت میں مقدمہ دائر کردیا مگر اس

سے آپ بری الذمہ قرار پائے مجسٹریٹ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فرمایا کہ وہ جھوٹی شہادت کی وجہ سے جواباً مقدمہ دائر کر سکتے ہیں مگر آپ نے فرمایا کہ آپ کو یہ ہرگز پسند نہیں اور یہ کہ آپ نے جھوٹے شخص کو معاف کر دیا ہے

آنحضرت ﷺ کے بعد تاریخ میں فراخدلی میں کسی مسلمان کی اتنی تعریف نہیں کی جاتی جتنی سلطان صلاح الدین ایوبی کی جس نے صلیبی جنگوں کے بعد عیسائیوں کی برتری فلسطین سے ہمیشہ کے لئے ختم کر دی مصر کے اس سلطان کے بارہ میں ایک مصنف نے لکھا ہے

> He was more gallant, more chivalrous and sincere than the Western kings
> And barons who rode against him in the second and third crusades. He was
> Also a better warrior. During his life time there was no man equal to him in
> The breadth, scope, and depth of his honor and vision.
> (Saladin – A Man for All Ages – By L Paine)

وہ ان مغربی بادشاہوں اور نوابوں کی نسبت زیادہ جرأت مند۔ بہادر۔ اور مخلص تھا جو دوسری اور تیسری صلیبی جنگوں میں اس کے خلاف برد آزما ہوئے (اے مین فار آل ایجز۔ ایل پین)

سلطان صلاح الدین نے خود اپنے بارہ میں کہا۔ میں جو اتنا عظیم انسان ہوں میں نے یہ پوزیشن لوگوں کے دل جیت کر حاصل کی ہے میں نے کسی کے خلاف دل میں برے خیالات کو جگہ نہ دی کیونکہ موت سے کسی کو فرار نہیں ہے۔ ہم میں سے کتنے ہیں جو یہ کہہ سکیں کہ ہم نے کسی شخص کے خلاف دل میں برے خیالات کو جگہ نہیں دی - فراخدلی اور انتقام ایک دل میں ہرگز نہیں سما سکتے - غصہ۔ حسد۔ شک۔ غیبت۔ بدظنی اور تمام ایسے بُرے احساسات نہ صرف دماغ بلکہ جسم اور روح کو بھی زہر آلود کر دیتے ہیں ان احساسات کی وجہ سے ہی نفرت۔ جھگڑا - اور ناموافقت جنم لیتے ہیں اللہ تبارک تعالیٰ کی پیاری کتاب میں ارشاد ہوا ہے وَلَا تَجعَل فِی قُلُوبِنَا غِلاًّ لِلَّذِینَ آمَنُوا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوفُ الرَّحِیم (سورۃ الحشر نمبر ۵۹ آیت نمبر ۱۱) اور ہمارے دلوں میں

ایمان داروں کی طرف سے کینہ نہ پیدا ہونے دینا اے ہمارے رب آپ یقیناً بڑے ہی شفیق اور رحم دل ہیں۔ وہ شخص بہت ہی خوش قسمت ہے جسکا دل عداوت اور بغض سے پاک ہے۔۔ کیونکہ ایسا شخص جنت میں امن اور سکون اور اسکی برکات کا مزہ یہاں بھی محسوس کر سکتا ہے ارشاد خداوندی ہے اِنَّ الْمُتَّقِینَ فِی جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ۔ اُدْخُلُوْھَا بِسَلٰمٍ آمِنِیْن۔ وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْن۔ (سورۃ الحجر نمبر ۱۵۔ آیت ۴۵ تا ۴۸) بے شک اہل ایمان باغوں اور چشموں کے درمیان بستے ہوں گے تم ان میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو اور ان کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب دور کر دیں گے اور سب لوگ بھائی بھائی کی طرح (الفت سے) رہیں گے اور تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے

حضرت میرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے الفاظ محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں اب کس قدر معنی خیز معلوم ہوتے ہیں فراخدل انسان کا دل نیکی سے معمور ہوتا ہے اس کے کردار میں بغض و عداوت ذرّہ بھر بھی نظر نہیں آتے - وہ دوسرے انسانوں کے ساتھ مثبت اور روشن پہلو کو اجاگر کرتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے

☆ تمام قسم کی دشمنیاں اور حسد کو ترک کردو

☆☆ سچا مسلمان کسی کے خلاف دل میں کینہ نہیں رکھتا ہے

☆☆☆ ہر قسم کا غصہ اور بغض نکال پھینکو جو دنیاوی اور نفس پرست خواہشات سے پیدا ہوتے ہیں

اوپر بیان کردہ مقولے روح افزا غذا کی مانند ہیں جنکو ہمیں خوب ہضم کر کے اپنی شخصیت کا حصہ بنا لینا چاہئے اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو شاید ہم اطمینان قلب اس دنیا میں حاصل نہ کر سکیں اور آنے والی دنیا میں بھی ایک لمبے عرصہ تک اطمینان قلب نہ ملے کیونکہ ہماری روح ہماری دماغی کیفیت کے رنگ سے رنگین ہوتی ہے فراخدل اور فیاضانہ خیالات سے ہماری روح چمک اٹھتی ہے

جبکہ عداوت وکینہ کے خیالات سے ہمارا دماغ دھندلا اور سیاہ ہو جاتا ہے

ابراھام لنکن جو امریکہ کا مشہور صدر ہو گزرا ہے اس کے بارہ میں کسی نے کیا خوب تعریفی کلمات کہے ہیں۔اس کا دل اس دنیا سے بھی بڑا تھا مگر اس دل کے اندر کسی کی خطا کو یاد رکھنے کا خانہ نہ تھا۔دو ہزار سال قبل کے مشہور فلاسفر ارسطو نے فراخدل انسان کے اوصاف یوں بیان کئے ہیں۔(فراخدل شخص) کم گو ہوتا ہے وہ آہستگی سے گفتگو کرتا ہے مگر اپنے خیالات کا اظہار کھل کر جرأت سے کرتا ہے جب اس کو موقعہ ملے وہ زیادتی کو نظر انداز کر دیتا ہے وہ میاں مٹھو نہیں ہوتا۔وہ دوسروں کے بارہ میں بے وجہ باتیں نہیں کرتا - وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ اسکی تعریف کے کلمات بولے جائیں وہ لوگوں پر بے وجہ اعتراض نہیں کرتا ہے وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر سر نہیں پیٹتا۔لور دوسروں کی مدد کا طلبگار نہیں ہوتا ہے

جھگڑا کرنا فراخدل انسان کے لئے نہائت غیر معقول ہوتا ہے جھگڑا کرنا اسکی فطرت میں نہیں ہوتا مگر انسان ہو نیکی بناء پر اس سے بھی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں اس صورت میں وہ خود منفعل ہوتا اور مستقبل میں محتاط رہتا ہے در حقیقت وہ لوگوں کا بھلا چاہتا ہے اور دوسروں کے بارہ میں دل میں بُرے خیالات یا احساسات نہیں رکھتا

یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ نیک دل انسان کسی کا بُرا نہیں چاہتا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿ضبط نفس﴾

قارئین آپ میں سے کئی ایک نے سپین کے بہت پرانے عظیم مفکر سینیکا کا یہ مقولہ تو ضرور سنا ہو گا وہ انسان سب سے زیادہ طاقتور ہے جس کو اپنے نفس پر ضبط حاصل ہے چاند کی طرف بازو بڑھا کر پکارنے سے کبھی یہ چمکتا ہوا سیارہ انسان کے پاس نہیں آسکتا ایک خلائی سیارہ کے بنانے۔ اس کے خلاء میں جانے اور اس کے تیز رفتار سفر بمع سائنسی آلات کے نیز انسان کے خلائی سفر سے قبل کائنات کے قوانین کو سمجھنا ان پر غور و فکر کرنا بہت ضروری ہے خدا کبھی بھی انسان کی اس خواہش کو پورا نہیں کرے گا کہ وہ آنکھ جھپکنے میں زمین سے اڑ کر چاند کی سطح پر پہنچ جائے اس کے برعکس خدا نے انسان کو عقل دی ہے کہ وہ مطالعہ۔ مشاہدہ۔ تجربات ۔ اور سائنسی قوانین کو سمجھ کر اپنے مقصد کو حاصل کرے۔ یعنی چاند کی تسخیر،

سائنسی اصولوں کی طرح روحانی اصولوں کو بھی اگر انسان سمجھے اور پہچانے تو اس دنیا سے نکل کر جنت کی دلربا دنیا میں پہنچ سکتا ہے لیکن اس کے لئے پہلا قدم بھی انسان کو اٹھانا ہو گا کیونکہ خدائے تعالیٰ صرف ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں جس طرح ایک خلائی سیارہ کی کامیابی کا دارمدار کنٹرول سینٹر پر ہے جو اس کے گوناگوں کاموں اور حالتوں کا خیال رکھتا ہے اور ہدایات دیتا ہے اسی طرح روحانی پرواز کے لئے انسان کو ایک خاص اندرونی کیفیت کا پیدا کرنا ضروری ہے اس کیفیت کا نام ہے ضبط نفس

ضبط نفس ہی وہ چیز ہے جو انسان کے کردار کو رنگین کرتی ہے کردار کے بنانے میں اس کا دخل بہت زیادہ ہے اس لئے اس کے حاصل کرنے میں خاص توجہ کی ضرورت ہے اپنے

کردار کو بلندیوں تک لیجانیکی کی طاقت فی الحقیقت انسان کے اندر ہی پوشیدہ ہے یہ سچا ہے کہ تمام طاقت کا سرچشمہ خدا تعالیٰ ہے لیکن وہ ایسے لوگوں ہی کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی۔ (سورۃ ۸۷۔ آئت ۱۵) یعنی وہ شخص کامیاب ہوا جس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا۔ ایک مومن ہمیشہ خدا کی پناہ میں رہنا پسند کرتا ہے شیطان کا اس پر دائمی غلبہ نہیں ہو سکتا اس مقصد کے حصول میں خدا کی تائید و نصرت کی سخت ضرورت درکار ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ اپنا ہاتھ اس شخص کی طرف ضرور بڑھاتا ہے جو اس کی طرف بڑھنے کے لئے سرگرداں اور کوشاں رہتا ہے

اسلامی طریق زندگی نہائت منظم طریق حیات ہے جو اطاعت۔ کوشش۔ اور نگرانی پر خاص زور دیتا ہے نظم و ضبط کی ریڑھ کی ہڈی فی الحقیقت ضبط نفس ہے گذشتہ انبیاء۔ صوفیاء اور اولیاء اللہ کی زندگیوں کا مطالعہ ہمیں بتلاتا ہے کہ ان کی زندگیوں میں ضبط نفس کا بہت دخل تھا جس کی بناء پر ان میں روحانی جاذبیت اور زبردست کشش پیدا ہوئی

حضور رسالت مآب ﷺ کو اپنے ہر عمل ۔ ہر بول، اور ہر حرکت پر پورا پورا ضبط حاصل تھا۔ آپ حضور ﷺ فرض کے جادہ پر ہمیشہ گامزن اور استقامت پذیر رہے اور کٹھن سے کٹھن آزمائش میں ضبط اور صبر کا دامن نہ چھوڑا۔ نبی کریم ﷺ میں صبر صداقت ۔ دیانت ۔ جرأت۔ اور انصاف کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ جیسا کہ امُ المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کَانَ خُلُقُہُ الْقُرآن یعنی آپکی خو اور خصلت قرآن سے عبارت تھا

حضرت احمد علیہ السلام کی زندگی اور کردار میں بھی ہمیں ضبط نفس نمایاں نظر آتا ہے آپ کی زندگی ضبط نفس کا دلکش نمونہ تھی۔ آپکی زندگی میں آپ سے زیادہ شاید ہی کسی اور شخص کو اتنی گالیاں دی گئیں اور طعن و تشنیع کا ہدف بنایا گیا لیکن اس کے باوجود آپ کے کردار

اور عمل میں کبھی فرق نہ آیا آپ کے نحیف کندھوں پر ایک بھاری اور عظیم ذمہ داری تھی لیکن آپ نے ہمیشہ خدا تعالیٰ پر توکل کیا اور اپنے مشن میں کامیابی اور کامرانی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور ہی گریہ وزاری کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کسی عارضی ناکامی سے کبھی نہ گھبرائے اور نہ ہی کسی کی دشمنی اور تمسخر نے آپ کو پریشان کیا حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا میرے دل میں رحم کی انتہاء نہیں اور غصہ کو تو میں نے بلکل ہی ختم کر دیا ہے

ہم اپنی زندگی میں خود اپنے حاکم ہیں خدا نے ہماری رہ نمائی فرمائی ہے اور ہمیں ایسی فراست عطا کی ہے جس سے ہم اپنا کردار اچھا بنا سکتے ہیں یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے کردار کے معمار بنیں شیطانی قوتوں کا دلیری سے مقابلہ کریں۔ اپنے آپ کو پاک و صاف رکھیں اور دعا کے ساتھ خدائے ذوالجلال کی ہدایت اور رحمت کے طلبگار ہو ویں یہ ایک بڑا مشکل کام ہے جس کو ہم نے ہی کرنا ہے اور صراط مستقیم پر گامزن رہنے کے لئے ضبط نفس کے سٹیئرنگ وھیل Steering Wheel پر قابو رکھنا ہو گا بلکل جس طرح ایک جہاز کا کپتان اس کو طوفان میں سے گذارتا ہوُا بندرگاہ پر لے آتا ہے

ضبط نفس ایک مسرت سے بھرپور زندگی کے کردار کو جنم دیتا ہے ہندوؤں کی مقدس کتاب گیتا میں لکھا ہے کہ وہی شخص حقیقی مسرت سے فیض یاب ہوتا ہے جو نفرت سے بالاتر ہے اور اسکو اپنے جذبات پر قابو ہے۔ ضبط نفس سے انسان کی خودداری بھی بڑھتی ہے ایک کہاوت ہے کہ اپنی عزت خود کرو ورنہ دوسرے بھی تمہاری عزت نہ کریں گے حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا ہے کہ جو خودداری کو پروان چڑھاتا ہے وہ کبھی دوسروں کی نظر میں بے عزت نہیں ہوتا ہے

مشہور امریکی مصنف ٹامس جیفرسن نے کیا خوب کہا ہے ایک شخص کو دوسرے پر اس سے زیادہ کوئی فضیلت نہیں کہ وہ ہر حال میں خوش وخرم رہے۔ ضبط نفس سے انسان میں سب سے افضل اور اعلیٰ صفت صبر کی پیدا ہوتی ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے یَآ یُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اصبِرُو وَصَا بِرُوا وَرَابِطُوا۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُم تُفلِحُون ہ (سورۃ نمبر ۳۔ آیت نمبر ۲۰۱) اے ایمان دارو۔ صبر سے کام لو اور (دشمن سے بڑھ کر) صبر دکھاؤ اور سرحدوں کی نگرانی رکھو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ

اپنے اندر ضبط نفس پیدا کرنا در حقیقت ایک زبردست آرٹ اور اعلیٰ تعلیم ہے لیکن یاد رہے کہ اس تعلیم کا صرف اتنا ہی فائدہ ہوگا جتنا اس پر عمل کیا جائے گا ضبط نفس کوئی تحفہ نہیں بلکہ ایک زبردست مجاہدہ ہے اور اس مجاہدہ کا راز ذہنی ارتکاز ہے جس سے ٹھوس خواہش اور ذہنی تصورات کا پیدا ہونا ہے جو ٹھوس چیزوں میں تبدیل ہو جائیں ہم ہی اپنی روح کے آرکیٹیکٹ ہیں۔ اور ہمارا قادر مطلق خدا۔ ہمارا پیارا خدا یقیناً ہمارا رہنما اور مددگار ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اخلاقی خوبیوں کی ملکہ

مذہب اپنے پیروکاروں سے عقائد اور اصولوں کے قبول کرنے کے علاوہ کچھ اور باتوں کا بھی مقتضی ہوتا ہے جس سے مراد زندگی کا وہ عملی پہلو ہے جو ہر قسم کے کردار اور چال و چلن پر محیط ہوتا ہے گویا دوسرے لفظوں میں مذہب اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ انسان اس بات کی کوشش کرے کہ وہ اپنی سوچ اپنے عمل اور اپنے قول میں نیکی کا پیکر بن جائے اور یہ مطمح نظر صبر اور مستقل مزاجی کے علاوہ حاصل نہیں ہو سکتا ہے صبر در حقیقت تمام اخلاقی خوبیوں کی ملکہ ہے یہ تنک مزاج طبیعت اور بد اخلاق رویہ کے لئے تریاق کا اثر رکھتا ہے۔ بلا شبہ اس نیکی کو ہر وقت مد نظر رکھنا اور اس پر عمل کرنا آسان کام نہیں ہے لیکن جتنا انسان اس کو اپنے نفس کے اندر پیدا کرتا ہے اتنا ہی زیادہ انسان روحانی دنیا میں ترقی کرتا ہے اور ہر روحانی مسافر کا یقیناً یہی مطمح نظر ہونا چاہئے

صبر ایک اکتسابی استعداد ہے جو انسان کو ہر قسم کی آفت اور مصیبت میں عقل مندی۔ صبر اور تحمل سے جھیلنے کی قوت عطا کرتی ہے یہ استعداد ہم سے مطالبہ کرتی ہے کہ ہم ہر دم چوکس رہیں یہ ایک ایسی استعداد ہے جو زندگی میں ہر روز بڑھائی جاسکتی ہے یا یوں کہ یہ ایک ایسی رحمت ہے جو انسان کو پریشان ہونے سے نجات دیتی ہے۔ یہ ہر قسم کے پریشان کن حالات میں خود کو قابو میں رکھنے کی استعداد عطا کرتی ہے اس رحمت کے نتیجہ میں انسان مصائب اور تکالیف کا صبر اور تحمل سے مقابلہ کرتا ہے نیک فطرت انسان کے لئے گویا یہ چیز خدا کی منشاء اور اس کی رضا کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہے۔

کامیاب زندگی گزارنے کے لئے یہ ایک نہایت بنیادی اور اہم جزو ہے خاص طور پر

روحانی زندگی کی نشوو نما میں تو صبر جزو لاینفک کی حیثیت رکھتا ہے ۔ صبر انسان کے کردار کو سنوارتا اسے نکھارتا اسے خوب صورت بناتا ہے اور روحانی نشوو نما کو منور کرتا ہے یہ روح کو چمکدار بناتا ہے انسان کا کردار اس سے دلکش بن جاتا ہے یہ ایک ایسا جادو منتر (چارم) ہے جس کی تعریف ہر کس وناکس کرتا ہے بے صبری اس کے برعکس دماغ میں آگ لگاتی ہے جبکہ صبر اپنے خوشکن جھونکے سے ہمارے ذہن کو سکون مہیا کرتا ہے

بائیبل میں مذکور ہے۔ بھایئو تمام مخلوق کے ساتھ صبر کے ساتھ پیش آؤ

قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے اِستَعِینُوا بِالصَّبرِ وَ الصَّلٰوۃِ (سپارہ ۲۔ آیت ۱۵۴) یعنی صبر اور نماز کے ساتھ سہارا حاصل کرو بلاشبہ اللہ کریم صبر کرنے والوں کیساتھ ہے۔ ایک اور جگہہ ارشاد ہوتا ہے و بشر الصابرین (سپارہ ۲ آیت نمبر ۱۵٦) اے نبی کریم صبر کرنے والوں کو بشارت سنایئے پھر ارشاد ہوتا ہے یَاَ یّھَا الذّ ینَ آمَنُوا صبِرُوا وَ صَابِرُوا وَ رَابِطُوا۔ (سپارہ تین آیت ۲۰۰) اے ایمان والو صبر کرو اور مقابلہ میں بھی صبر کرو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو

ایک مغربی مصنف سموئیل سمائیل Samuel Smile نے کیا خوب کہا ہے----

It is by patience and self control that the truly heroic character is perfected.

جماعت احمدیہ کے تیسرے خلیفہ حضرت میرزا ناصر احمد صاحبؒ کا بھی یہی ماٹو تھا محبت سب کے لئے اور نفرت کسی سے نہیں۔ مصائب کو اگر انسان کوشش کرے تو خیر و برکت کا موجب بنا سکتا ہے مصائب میں فوائد کے بیج پنہاں ہوتے ہیں جن کو اگر مناسب غذا دی جائے تو وہ فوائد کے پھول بن کر ہماری جھولی میں گر سکتے ہیں مصائب سے انسان کے کردار کا امتحان ہوتا ہے کیونکہ زندگی پھولوں کی سیج ہر گز نہیں ہے اللہ کریم اپنی پیاری کتاب قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں ۔ وَلَنَبلُوَنَّکُم بِشَیءٍ مِنَ الخَوفِ وَالجُوعِ وَ نَقصٍ مِنَ الأَموَالِ وَالأَنفُس وَالثَّمَرَات ہ وَ بَشِّرِ الصَّابِرِین (سپارہ نمبر ۲ آیت ۱۵٦)۔ اور ہم تمہیں کسی قدر خوف اور بھوک (سے) اور

مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی (کے ذریعہ) سے ضرور آزمائیں گے اور (اے رسول) تو ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے جن پر جب (بھی) کوئی مصیبت آتی ہے (تو وہ گھبراتے نہیں بلکہ یہ) کہتے ہیں کہ ہم (تو) اللہ ہی کے ہیں اور اسی کے طرف لوٹنے والے ہیں

بے شک صبر کا راستہ چکنا اور پھسلنے والا ہے مگر ہر روحانی مسافر کو اونچائی پر واقع طہارت کے قلعہ کی طرف جانے کے لئے اس پر چلنا اور ثابت قدم رہنا لازمی ہے کیونکہ خداوند کریم کے ہر پرستار اور فرمانبردار کا یہی نصب العین ہوتا ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

۱۔ حضور ﷺ نے فرمایا مسلمانو اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو ان کو مقبرے نہ بناؤ

۲۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ خدا کے بندو علاج کروایا کرو کیونکہ خدا نے بڑھاپے کے سوا ہر بیماری کی دوا پیدا کی ہے

۳۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی (مسلمان) کے ساتھ بحث نہ کیا کرو اور نہ اس سے ایسی دل لگی کرو (جو اسکو ناگوار ہو) اور نہ ایسا وعدہ کرو جس کو تم پورا نہ کرسکو

﴿اعمال صالحہ﴾

دنیا کی سب سے عظیم اور دائمی کتاب قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے فاستبقوالخیرات ۔ (سپارہ ۲ آیت نمبر ۱۴۹) تمام مذاہب کے پیروکاروں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ اعمال صالحہ بجالائیں بائیبل میں لکھا ہے ایمان اعمال صالحہ کے بغیر مردہ تصور کیا جاتا ہے ایک اور جگہہ آیا ہے تمہاری نیکی بغیر کسی حد کے ہو متی ۵ آیت ۸ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو یہاں تک فرمایا وہ لوگ جو تم سے نفرت کرتے ہیں ان سے بھی نیک طریق سے پیش آؤ۔ متی ۵ آیت ۴۵

نیک کام بجا لانا اور دوسروں کی مدد کرنا زندگی کی جملہ خوشیوں میں سے اعلیٰ خوشی ہے جس سے نہ صرف نیکی کرنے والا بلکہ نیکی وصول کرنے والا دونوں محظوظ ہوتے ہیں نیک کام کرنے کے لئے انسان کو مثبت مواقع کی تلاش میں سرگرداں رہنا چاہئے بجائے اس کے کہ ہم کسی موقعہ کے انتظار میں رہیں بہتر تو یہ ہے کہ ہم خود اس کو تلاش کر کے سرگرم عمل ہو جائیں مثلاً انسان ایسے بیمار لوگوں یا تنہا زندگی گزارنے والے (جیسے بیوہ خواتین وغیرہ) افراد کی فہرست تیار کر سکتا ہے جو ہماری ملاقات یا خط موصول ہونے پر یک گونہ خوشی محسوس کر سکتے ہیں بعض اور لوگ ایسے بھی ہوں گے جو ہماری رہنمائی، ہمدردی یا حوصلہ افزائی کے خواہاں اور مستحق ہیں کہنے کا مقصد یہ ہے کہ نیکی کرنیکا کوئی نہ کوئی طریقہ تلاش کیا جا سکتا ہے آیئے ہم ایسے مواقع تلاش کریں اور اپنی طاقت و وسعت کے مطابق دوسروں کی مدد کریں نیک اعمال بجالینا قرآن پاک میں بنیادی احکامات میں سے ایک اہم حکم ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے یَامُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَ یَنهَونَ عَنِ المُنکَر ۔ پھر ایک اور جگہہ ارشاد ہوا ہے فاستبقوا الخیرات (سورۃ نمبر ۲ آیت ۱۴۹)۔ پھر ایک حدیث مبارکہ یہ بھی ہے نیک کام سرانجام دینے میں کوئی موقعہ ضائع نہ

کرو۔ خود نیکی کرنے اور اعمال صالحہ بجالانے کے علاوہ قرآن پاک ہمیں یہ نصیحت کرتا ہے کہ دوسروں کو بھی نیک اعمال بجالانے کی دعوت دو ارشاد ربانی ہے: وَلتَكُن مِنكُم اُمَّةٌ يَدعُونَ اِلَى الخَيرِ وَيَامُرُونَ بِالمَعرُوف (سورۃ ۳: آیت ۱۰۵) یعنی تم میں سے ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے جو خیر کی طرف (لوگوں کو) بلائے اور نیک کام کرنے کی تاکید کرے اور بُرے کاموں سے روکے

قرآن کریم ہمیں یہ بھی واشگاف الفاظ میں بتلاتا ہے کہ ہر نیک کام کا اجر ضرور ملے گا وَمَن يَعمَل مِثقَالَ ذَرَّةٍ خَيرًا يَرَہ (سورۃ زلزال ۹۹ آیت ۸) ۔جو شخص دنیا میں ذرّہ بھر بھی نیک کام کرے گا وہ آخرت میں اس کو ضرور دیکھ لے گا۔ پھر اللہ کریم ایک اور جگہہ ارشاد فرماتے ہیں مَن جَآءَ بِالحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيرٌ مِنهَا (سورۃ القصص ۲۸: آیت ۸۵) جو شخص (قیامت) کے روز) نیکی لیکر آئیگا اس کو اس سے بہتر بدلہ ملے گا۔ سرور کائینات آنحضور ﷺ کی ایک حدیث یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ایک شخص نیک کام کرتا ہے تو میں اس کا اجر دس گنا دیتا ہوں یا اس سے بھی زیادہ۔

نیک کام سے مراد خدا کی تمام مخلوق سے رحمدلی کرنا ہے چاہے وہ جانور ہوں یا پرندے آنحضور ﷺ نے ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ ایک بدکار شخص کے گناہ صرف اس لئے معاف کر دیئے گئے کیونکہ اسنے کنویں میں سے پانی نکال کر کتے کو پلایا تھا ایک موقعہ پر آنحضور ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص نے پرندے کے گھونسلے سے اسکا بچّہ نکال لیا پرندے کی ماں کا بُرا حال دیکھ کر آنحضور ﷺ نے اسکو حکم دیا کہ بچہ کو واپس گھونسلہ میں رکھ دو ایک بار کسی شخص نے نبی کریم ﷺ سے استفسار کیا پیارے حضور کیا ہم جانوروں سے بھی نیک سلوک کرنے پر اجر کے حق دار ٹھہریں گے؟ سرور کائینات ﷺ نے جواباً فرمایا ہر جاندار چیز سے نیک سلوک

کا اجر دیا جائیگا

ایک فعل اس وقت نیک قرار پائیگا جب وہ کسی ذاتی مفاد کے بغیر انجام دیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب اسلامی اصول کی فلا سفی میں نیکی کے درج ذیل تین درجات کا ذکر فرمایا ہے :۔

اول یہ درجہ کہ نیکی کے مقابل پر نیکی کی جائے۔ یہ تو کم درجہ ہے اور ادنیٰ درجہ کا بھلا مانس آدمی بھی یہ خلق کر سکتا ہے کہ اپنے نیکی کرنے والوں کے ساتھ نیکی کرتا رہے۔

دوسرا درجہ اس سے مشکل ہے اور وہ یہ کہ ابتداء آپ ہی نیکی کرنا اور بغیر کسی کے حق کے احسان کے طور پر اس کو فائدہ پہچانا اور یہ خلق اوسط درجہ کا ہے اکثر لوگ غریبوں پر احسان کرتے ہیں اور احسان میں یہ ایک مخفی عیب ہے کہ احسان کرنے والا خیال کرتا ہے کہ میں نے احسان کیا ہے اور کم سے کم وہ اپنے احسان کے عوض میں شکر یہ یا دعا چاہتا ہے اور اگر کوئی ممنون منت اس کا اس کے مخالف ہو جائے تو اسکا نام احسان فراموش رکھتا ہے بعض وقت اپنے احسان کی وجہ سے اس پر فوق الطاقت بوجھ ڈال دیتا ہے اور اپنا احسان اس کو یاد دلاتا ہے جیسا کہ احسان کرنیوالوں کو خدا تعالیٰ نے متنبہ کرنے کے لئے فرمایا ہے۔۔۔ **لَا تُبْطِلُوا صَدَقٰتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ** (البقرۃ ۲۶۵) یعنی اے احسان کرنے والو اپنے صدقات کو جن کی صدق پر بناء چاہئے احسان یاد دلانے اور دکھ دینے کے ساتھ مت برباد کرو۔ یعنی صدقہ کا لفظ صدق سے مشتق ہے پس اگر دل میں صدق اور اخلاص نہ رہے تو وہ صدقہ صدقہ نہیں رہتا ہے بلکہ ایک ریاکاری کی حرکت ہو جاتی ہے غرض احسان کرنے والوں میں یہ خامی ہوتی کہ کبھی غصہ میں آکر اپنا احسان یاد دلاتا ہے اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے احسان کرنے والوں کو ڈرایا

تیسرا درجہ ایصال خیر کا خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ بلکل احسان کا خیال نہ ہو اور نہ شکر گزاری پر نظر ہو بلکہ ایک ایسے ہمدردی کے جوش سے نیکی صادر ہو جیسا کہ ایک نہایت قریبی مثلاً والدہ محض ہمدردی کے جوش سے اپنے بیٹے سے نیکی کرتی ہے یہ وہ آخری درجہ ایصال خیر کا ہے جس سے آگے ترقی کرنا ممکن نہیں ہے۔(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۶۲ اور ۶۳)

یاد رہے کہ جملہ مذاہب کے تمام بانی نیک کام کر نیکی اعلیٰ ترین مثال تھے آنحضور ﷺ غرباء اور محتاجوں کا اس قدر خیال کر رکھتے تھے کہ آپ ہر وقت صدقہ و خیرات میں مصروف رہتے تھے۔اگرچہ آپؐ دینی اور دنیوی لحاظ سے سب سے بڑے اور مکرم اور افضل انسان تھے مگر آپؐ کا طرز زندگی بہت ہی سادہ تھا آپؐ کو مومنوں سے جو کچھ ملتا آپؐ اسے دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے بائیبل میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نیک کام کیا کرتے تھے(ACT: 10.38)

آیئے اب ہم روز مرہ زندگی میں سے چند عام انسانوں کی مثالیں لیتے ہیں جارج پی باڈی Peabody گزشتہ صدی کا عظیم بینکر اور سرمایہ دار ہو گزرا ہے اس نے اپنی تمام دولت نیک کاموں کے لئے صرف کر دی اس کے بارہ میں مقولہ مشہور ہے اس کے سامنے نیکی کا جو موقعہ آیا اس نے اسے ہاتھ سے نہ جانے دیا پھر لارڈ شافٹ بری Shaftbury کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ گزشتہ صدی میں ہونے والے سوشل ریفارم پر اسکا بہت اثر تھا وہ بہت بڑا انسان دوست شخص تھا پھر اینڈریو کارنیگی Carnagie ایک سکاٹش پارچہ باف کا عاجز بیٹا تھا جس نے امریکہ میں اسٹیل انڈسٹری میں بہت نام پیدا کیا اس نے انسانیت کی خدمت کے لئے اپنی تمام دولت صرف کر دی اسنے امریکہ برطانیہ یوروپ افریقہ اور فجی میں تین ہزار لائبریریاں قائم کرنے میں اپنی دولت بے دریغ خرچ کر دی اسکا کہنا تھا کہ جو شخص امیر حالت میں مرتا ہے وہ بے

عزتی کی موت مرتا ہے

دوسروں کو خوش دیکھ کر۔ دوسروں کی استعانت کر کے دراصل ہمیں خود مسرت اور راحت حاصل ہوتی ہے یہ ہمارا اخلاقی فرض ہے کہ ہم دوسروں کو سچی خوشی دینے کے ذرائع فراہم کریں انگریزی کا محاورہ ہے کہ Like attracts like ہم جو کچھ دوسروں پر خرچ کرتے ہیں وہ اس سے زیادہ لوٹ کر واپس ہمارے پاس پہنچتا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ جب ہم دوسروں کی مدد کرتے ہیں تو ہم اپنی مدد خود کر رہے ہوتے ہیں کیونکہ نیکی کسی نہ کسی رنگ میں واپس آجاتی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے .Give and thou shall receive ہمیں نیکی اس نیت سے نہیں کرنی چاہئے کہ اس کے عوض ہمیں بہتر معاوضہ ملیگا کیونکہ یہ عمل تو ایسا ہی ہے جیسے قوت ثقل کا آفاقی قانون اس کائینات میں کار فرما ہے

روحانی مقناطیسیت پیدا کرنے کا ایک راز یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ نیک کاموں کی تشہیر بلاوجہ نہ کی جائے ہاں اس سے اگر کسی کو فائدہ پہنچتا ہو تو اس کا بتلانا بری بات نہیں ہے پوشیدگی میں بھی زبردست قوت مضمر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم اپنی تمام توجہ اپنے ہی نیک کاموں پر مرکوز کر دیں حضرت میرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کی اہلیہ صاحبہ نے بیان کیا کہ آپ صدقہ و خیرات یوں دیتے کہ کسی کو اس کا علم نہ ہو تا تھا مستجیب الدعوات خدا ہمیں نیک کاموں میں مکمل عاجزی سے سبقت لیجانے کی توفیق عطا کرے۔ آمین یا ارحم الرحمن

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿خوش مزاجی﴾

میں نے آنحضورﷺ سے زیادہ کسی اور شخص کو مسکراتے
نہیں دیکھا۔ (روایت حضرت عبداللہ بن حارث)

ہر وقت بڑبڑانے والا اور شکایتی شخص کسی کے دل کو نہیں بھاتا ہے۔ ایسے شخص سے ہر کوئی کنی کتراتا ہے کیونکہ اس کی موجودگی سے یاس و قنوطیت کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اکثر لوگ خوش رہنا پسند کرتے ہیں مگر اس کیساتھ یہ بات بھی ایک حقیقت ہے کہ لوگوں کی اکثریت خوش رہنے کے راز سے ناواقف اور محروم ہے اور اگر بادل نخواستہ وہ یہ راز جان بھی لیں تو بھی وہ روزانہ زندگی میں خوشی کی نعمت سے محروم رہتے ہیں کیونکہ وہ خوش رہنے کے بنیادی اصولوں سے نابلد ہیں بلاشبہ خوشی اور فرحت کے بھی درجات ہیں مگر خوش رہنے کی کیفیت عارضی نہیں ہوتی ہے بلکہ یہ اس حالت کا نام ہے جو انسان کے ذہن میں ہر وقت چھائی رہتی ہے اور انسان مصائب اور گوناگوں آلام کے سامنے بھی مسکراتا رہتا ہے

دنیا کے کام کاج خوشگوار طریق سے بہت ہی کم انجام پاتے ہیں ہر صورت اور ہر سائز کی مصیبت۔ چاہے وہ بڑی ہو یا چھوٹی در حقیقت اس میں رحمت اور فائدہ پنہاں ہوتا ہے مصائب و آلام کے اندر بلاشبہ بڑے بڑے فوائد اور کامیابیوں کے بیج پنہاں ہوتے ہیں یہ چیز کسی غیر تجربہ کار شخص کو شاید پاگل کی بڑ محسوس ہو مگر ہے یہ ایک حقیقت قائمہ۔ ایک اور بات یہ ہے کہ مصائب سے ہمارا کردار سنورتا ہے قرآن مجید میں اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

وَلَنَبلُوَنَّكُم بِشَيءٍ مِنَ الخَوفِ وَالجُوعِ وَنَقصٍ مِنَ الأَموَالِ وَالأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتهُم مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيهِ رَاجِعُونَ (البقرۃ سورۃ ۲ آیت نمبر ۔ ۱۵۶ ۔ ۱۵۷)

ترجمہ اور دیکھو ہم تمہارا امتحان لیں گے کسی قدر خوف سے اور فاقہ سے اور مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے اور آپ صبر کرنے والوں کو بشارت دیں کہ ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو (مال ولولاد سمیت) اللہ ہی کی ملکیت ہیں۔ اور ہم اللہ ہی کے پاس جانے والے ہیں ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مصائب ہی میں انسان کے جوہر کھلتے ہیں

آیئے اب ذرا ہم سرور کائنات آنحضور ﷺ کی حیات طیبہ پر ایک نظر ڈالیں آپؐ نے اپنی زندگی میں ہر قسم کی مصیبت کو جھیلا مگر آپؐ کے چہرہ مبارک پر ہمیشہ مسکراہٹ ہی آویزاں رہی اس موضوع پر مندرجہ ذیل اقتباس حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد کی مشہور کتاب دیباچہ تفسیر القرآن سے لیا گیا ہے :

رسول کریم ﷺ کی زندگی دنیوی طور پر بھی نہایت ہی تلخ طور پر گزری ہے۔ پیدائش سے پہلے ہی اپنے والد کی وفات پھر والدہ اور دادا کی یکے بعد دیگرے وفات۔ پھر جب شادی ہوئی تو آپؐ کے بچے متواتر فوت ہوتے چلے گئے اسکے بعد پے درپے آپؐ کی کئی بیویاں فوت ہوئیں جن میں حضرت خدیجہؓ جیسی باوفا اور خدمت گزار بیوی بھی تھیں مگر آپؐ نے ان سب مصائب کو خوشی سے برداشت کیا اور ان غموں نے نہ آپؐ کی کمر توڑی نہ آپؐ کی خوش مزاجی پر کوئی اثر ڈالا۔ دل کے زخم کبھی آنکھوں سے نہیں پھوٹے چہرہ ہر ایک لئے بشاش رہا اور شاذونادر ہی کسی موقع پر آپنے اس درد کا اظہار کیا۔ ایک دفعہ ایک عورت جسکا لڑکا فوت ہو گیا تھا اپنے لڑکے کی قبر پر ماتم کر رہی تھی۔ رسول کریم ﷺ وہاں سے گزرے تو آپؐ نے فرمایا۔ اے عورت صبر کر خدا کی مشیت ہر ایک پر غالب ہے وہ عورت رسول کریم ﷺ کو پہچانتی نہ تھی اسنے آگے سے جواب دیا جس طرح میرا بچہ مرا ہے تمہارا بچہ بھی مرتا تو تمہیں معلوم ہوتا کہ صبر کیا ہے رسول کریم ﷺ وہاں سے صرف یہ کہہ کر آگے چل پڑے ایک نہیں میرے سات بچے فوت ہو چکے ہیں پس اس قسم کے موقع پر اتنا اظہار تھا جو رسول کریم ﷺ اپنے گزشتہ مصائب پر کبھی کر دیتے تھے ورنہ بنی نوع انسان کی خدمت میں کوئی کوتاہی ہوئی نہ آپؐ کی بشاشت میں کوئی فرق آیا (صفحہ ۲۴۷)

یہ آپؐ کی مقناطیسی شخصیت کا امتیازی وصف تھا حضرت علی کرم اللہ نے کیا خوب آپؐ کے کردار کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے : آپ حضورؐ ہر کس وناکس سے بشاشت۔ شادمانی۔ اور

ملنساری سے پیش آتے تھے ایک اور معزز صحابی جناب جریر ابن عبد اللہؓ کا بیان ہے کہ جب کبھی آپؐ مجھے نظر آتے آپؐ مسکرا دیتے تھے۔

یہ بات اس مضمون میں پہلے بھی بیان کی جا چکی ہے کہ زندگی اونچ نیچ۔ یعنی زیر و بم کا نام ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے اگر زندگی تمہارے لئے مصیبت ہے تو شکایت مت کرو تمہارا چہرہ تمہارے دل کو چھپالے تمہاری ہمت اونچی اور تمہاری روح خوش ہو اور ہر مصیبت کا کھلے بازوؤں سے استقبال کرو۔ ہمیشہ خوش رہو زندہ دلی کی عادت ڈالو مسکراتے رہو حضرت میرزا ناصر احمد صاحب کے مندرجہ ذیل خطاب کو جوانہوں نے نوجوانوں سے کیا اس پر عمل پیرا ہو آپ حضور نے فرمایا : مسکرانے کی عادت ڈال کر دوسروں کے لئے ضرب المثل ہو یہ ایسی چیز ہے جو متعدی بیماری کی مانند دوسروں کو بھی اپنے اثر میں لے لیتی ہے یہ ہر خادم احمدیت کا فرض ہونا چاہئے کہ وہ مسکرائے اور ہنسے خادم بننے کیلئے ضروری ہے کہ اسکا چہرہ مسکراہٹ کے زیور سے آراستہ ہو یہ جملہ فرائض میں سے پہلا فرض ہے میری لڑکی کا بڑا بیٹا بہت خوب صورت تھا مگر پیدائش کے معاً بعد وہ رحلت کر گیا جب میں نے اپنی لڑکی کے سامنے اظہار افسوس کرنا چاہا تو میں نے اس کو مسکراتے پایا اس چیز نے مجھے بہت خوش کیا تو میں نے اس کو اسی وقت اسی جگہہ یہ کہا کہ خدا ضرور تجھے ایسا فرزند عطا کرے گا جس کی زندگی بہت لمبی ہو گی چنانچہ اللہ تعالیٰ انے اسے دوسرے بیٹے سے نوازا۔ میرے حالیہ افریقہ کے دورہ کے دوران میں نے ایک جلسہ میں پانچ سے چھ ہزار احمدیوں سے مصافحہ کیا مجھے بتلایا گیا کہ متعدد احمدی حیران تھے کہ میں نے ہر ایک کا کیسے مسکراتے ہوئے استقبال کیا اس چیز پر نہ تو میرا پیسہ لگا نہ ہی وقت اور مسکراتے چہرہ نے کمال کر دکھایا الغرض میں تمہیں یہ نصیحت کر رہا ہوں کہ خوش خلق عادات انسان پر دیرپا اثر چھوڑتی ہیں ۔ (خطاب حضرت میرزا ناصر احمد صاحبؒ)

بائیبل میں مذکور ہے کہ زندہ دلی دوا کی طرح انسان پر اثر کرتی ہے(Proverb 17:22)گہری مسکراہٹ سے انسان خود کو بہتر اور اچھا محسوس کرتا ہے مسکراہٹ دینے والا اور لینے والا دونوں مالا مال ہوتے ہیں اس سے تھکا ماندہ انسان تازگی و فرحت محسوس کرتا ہے اور بد دل انسان زندہ دل ہو جاتا ہے اس میں خرچ کچھ بھی نہیں مگر اس سے حاصل بہت زیادہ ہوتا ہے مسکراہٹ انسان میں مقناطیس کی مانند کشش پیدا کرتی ہے

سائیکالوجی میگزین۔ اپریل ۱۹۷۱ء کے ایک مضمون کے درج ذیل اقتباس پر غور کریں ---

جلدی اور بار بار مسکراؤ جب ایک شخص مسکراتا تو چہرہ میں ایک دم زندگی آجاتی ہے عورتیں مسکرا کر زیادہ خوب صورت بن جاتی ہیں اور مرد بھی دلکش نظر آنے لگتے ہیں مسکراہٹ کا اثر چہرہ پر ویسا ہی ہے جیسا روشنی کا اثر کھلے سبزہ زار کھیت کے میدانوں پر ہوتا ہے مسکرانے کی تربیت خود کرو دوسرے لوگوں کا مسکرانے کے لئے انتظار نہ کرو جب لوگوں سے ملو تو مسکرا کر ملو جب رخصت ہو تو مسکراتے ہوئے رخصت ہو جب لوگوں کی معیت میں ہو تو مسکراتے رہو لوگوں کا استقبال بھی مسکراتے ہوئے کرو

برطانیہ کے مشہور ادیب چارلس ڈکنز Dickens کی شخصیت کو ایک مؤرخ نے کیا خوب طریق سے قلم بند کیا ہے۔ اسکی مسکراہٹ اس قدر چمکدار تھی گویا اس کے ارد گرد روشنی اور خوشی کی لہر دوڑتی تھی (Life of Dickens by J Foster, vol 2)

قارئین کرام اس مضمون سے مسکراتے ہوئے چہرہ کی اہمیت کا اندازہ آپ کو ہو گیا ہو گا مختصر یہ کہ مسکراہٹ یاس و ناامیدی کے بادلوں کو ہٹا کر دھوپ اور روشنی کو نچھاور کرتی ہے آیئے ہم یہ عہد کریں کہ ہمارا ہر دن ہر طرف مسکراہٹ پھیلائے گا۔ خوب جان لو کہ زندگی زندہ دلی کا نام ہے۔ مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

﴿دائمی زندگی﴾

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے۔ اِنَّمَا ہٰذِہِ الحَیٰوۃُ الدُّنیَا مَتَاعٌ وَاِنَّ الاٰخِرَۃَ ھِیَ دَارُالقَرَار (سورۃ ۴۰ آیت ۴۰) ترجمہ: یہ دنیوی زندگی تو محض چند روزہ ہے اور اصل مستقل مقام تو آخرت ہے

انسان اور دوسری اشیاء میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ انسان میں یہ استعداد ودیعت کی گئی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے اور اپنے دوست احباب سے اپنے تعلق کو بہتر سے بہتر بنا سکتا ہے یہی اس عالم میں ہمارے رہنے کا مقصد ہے۔ جس کیلئے خداوند کریم نے وقتاً فوقتاً مختلف ادوار میں انسانوں کی رشد وہدایت کیلئے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ سیدھا راستہ دکھلایا اور تمام نوع انسانی کے لئے سب سے آخری اور ہر رنگ میں مکمل ہدایت نامہ ہمارے محبوب پیغمبر آنحضرت ﷺ لیکر مبعوث ہوئے

مذہب اسلام میں آخرت کی زندگی پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ جو کہ فی الحقیقت اس زندگی کا ہی ایک حصہ ہے آخرت کی کائینات ایسی فری کوئین سیز پر ارتعاش کرتی ہے کہ انسان کے حواس اس کا اندازہ کرنے سے قاصر ہیں۔ جنت الفردوس کی نعماء اس نوعیت کی ہیں کہ جن کو نہ آنکھ نے دیکھا نہ ہی انسانی کانوں نے سنا اور نہ ہی انسانی دماغ ان کو تصور میں لا سکتا ہے تاہم جنت کی نعماء کا تجربہ اور انکا لطف قبر میں جانے سے پہلے اس زندگی میں کیا جا سکتا ہے اس تجربہ کو جنت ارضی کہا جاسکتا ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی پیاری کتاب میں فرماتے ہیں نَحنُ اَولِیآءُکُم فِی الحَیٰوۃِ الدُّنیَا وَفِیْ الاٰخِرَۃِ (حم السجدۃ سورۃ ۴۱ آیت ۳۲) ہم تمہارے رفیق دنیوی زندگی میں تھے اور آخرت میں بھی ہوں گے لَھُم، البُشریٰ فِی الحَیٰوۃِ الدُّنیَا وَفِی الاٰخِرَۃ (یونس سورۃ نمبر ۱۰ آیت ۶۵) ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے

حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی موعود۔ بانی جماعت احمدیہ نے

مذکورہ آخری آیت کی تفسیر یوں فرمائی ہے کہ جنت دو قسم کی ہیں ایک اس دنیا میں اور دوسری آنے والی دنیا میں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ہم کبھی مرتے نہیں بلکہ پیدائش کے بعد فنا ہونے والی زندگی میں رہ کر نہ فنا ہونے والی زندگی میں چلے جاتے ہیں۔ ہمارا اصل نفس تو ہماری روح ہے نہ کہ ھمارا طبعی جسم جس میں یہ کچھ عرصہ کے لئے قائم رہتی ہے ہماری ہستی کی اصل حقیقت یہ ہے کہ ہم روح ہیں جو جسم میں مقیم ہے نہ کہ جسم جس میں روح ہے

تمام ادیان الٰہی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انسان اپنی نمود وافزائش خدا سے محبت۔ دعا دوسروں کی خدمت لور نفسانی تزکیہ سے کرتا ہے اس بیان کردہ عمل کا نچوڑ ہی دراصل Elixir of Life (آب حیات) ہے جس کے ذریعہ ھم جنت کی نعماء کا مزہ اس دنیا میں ہی چکھ سکتے ہیں اس مقصد کیلئے مندرجہ ذیل قرآنی حکم کو اپنے مد نظر رکھیں فَا استَبِقُوا الخَیرَات (سورۃ ۲۔ آیت نمبر ۱۴۹) قَد اَفلَحَ مَن تَزَکیٰ (سورۃ ۸۷۔ آیت ۱۵) یہ دنیا ہمیں نیکی لور بدی لور خدا کی رضا حاصل کرنیکا موقعہ فراہم کرتی ہے کیونکہ آنے والی زندگی میں نیکی لور بدی کرنیکی قوت ھم سے جاتی رہیگی روحانی ترقی کا انحصار اخروی زندگی میں صرف اور صرف خدا کی خوشنودی پر منحصر ہوگا یہ ھمارے کسی عمل یا کوشش سے ممکن نہ ہوگا ہاں دعا کے ذریعہ ہم ہدایت کا نور تلاش کر سکیں گے اس ورلی زندگی میں مومن کے لبوں پر یہ دعا ہوگی رَبنَا اَتمِم لَنَا نُورَنَا۔ اے ہمارے رب اس نور کو اخیر تک ہمارے ساتھ رکھیۓ (یعنی راستہ میں گل نہ ہو جائے) سورۃ ٦٦ آیت ٦

زندگی میں اس سے زیادہ بڑا اور معنی خیز مقصد نہیں ہو سکتا ما سوا اس کے کہ انسان اپنی روحانی زندگی کو بہتر سے بہتر بنائے لور خدا سے اپنے تعلق کو مضبوط بنائے قرآن مجید کی درج ذیل نصیحت کتنی سبق آموز ہے وَجَاهِدُوا بِاَموَالِکُم وَ اَنفُسِکُم فِی سَبِیلِ اللّٰه (سورۃ التوبۃ ۹ آیت نمبر ۴۱) اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے ۔ ورلی زندگی میں ھم

خدا سے یہ درخواست کریں گے کہ وہ ہمارے نور کو ہمارے لئے مکمل کر دے یعنی ہم رب العالمین کے نزدیک سے نزدیک تر ہو جائیں اگر ورلی زندگی میں ہم یہ چاہیں گے تو پھر اس موجودہ زندگی میں یہ خواہش کیوں نہ کریں اس خواہش کا حصول نہ صرف دعا سے ممکن ہے بلکہ اس راستہ میں آنے والے ہر موقعہ سے فائدہ اٹھائیں تا ہم اس نیک مقصد کو ہر ممکن ذریعہ سے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عشق الٰہی

دنیا کی سب سے مستند کتاب قرآن کریم میں ایک کیا خوب دعا بیان ہوئی ہے ایاك نَعبُدُ وَاِیَاكَ نَستَعِینَ اللہ سبحانہ، وتعالیٰ کا ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم اس ربِّ کریم کی ذات کے ماسوا دنیا کی کسی اور چیز سے زیادہ محبت نہ کریں اگرچہ یہ بات ناممکن نظر آتی ہے مگر جلد ہی ہمیں یہ احساس ہو جاتا ہے کہ عشق الٰہی ایک ایسی زندگی کو جنم دیتا ہے جس سے زندگی خوشیوں اور ابدی نعمتوں سے اس قدر بھرپور ہو جاتی ہے کہ جنت ارضی کا سماں پیدا ہو جاتا ہے

تمام ادیان میں انسانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ اپنے خالق ومالک سے محبت کا تعلق پیدا کریں اور اسکی خدمت اور یاد میں اپنا وقت گزاریں یہ تعلیم کوئی نئی تعلیم نہیں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدا سے محبت اور عشق کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنے فرزند ارجمند اسماعیلؑ کو قربان کرنے کے لئے محض اس لئے تیار ہو گئے کہ یہ حکم خداوندی تھا حضرت موسیٰؑ پر جو دس احکامات نازل ہوئے ان میں سے دوسرا یہ ہے کہ تم اپنے خالق سے پوری دلجمعی سے پیار کرو گے اپنی روح اور اپنی پوری جان کے ساتھ Deut. 6:5 حضرت داؤدؑ نے خدا کو مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ اے میرے محسن خدا میں تیرا ہر فرمان پورا کر کے یک گونہ خوشی محسوس کرتا ہوں Psalms 40:8 پھر نئے عہد نامہ میں مذکور ہے کہ اپنا دل خدا کی محبت کے لئے پوری طرح وقف کر دو Thess 3:5 اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی آخری اور مکمل کتاب میں ارشاد ہوا ہے میں نے انسان اور جن کو بے سود پیدا نہیں کیا ہے بلکہ اسکا مقصد میری عبادت کرنا ہے (سورۃ نمبر ۵۱ آیت ۵۷)۔ اس آیت کریمہ کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ خدا کی عبادت صرف نمازوں کے مقررہ اوقات میں کی جائے عبادت کے مفہوم میں انسان کا ہر خیال لفظ اور ہر عمل

مراد ہے جو خدا کی رضا حاصل کرنے کیلئے کیا جائے عبادت کی عادت اپنے اندر پیدا کرنا خدا کے عاشق کا طرز زندگی اختیار کرنے کے مترادف ہے ایسا عاشق پوری سعی کرتا ہے کہ اسکی حیات مستعار کا ہر لحہ خدا کی اطاعت میں گزرے یہی چیز ہماری زندگی کا منتہائے مقصود ہو اور اسکی یہی آرزو ہر وقت رہے جب ایسا ہو جائیگا تو پھر خدا کے نور سے ہم منور ہو جائیں گے ہمیں ہر وقت اس بات کی آرزو اور جستجو رہے کہ خدا ہمیں اس بات کی استطاعت دے کہ ہم اس کے عاشق صادق بن جائیں اور احکامات خداوندی پر عمل پیرا ہو سکیں کہا جاتا ہے کہ خدا کی معیت میں گزرا ہوا ایک لحہ دنیا کی تمام مسرتوں سے زیادہ دائمی خوشی مہیا کرتا ہے

ہم خداوند کریم سے جس قدر پیار کرتے ہیں اتنا ہی زیادہ ہم خدا کا قرب محسوس کرتے ہیں اور جتنا زیادہ ہم خدا کا قرب محسوس کرتے ہیں اتنا ہی زیادہ ہم خدا کے قریب ہوتے جاتے ہیں اور جتنا زیادہ ہم خدا کے قریب ہوتے ہیں اتنا ہی زیادہ ہم میں خدا کی صفات کا ظہور ہونے لگتا ہے اور پھر ہم خدا کی صفات کا جتنا زیادہ مظہر بنتے ہیں اتنا ہی زیادہ لوگ ہماری طرف کھنچے چلے آتے ہیں جس طرح ایک کھلاڑی کیلئے جسمانی ورزش اور فٹ نیس ضروری ہوتی ہے بعینہ ایک روحانی مسافر کے لئے عشق الہیٰ کا ہونا بنیادی اہمیت رکھتا ہے دیکھو محبت کے بغیر دو انسانوں کے درمیان رشتہ مضبوطی سے قائم نہیں رہ سکتا ہے تو پھر محبت کے بغیر خدا سے رشتہ کس طرح قائم رہ سکتا ہے ایسا خدا جس سے بہتر محبت کرنے والا اور وفادار دوست کوئی نہیں ہو سکتا ہے قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے اللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوا یُخْرِجُھُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّور (سورۃ نمبر ۲ آیت نمبر ۲۵۸) اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے اللہ ان کو (کفر کی) کی تاریکی سے نکال کر (اسلام کے) نور کی طرف لے آتا ہے۔ اس آیۂ ممدوحہ میں ایمان والوں سے مراد ایسے افراد ہیں جو دل کی گہرائیوں سے خود کو خدا کی رضا کی خاطر وقف کر دیتے ہیں قرآن پاک میں ایسے افراد کو

درج ذیل تعریفی الفاظ میں بیان کیا گیا ہے اِنَمَا المُومِنُونَ الذِینَ اِ ذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوبُھُم وَ اذَا تُلِیَتْ عَلَیھِم آ یَتُہٗ زَادَتھُم اِ یمَانًا وَعَلیٰ رَبِھِم یَتوَکَلُون ۔۔ (الانفال ۸ آیت ۳)

ترجمہ ۔ایمان والے لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کے آگے خدا کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے خدا کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ آیات ان کے ایمان کو مضبوط کرتی ہیں اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں

انسانی رشتوں میں کمزوریاں ضرور ہوتی ہیں اور خاص طور پر محبت والا رشتہ تو کبھی بھی ہموار نہیں ہوتا ہے مایوسی۔ حسد۔ ناچاقی اس رشتہ میں بعض دفعہ ایسے نمودار ہوتے ہیں کہ یہ امور رشتہ کو ختم کر دیتے ہیں لیکن خدا کے ساتھ تعلق اور محبت والے رشتہ میں ایسا کوئی امر داخل نہیں ہوتا ہے خدا کی ذات والا صفات میں ہمیں سب سے گہرا اور مخلص دوست نصیب ہوا ہے خدا کی ذات کے علاہ ہمارے اندرونی جذبات اور احساسات سے زیادہ کوئی واقف نہیں ہے اور ہم اپنے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں پوشیدہ راز خدا کے آگے مکمل اعتماد کے ساتھ بیان کر سکتے ہیں ھم خدا کے ساتھ کھلے طریق سے آزادانہ طور پر گفتگو کر سکتے ہیں خدا کی ذات میں ہمیں کیا خوب دوست ملا ہے ھم جو بھی دعا یا التجا اس کے آگے کرتے ہیں ان کو سنتے سنتے وہ تھکتا نہیں چاہے یہ التجا کتنی ہی لمبی ہو اور خواہ یہ رات یا دن کسی وقت کی جائے دنیا میں کیا ہم ایسا وجود پا سکتے ہیں جو ہمیں مکمل توجہ اور پوری ہمدردی دن رات مہیا کرے

دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض دفعہ والدین بھی اپنے باتونی بچوں سے تنگ آجاتے ہیں اور پھر دوست احباب بھی بعض دفعہ غیر دلچسپ باتیں یا فضول بحث لگاتار کر کے انسان کو بددل کر دیتے ہیں اس چیز کا خدا پر اطلاق نہیں ہوتا وہ ھماری دعاؤں اور التجاؤں کو سن کر تھکاوٹ محسوس نہیں کرتا ہے خدا کی ذات میں ہمیں کیا خوب وفادار دوست نصیب ہوا ہے انسانی رشتوں میں اکثر حسد پیدا ہو جاتا ہے مگر خدا کے ساتھ ایسے رشتہ میں سوائے امن اور سکون

کے کوئی اور احساس جنم نہیں لیتا خدا کی ذات میں بلاشبہ ہمیں کیا خوب رفیق عطا ہوا ہے ہمارے دوست احباب ہمیں بعض دفعہ مایوس کر دیتے ہیں مگر خدا کی ذات پر ہم مکمل بھروسہ کر سکتے ہیں کیونکہ خدا کی ذات میں ہمیں زبردست اور بہترین دوست ملا ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عمر بڑھانیکا نسخہ

سب آدمی اپنے اپنے کام اور غرض سے جس کیلئے وہ آئے ہیں واقف نہیں ہوتے بعض کا اتنا ہی کام ہوتا ہے کہ چوپایوں کی طرح کھا پی لینا وہ سمجھتے ہیں کہ اتنا گوشت کھانا ہے اسقدر کپڑا پہننا ہے وغیرہ اور کسی بات کی انکو پرواہ اور فکر نہیں ہوتی ایسے آدمی جب پکڑے جاتے ہیں تو پھر یک دفعہ ہی انکا خاتمہ ہو جاتا ہے لیکن جو لوگ خدمت دین میں مصروف ہوں انکے ساتھ نرمی کی جاتی ہے اس وقت تک کہ جب تک وہ اس کام اور خدمت کو پورا نہ کر لیں انسان اگر چاہتا ہے کہ اپنی عمر بڑھائے اور لمبی عمر پائے تو اسکو جہاں تک ہو سکے خالص دین کے واسطے اپنی عمر وقف کرے یہ یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ سے دھوکہ نہیں چلتا جو اللہ تعالیٰ کو دغا دیتا ہے وہ یاد رکھے کہ اپنے نفس کو دھوکا دیتا ہے وہ اسکی پاداش میں ہلاک ہو جاوے گا

پس عمر بڑھانیکا اس سے بہتر کوئی نسخہ نہیں ہے کہ انسان خلوص اور وفاداری کے ساتھ اعلاء کلمہ (دین حق) میں مصروف ہو جاوے اور خدمت دین میں لگ جاوے اور آجکل یہ نسخہ بہت ہی کارگر ہے کیونکہ دین کو آج ایسے مخلص خادموں کی ضرورت ہے اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر عمر کا کوئی ذمہ دار نہیں ہے یونہی چلی جاتی ہے

(فرمودات بانی جماعت احمدیہ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۶۳)

﴿مال و دولت﴾

دولت دنیوی چیزوں کا نام نہیں بلکہ یہ نفس مطمئنہ سے عبارت ہے

حدیث قدسی

انسان کو مال و دولت کے حصول کے علاوہ کسی اور چیز کی اس دنیا میں اتنی حرص نہیں ہوتی بلکہ اکثر لوگوں کیلئے زیادہ سے زیادہ مال کا حصول اس دنیا میں ایک بہت بڑا مسئلہ ہے متمول لوگ مزید سے مزید دولت کے ہر وقت خواہش مند رہتے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس دولت کی فراوانی پہلے ہی ہوتی ہے ایسے لوگ مذہب کی فکر ذرا نہیں کرتے۔ نہ ہی ان کو خدا کا خیال آتا ہے۔ آئے دن ان کو صرف ایک چیز کی فکر کھائے جاتی ہے کہ وہ اس مادی زندگی کو مزید سے مزید کس طرح بہتر بنائیں انسان کا اپنی مادی زندگی کو بہتر بنانا کوئی برا فعل نہیں بری چیز یہ ہے کہ انسان اپنی توجہ اس طرف مرکوز کر کے اپنے روحانی فرائض کو فراموش کر دے یا ان کو نظر انداز کر دے اللہ سبحانہ و تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں : اِنَّ الذّینَ لاَ یَرجُونَ لِقَآءَ نَا وَرَضُوا بِالحَیٰوۃِ الدُّنیَا (یونس سورۃ نمبر ۱۰ آیت ۷) ترجمہ۔ یقیناً جن لوگوں کو ہمارے پاس آنیکی فکر نہیں ہے اور ان کو اس دنیا کی زندگی بہت پیاری ہے یہ بات کس قدر سچی ہے مگر کس قدر افسوس ناک بھی ہے کہ روحانی اوصاف اور اخلاقی اقدار کے حصول کیلئے کوئی توجہ نہیں دی جاتی جو نیک کردار بنانے بنیادی اجزاء ہونے ساتھ دولت کا صحیح امتیاز بھی ہیں کسی نے کیا خوب کہا ہے انسان کا کردار ہی اصل خوشحالی ہے یہی سب سے اچھا مال و متاع ہے

دنیا میں کئی لوگ ایسے ہیں جن کے پاس دنیوی مال و دولت تو نہیں ہے لیکن ان کے سروں پر ایسے تاج ہیں جو ہیرے جواہرات سے سے لدے پڑے ہیں اور یہی چیز ان کو کسی بادشاہ

سے بھی زیادہ امیر بناتی ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔ (الحجرات سورۃ نمبر ۴۹ : آیت ۱۴)۔ ترجمہ اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے معزز انسان وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے کردار میں فضیلت سونے اور چاندی کے برعکس ایسی دولت ہے جو ہم بوقت مرگ اس عالم میں پیچھے نہیں چھوڑ جاتے ہیں بلکہ یہ ہماری روح پر اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اثر انداز ہوتی ہے میرے نزدیک وہ شخص بہت ہی مفلس ہے جس کے پاس بڑے سے بڑے بینک بیلنس اور مادی اشیاء کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

قرآن پاک کے مندرجہ ذیل ارشاد پر ذرا غور فرمائیں : اور تمہارے اموال اور اولاد ایسی چیز نہیں جو درجے میں تم کو ہمارا مقرب بنا دے مگر ہاں جو ایمان لا وے اور اچھے نیک کام کرے یہ دو نوں چیزیں با عث قرب ہیں ایسے لوگوں کے لئے ان کے نیک اعمال کا دو گنا صلہ ہے اوروہ بہشت کے بالا خانوں میں چین سے بیٹھے ہو ں گے (سورۃ سبا نمبر ۳۴۔ آیت نمبر ۳۸) پھر ایک اور جگہ ارشاد خداوندی یہ ہے وَاِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ہ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ، (العادیت سورۃ نمبر ۱۰۰ آئت نمبر ۸ اور ۹) ترجمہ اور وہ یقیناً اس پر (اپنے قول و فعل سے) گواہی دے رہا ہے۔ اور وہ (باوجود اس کے) یقیناً مال کی محبت میں بڑھا ہوا ہے

بائبل میں لکھا ہے کہ اونٹ کا سوئی کے نا کے میں سے گزرنا آسان ہے چہ جائیکہ امیر انسان جنت میں داخل ہو ایک مصنف اینڈریو کارنیگی نے کہا ہے دولت جمع کرنا بت پرستی کے مترادف ہے اس سے زیادہ بڑا بت کوئی اور نہیں ہو سکتا ہے اس کے برعکس نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا انسان کو خدا کا مقرب بنا دیتا ہے قرآن پاک میں مومنوں کو تلقین کی گئی ہے فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (سورۃ نمبر ۲ آیت نمبر ۱۴۹) یعنی تم نیکی کے کاموں میں سبقت لے جانیکی مکمل سعی کرو۔ یہ چیز اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی امیر بننے کا راز ہے یہ فی

الحقیقت روحانی امارت کا راز ہے اس کی قیمت دنیا کے کسی بھی لعل بے بہا سے زیادہ ہے ارشاد خداوندی ہے : **مال اور اولاد دنیوی زندگی کی ایک رونق ہیں اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے ہزار درجہ بہتر ہیں اور اجر کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں** (الکھف ۱۸ آیت نمبر ۴۶) بائیبل میں آیا ہے کہ دولت کی بے جا محبت تمام شیطانی کاموں کی محرک ہے (Timothy 6:10) اس کا مطلب یہ ہے کہ دولت شیطانی کاموں کی محرک نہیں ہے بلکہ اس کی محبت نیز سونا۔ اور چاندی اس وقت دنیا کے مجازی خدا بنے ہوئے ہیں یہ بلا شبہ نہایت ذلیل ترین بت پرستی ہے

امیر انسان کی کیا تعریف ہے ؟ امیر شخص وہ نہیں جس کے پاس دنیا کے اموال اور مادی اشیاء ہیں بلکہ امیر وہ ہے جو خدا کے لئے زندہ رہتا ہے نیک کام کرتا ہے نوع انسانی کے ساتھ ھمدردی اور رحمدلی سے پیش آتا ہے ایسا شخص پر امن روح کا مالک و مکین ہے اسکا دل بہشتی دل ہے ایک حدیث قدسی میں بیان ہوا ہے کہ دولت مادی اشیاء کی فراوانی کا نام نہیں بلکہ مطمئن نفس کا نام ہے پھر بائیبل میں بھی ذکر ہوا ہے کہ بجائے دولت و ثروت جمع کرنے کے **نیک نام** پیدا کرنا ضروری ہے (Proverb 22:1)

ہماری زندگی کی مثال اس کائینات میں چند سیکنڈ کی ہے بہ نسبت وسیع کائینات کے جو ارب ہا ارب سالوں سے خلاء میں گردش کر رہی ہے وقت کے ایک لمحہ میں ہم آتے اور عدم کو روانہ ہو جاتے ہیں موت کا فرشتہ ہمارے انتظار میں ہے صحیح دولت دنیوی اشیاء اور جائیداد کے حصول میں نہیں بلکہ نیکی اور تقویٰ کے حصول میں مضمر ہے۔ قرآن مجید میں اللہ پاک فرماتے ہیں **قَد اَفلحَ مَن تزکیٰ** (87:15) پھر ایک اور جگہہ ارشاد ہوتا ہے۔ **وَافعَلُوا الخَیر لَعلکُم تُفلِحُون** (سورۃ نمبر ۲۲ آیت ۷۸) پھر فرمایا **فَاِنَ خَیرَ الزَادِ التَقویٰ** (سورۃ نمبر ۲ آیت ۱۹۸) بنجمن فرینکلن جو امریکہ میں اٹھارویں صدی کا نامور سیاست دان اور سائینس دان ہو

گزرا ہے اس نے کہا کہ دولت انسان کو کبھی اصلی خوشی نہیں دے سکتی یہ جتنی انسان کے پاس زیادہ ہو گی وہ اور زیادہ چاہے گا امیر آدمی وہ ہے جس کا ذہن سنہری خیالوں سے بھرا ہؤا ہے اور جس کے چہرہ سے روحانی روشنی تابناک رنگ میں نظر آتی ہے جہاں بھی وہ جاتا ہے یہ روشنی اس کا ٹریڈ مارک ہوتی ہے

آیئے ہم اپنی زندگیوں کو یہاں بیان کردہ رنگ میں امیر بنائیں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اے میری مسرتوں کے باغ

فخر موجودات نبی پاک ﷺ کے درد فراق میں بے تاب ہو کر حضرت احمد علیہ السلام فرماتے ہیں :::::

أنظرِالیَ بِرَحمۃِ وَتحَنّنِ -- یَا سَیّدِی أنَا أحقَر ُ الغِلمَان

میرے پیارے میری طرف ایک رحمت اور شفقت کی نظر ڈال۔ دیکھ میرے آقا میں تو ایک ادنیٰ غلام ہوں

یَا حِبِ اِنکَ قَد دَخَلتَ مَحَبّۃَ --- فِی مُھجَتِی وَمَدَارِکِی وَ جَنَانِ

اے میرے محبوب تو اپنی محبت کے ساتھ میری روح اور میرے دل و دماغ میں سرایت کر گیا ہے

مِن ذِکرِ وَجھِکَ یَا حَدِیقَۃَ بَھجَتِی -- لَم أخلُ فِی لَحظِ وَلاَ فِی آنِ

اے میری مسرتوں کے باغ میں تیری یاد سے کسی آن اور کسی لحظہ بھی خالی نہیں رہتا

جِسمِی یَطِیرُ اِلَیکَ مِن شَوقِ عَلاَ -- یَا لَیتَ کَانَت قُوَۃُ الطَیرَانِ

گویا میرا جسم ایک شوق غالب کے ساتھ تیری سمت اڑا چلا آرہا ہے اے کاش مجھ میں اڑنے کی طاقت ہوتی اے کاش اڑنے کی طاقت ہوتی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿طہارت قلب﴾

طہارت قلب تمام مذاہب کا لب لباب ہے مذہب کا خلاصہ علم نہیں بلکہ پاکیزگی اور طہارت کا حاصل کرنا ہے یہی وہ چیز ہے جس کا بیان مقدس کتب میں ہوا ہے اور مذاہب کے جملہ بانیوں نے اس چیز پر روز اوّل سے زور دیا ہے پرانے عہد نامہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی مندرجہ ذیل دعا مذکور ہے میرے مولی مجھے صاف دل بنا (Psalms 51:10) نئے عہد نامہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی درج ذیل دعا مذکور ہے صاف دل والے لوگ بابرکت ہیں کیونکہ وہی خدا کے نور سے منور ہوں گے Mathew 5:8 پھر قرآن پاک میں فرمان خداوندی ہے قَد اَفلَحَ مَن تَزَکیٰ ۔(سورۃ اعلیٰ ۸۷ : آیت ۱۵)وہ شخص بامراد ہوا جو پاک ہو گیا

ھماری ہستی کا مقصد چند مختصر الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے یہ مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ ہم خالص نیک اور مقدس زندگی گزارنے کی پوری سعی کریں مسلمان کے لئے اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی قرآن مجید کی تعلیمات اور نبی کریم ﷺ کے نیک اور پاک نمونہ کے مطابق ڈھالے اپنے آپ کو پاک و صاف بنانے کے لئے مکمل دینداری۔ پارسائی اور مخلص کوشش کے ساتھ نیک کردار از بس لازم ہے صرف انسانی کوشش سے طہارت حاصل کرنا غیر ممکن ہے اس کے لئے خدا کی تائید و نصرت لازم ہے حضرت احمد علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ نے فرمایا ہے No one can achieve true purity and righteousness unless he receives heavenly help. یعنی صحیح پاکیزگی اور تقویٰ کوئی حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ خدائی تائید انسان کے ساتھ نہ ہو ایک چیز پکی اور یقینی ہے کہ خدا اس شخص کو نیکی کے راستہ پر گامزن رہنے میں ضرور مدد دے گا جو تائید خداوندی دعا کے

ذریعہ طلب کرتا ہے سب سے اعلیٰ دعا واقعی قرآن پاک کی پہلی سورۃ میں درج ہے۔ جب کوئی شخص کسی چیز کیلئے دعا کرے تو وہ دعا پورے خلوص سے کرے ایک انگریز شاعر نے کیا خوب کہا ہے A thing of beauty is a joy for ever. یعنی خوبصورت چیز ہمیشہ تسکین وراحت کا باعث ہوتی ہے اس مقولہ میں فی الحقیقت خالص دل کی خوبصورتی بیان کی گئی ہے دل کی طہارت کیلئے مسلسل توجہ کی اشد ضرورت ہے گاہے گاہے شاید یہ چیز وقوع پذیر ہو کہ روحانی مسافر اپنے جادہ سے پھسلتا نظر آئے ایسا ہونا کوئی مایوسی کی بات نہیں ہے کوئی کام مستقل مزاجی کے بغیر سرانجام نہیں پاتا ہے جب روحانی مسافر یہ دیکھتا ہے کہ اسنے روحانی کاموں میں ترقی حاصل کی ہے تو جو چیز اس کے لئے خوشی کے علاوہ اطمینان کا باعث ہوتی ہے وہ طہارت قلب ہے اور طہارت نفس کے لئے جو راستہ ہے وہ کہیں ختم نہیں ہوتا۔ انسان کو اسکے نئے نئے افق نظر آتے ہیں

انسان کو بلندی کی طرف جانے والے راستہ پر چلنے سے گریز نہیں کرنا چاہئے اس کو اس بات پر دل نہ چھوٹا کرنا چاہئے کہ راستہ بہت تنگ ہے یا یہ کہ اس کا منتہائے مقصود بہت بلند ہے سچی بات تو یہ کہ ایسا سفر بہت خوشگوار ہوتا ہے اس ضمن میں حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا مندرجہ ذیل اقتباس بہت قابل غور ہے

Islam rescues man from despair and tells him that he can, in spite of his errors & mistakes, attain to the purity of mind and conduct which is the highest goal of man. It thus encourages him to make constant effort towards purity & virtue and enables him ultimately to arrive at his goal. (Ahmadiyyat or True Islam)

میں یہاں ایک چھوٹا سا واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں ایک بار ایک شخص دیہاتی علاقہ میں گزر رہا تھا وہ ایک کسان کے ڈیرے پر جا پہنچا اور کنویں سے تازہ پانی پینے کی خواہش کی اسے

پانی دیا گیا پانی پی کر اس نے کسان سے کہا تمہارا پانی بہت صاف ٹھنڈا اور تازگی بخش ہے میں نے سنا ہے کہ لوگ میل ہا میل سے یہ پانی پینے کو آتے ہیں کیا یہ وہی کنواں نہیں ہے جو سال میں کچھ مہینہ پانی دیتا تھا اور وہ بھی اچھا نہیں ہوتا تھا؟؟

کسان نے جواب دیا ہاں تمہاری بات ٹھیک ہے بات یہ ہے کہ کنویں میں لکڑیاں بہت گرتی تھیں پتے بھی گرتے تھے اور چیزیں بھی اسمیں گرتی تھیں جسکے نتیجہ میں پانی بند ہو جاتا تھا جس سے پانی بدبودار اور پرانا ہو جاتا تھا مگر میں نے یہ تمام رکاوٹیں دور کر دیں اس میں اب کوئی لکڑی نہیں ہے پتے بھی نہیں ہیں صرف تازہ فرحت بخش پانی اس کنویں سے نکلتا ہے جو تم نے ابھی پیا ہے

میرے پیارے بھائیو۔ اس کنویں کی طرح دل کی طہارت بھی لازم ہے ہم اس کی روحانی آلودگی کی صفائی کی طرف توجہ دیں ان رکاوٹوں کو دور کریں جو صاف ستھرے آسمانی پانی کے بہاؤ میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں جب یہ رکاوٹ دور ہو جائے تو پھر مسلسل کڑی نگاہ رکھیں کہ اس کے بہاؤ کے تمام چینل کھلے رہیں اور ان میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہو۔ یہ رکاوٹیں کیا ہیں؟ بہت ساری ہیں میں ان میں سے صرف دو کا ذکر کروں گا یعنی عداوت اور فخر۔ یہ دونوں چیزیں ذھنی رویہ اور دل کو اسطرح داغوں سے بھر دیتی ہیں جس طرح چائے کے داغ چائیدانی کے اندر پیدا ہو جاتے ہیں حتٰی ان ذھنی رویوں کا ذہن میں ہونا بھی دل کو داغدار کر دیتا ہے جو پھر بعد میں صرف خدا سے محبت اور خدا کی ہمارے لئے محبت سے دور ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ عشق الٰہی مذہب کا انتا بنیادی اور لازمی حصہ جانا جاتا ہے کیونکہ اسکی روحانی تاثیر بہت زیادہ اور گہری ہے۔ اللہ کی کتاب قرآن مجید میں ایک نصیحت آمیز دعا بیان ہوئی ہے **لا تَجعَل فِی قلُوبِنَا غِلاً لِلذِّینَ آمنُوا رَبنَا اِنَکَ رَؤُوفٌ رَحِیم** (سورۃ الحشر ۵۹ آیت نمبر ۱۱) ترجمہ۔ اور ہمارے دلوں میں مومنوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے اے ہمارے رب آپ بڑے ہی شفیق اور بے انتا کرم کرنے

والے ہیں جس شخص کے دل میں عداوت اور کینہ کے برے جذبات ہوں گے اس کو اطمینان قلب حاصل نہیں ہو سکتا ہے اور نہ ہی خدا کی محبت اس کے دل میں جلوہ گر ہو گی انسان کو دعا کے ذریعہ نیز عمدہ مثبت سوچ کے ذریعہ ذہن سے درج ذیل برے احساسات نکال پھینکنے چاہئیں حسد۔ نفرت۔ کڑواہٹ۔ ناراضگی۔ انتقام۔ غیر اخوت ۔ تمسخر۔ گستاخی۔ طنز۔ ہتک۔ نیز ایسے ہی اور احساسات جو زہر قاتل ہیں۔ یہ چیزیں ہمیں خدا سے لو لگانے سے روکتی ہیں نیز یہ ہمیں اپنے دل کی Spring Cleaning بھی نہیں کرنے دیتیں ہیں

نیک اور صاف دل خدا کا گھر ہو تا ہے گویا انسان کے لئے دنیا میں ہی جنت کا سماں ہو تا ہے۔ بہشت کی یہی تعریف قرآن کریم میں بیان ہوئی ہے اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ۔ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ آمِنِيْنَ ۔ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (الحجر ۱۵۔ آیت ۴۶ تا ۴۸) بے شک متقی (لوگ) یقیناً باغوں اور چشموں (والے مقام) میں داخل ہوں گے انہیں کہا جائیگا کہ تم سلامتی کے ساتھ بے خوف (وخطر) ان میں داخل ہو جاؤ۔ اور ان کے سینوں میں جو کینہ (وغیرہ) ہو گا اسے ہم نکال دیں گے وہ بھائی بھائی بن کر (جنت میں رہیں گے اور) تختوں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے (بیٹھے) ہوں گے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عالی شان کردار کی تصویر مندرجہ ذیل اقتباس میں کھینچی گئی ہے۔ مجھے اپنے جذبات پر اس قدر قابو ہے کہ اگر ایک شخص گندی زبان میں مجھے ایک سال تک برا بھلا کہتا رہے تو بلآخر اسکو شرم محسوس ہوگی اور اسے ماننا پڑے گا کہ وہ مجھے ذرا بھی جادہء استقامت سے ہٹا نہیں سکا.... (کتاب حضرت مسیح موعود کا سوانحی خاکہ)

حضرت مولوی عبد الکریم صاحب جو حضرت احمد علیہ السلام کے ایک بزرگ صحابی تھے انہوں نے آپ کے صبر اور عفو و درگزر کے بارہ میں لکھا ہے جو آپنے اپنے دشمنوں سے کیا بلکہ سبھی لوگوں سے کرتے تھے آپ نے لوگوں میں غلطیاں تلاش کرنے سے منع فرمایا

ہے اور لوگوں کو منفی تنقید کا نشانہ بنانے سے بھی منع فرمایا ہے بلکہ کھلے عام کسی سے ناراضگی کا اظہار کرنے سے بھی منع فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے

A true Muslim never harbours malice for anyone
Avoid malice and deal with human being with love
And sympathy
Forget all mutual resentment and unpleasantness.
You should have no ill-feeling for anyone
whosoever.
I say that you should forgive and overlook the faults
Of others.

یہ سنہری الفاظ حضرت احمدؑ کے قلب منور کی بے داغ حالت کی ترجمانی کرتے ہیں دراصل یہ الفاظ اپنی ترجمانی خود کرتے ہیں ان پر مزید تبصرہ کی ضرورت نہیں صرف ان پر عمل کرنیکی ضرورت ہے مگر انپر عمل اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک انسان دعا کی طرف رجوع نہ کرے اور اپنے نفس کی طہارت کے لئے خود کو وقف نہ کر دے

طہارت نفس کے راستہ میں دوسری رکاوٹ غرور و تکبر ہے خداوند کریم اپنی کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا (سورۃ نمبر ۱۷ آیت نمبر ۳۸) ترجمہ۔ اور زمین پر اتراتا ہوا مت چل۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے: اے لوگو خدا نے مجھے ہدایت کی ہے کہ تم لوگ آپس کے معاملات میں عاجزی کو پیش نظر رکھو تا کوئی ایک شخص دوسرے پر ظلم نہ کرے اور نہ ہی ایک شخص دوسرے پر فوقیت کی شیخیاں بگھارے بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام نے بھی غرور و تکبر کی دو ٹوک الفاظ میں مذمت فرمائی ہے آپ نے فرمایا Pride is the worst impurity of all. پھر نبی پاک آنحضور ﷺ کی ایک مبارک دعا یہ بھی ہے اے میرے خدا جب تک مجھ میں جان ہے مجھے عاجز رکھنا جب میری وفات ہو تو میں عاجز ہوں اور روز قیامت مجھے عاجز لوگوں کے ساتھ اٹھانا

عاجزی سے انسان کے متقی ہونیکا پتہ چلتا ہے اور تقویٰ طہارت نفس کا عمدہ پھل ہے

زندگی میں یہی چیز معنی خیز ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی چیز ان الفاظ میں بیان کی ہے He that humbleth himself shall be exalted (Luke 14:11) یعنی جو شخص خود کو عاجز بناتا ہے اس کو آسمان پر اعلیٰ درجہ کا منصب عطا ہوگا

اگرچہ ہمیں ہر وہ کام کرنا چاہئے جو قابل ستائش ہو مگر خود ستائی کی خاطر کوئی کام نہیں کرنا چاہئے نیز اس بات کا بھی خیال رہے کہ ہم ایسے شخص کی مزمت نہ کریں جس کی عادات یا طرز زندگی ہم سے مختلف ہے ہمیں ایسے لوگوں کے لئے دعاگو ہونا چاہئے اور ان سے ہمدردی کرنی چاہئے ہماری سوچ اور طرز معاش میں عاجزی کی جھلک نظر آنی چاہئے ہمارے پاس جو کچھ ہے چاہے وہ حسن۔ اعلیٰ پیشہ۔ دولت۔ صحت۔ آسائش۔ خاندانی تعلقات یا روحانی انوار ہوں یا اس کے علاوہ جو کچھ ہمارے پاس ہے ہمیں اس کے لئے خداتعالیٰ کا صمیم قلب سے مشکور ہونا چاہئے اور غرور کا شائبہ کہیں ذرا بھی نظر نہ آئے

مجھے سینٹ آگسٹین St. Augustine کے الفاظ بہت اچھے لگتے ہیں جو برطانیہ میں عیسائیت لانیکا ذمہ دار ہے جب اس سے پوچھا گیا کہ مذہب میں سب سے اہم چیز کیا ہے تو اس نے کہا: سب سے پہلی چیز عاجزی ہے دوسری اہم چیز عاجزی ہے اور تیسری اہم چیز عاجزی ہے ہمارے پیارے رسول مقبول ﷺ نے طہارت نفس کا موازنہ اس راستہ سے کیا ہے جو بہت تنگ ہے اور جس کے دونوں طرف کانٹے ہیں وہ شخص جو عشق الہیٰ میں مگن ہے اور طہارت قلب کا طالب ہے وہ اپنی رفتار اور اپنے کردار پر کڑی نظر رکھے تا وہ سیدھے راستہ؛ سے کہیں بھٹک نہ جائے خوب جان لو کہ اگرچہ علم کی بھی اہمیت ہے مگر سچا مذہب علم میں پوشیدہ نہیں بلحہ پاک زندگی میں مخفی ہے عداوت اور تکبر روحانی زندگی کے دو بڑے دشمن ہیں انسان کو ان سے اپنی حفاظت کرنی چاہئے۔ صاف دل حاصل کرنے کے لئے لازم ہے کہ

ہم کبھی بھی ایسی بات نہ سوچیں نہ ایسا فعل کریں جو خدائے قدوس کو ناپسندیدہ ہو اس روحانی مقصد کو حاصل کرنے کیلئے لازم ہے کہ ہم خدا کی نصرت اور حفاظت کے ہر وقت طالب ہوں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

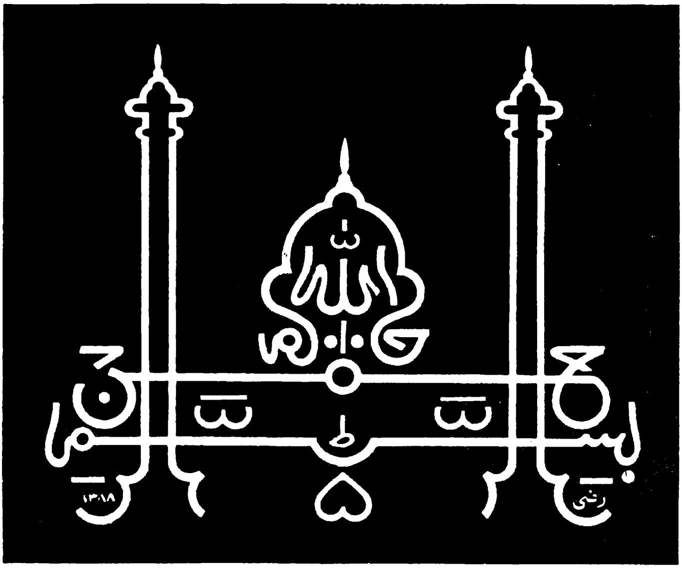

نمونہ خطاطی ، رضی کراچی

﴿شائستہ اخلاق﴾

اللہ تبارک وتعالیٰ کی پیاری کتاب قرآن کریم میں سید ولد آدم آنحضور ﷺ کے بارہ میں ارشاد ہوا ہے وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیم (سورۃ ۶۸ آیت ۵) بے شک آپؑ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔

اخلاقی کردار کے قوانین تمام ادیان نے اپنے ماننے والوں کیلئے وضع کئے ہیں انمیں بعض میں اختلاف ہے مگر انکی اکثریت تمام مذاہب میں ایک جیسی ہے مذہب کے ماننے والوں کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ اپنے دین کی جملہ خوبیوں کا جیتا جاگتا ثبوت ہوں اور انہیں ان جملہ خوبیوں کا اظہار سب سے اعلیٰ رنگ میں کرنا چاہئے بلکہ یہ پیروکار اپنے مذہب کے اخلاق کا اعلیٰ درجہ تک اظہار کریں انکے تن کے اندر ان خوبیوں کے اظہار کے لئے اتنی تڑپ ہو جتنی سمندر میں بے تابی ہوتی ہے قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے فاستبقوالخیرات (سورۃ ۲ آیت ۱۴۹) تم نیکیوں کے حصول میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرو پھر ایک جگہہ ارشاد ہوا ہے اِنَّ اَکرَمَکُم عِندَ اللّٰہِ اَتقٰکُم۔ (الحجرات) یقیناً اللہ کی نگاہ میں تم میں سے سب سے زیادہ افضل شخص متقی ہی ہے

بعض نادان لوگوں میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جانے کیلئے بہت تگ ودو کرتے ہیں مگر عقل مند شخص خدا کی رضا کا ہی طلبگار ہوتا ہے اس سلسلہ میں وہ اپنے اندر زہد و تقویٰ پیدا کرتا ہے کیونکہ تقویٰ ہی فی الحقیقت خدا کی صفات اور اسکی رضا مندی کے اظہار کا مناسب ذریعہ ہے۔ مومن اپنے تن کو تقویٰ کے لباس سے چھپالیتا ہے کیونکہ تقویٰ کا لباس ہی درحقیقت سب سے اعلیٰ لباس ہے ارشاد ربانی ہے وَلِبَاسُ التَّقویٰ ذٰلِکَ خَیر (سورۃ ۷ آیت ۲۷) تقویٰ کا لباس زینت کے لحاظ سے اعلیٰ لباس ہے

اس دنیا کے مختلف ادوار میں جو انبیاء خدا کی طرف سے انسانی رشد وہدایت کے لئے مبعوث ہوتے رہے ہیں مسلمان کیلئے ان کے بے گناہ ہونے پر یقین رکھنا بنیادی عقیدہ کی حیثیت رکھتا ہے مسلمان اس بات پر بھی یقین رکھتا ہے کہ ان جملہ انبیاء کرام میں سے روحانی مرتبہ کے لحاظ سے سب سے عظیم اور افضل پیغمبر ہمارے پیارے رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ آپؐ کو خدا نے انسانیت کی رشد و ہدایت کے لئے آخری اور ازلی قانون سے نوازا مسلمان اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ آخری زمانہ میں خدائے تعالیٰ امام مہدی یا مسیح موعود کا ظہور فرمائیگا اس آنے والے مہدی کی بعثت کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ مذہب اسلام میں ہونے والی جملہ غلطیوں۔ تحریف۔ اور بدعات کو جو وقت گزرنے کے ساتھ اسکی تعلیمات میں داخل ہو گئیں انکو دور کرے گا اور مذہب اسلام کی تعلیمات کی تجدید کریگا وہ تمام انسانیت کو اسلام کی طرف بلائیگا جو کہ چودہ سو سال قبل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت کا مقصد تھا

جماعت احمدیہ عالمگیر کے بانی حضرت میرزا غلام احمد صاحبؑ آف قادیان انڈیا نے ۱۸۸۹ء میں یہ دعویٰ کیا کہ مسیح کی بعثت پر احادیث میں مذکورہ پیش گوئی ان کی بعثت سے پوری ہو گئی ہے اللہ جل شانہ کی محبت اور عشق میں آپؑ اس قدر سرشار تھے کہ آپ اخلاقی معاملات میں دوربین طریق سے احتیاط فرماتے تھے آپ نے فرمایا مومن کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے کردار اور اطوار کو اتنا اعلیٰ بنائے کہ دوسرے لوگ اسکے گرویدہ ہو جائیں (ملفوظات جلد اول ۲۴۸)۔ خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری سے ایک قدم باہر نکلنے کو ہزار بلکہ لا انتہا موت سے بڑھ کر اور دکھوں اور مصائب کا مجموعہ قرار دیتی ہے (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۸۲)۔ تمام گناہوں سے کیا کبائر اور کیا صغائر سب سے بچو کیونکہ گناہ ایک زہر ہے جسکے استعمال سے زندہ رہنا محال ہے (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۲۵) سچے دل سے توبہ کرو تہجد میں اٹھو۔ دعا کرو۔ دل کو درست کرو

کمزوریوں کو چھوڑو اور خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق اپنے قول و فعل بناؤ۔۔(ملفوظات جلد اول صفحہ ۴۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عائلی زندگی گویا جنت کا جیتا جاگتا نمونہ تھی جس میں آپ آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی کہ **تم میں سے سب سے اچھا خاوند وہ ہے جو اپنی اہلیہ سے سب سے اچھا سلوک کرتا ہے** پر سختی سے عمل پیرا ہوتے تھے ایک موقعہ پر آپ نے بیان کیا: میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے اور با ایں ہمہ کوئی دلآزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا اسکے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع خضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی کسی پنہانی معصیت الہیٰ کا نتیجہ ہے (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۲۔ مطبوعہ لندن)

ہم میں سے بعض یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم نے بہ ظاہر نظر آنے والے گناہوں سے اجتناب کر کے بہت اچھا فعل کیا ہے جبکہ ہم اپنے کردار کے بہت عمیق اور چھوٹے نکات نظر انداز کر دیتے ہیں قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے **وَ تَحْسَبُونَهَا هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيْم** (سورۃ ۲۴ آیت ۱۵) اور تم اسکو معمولی بات (یعنی غیر موجب گناہ) سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات تھی۔ انگلش کا یہ مقولہ بھی بہت مشہور ہے کہ وہ شخص جو چھوٹی باتوں کو حقیر جانیگا وہ دھیرے دھیرے تباہ ہو جائیگا

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بار حضرت احمد علیہ السلام نے سفر کے دوران اپنے ایک مرید کے یہاں قیام کیا یہ سخت گرمیوں کے دن تھے گھر کی چھت پر آپ کا بستر لگایا گیا چھت پر منڈیر نہ تھی یہ چیز آپ کو بری لگی اور آپ نے حدیث قدسی بیان فرمائی جس میں نبی کریم ﷺ نے منڈیر کے بغیر چھت پر سونے سے منع فرمایا گھر میں کوئی اور موزوں

جگہہ نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے فرمایا کہ بستر کمرہ میں لگادیا جائے جہاں آپ نے سخت گرمی میں بڑی تکلیف کے ساتھ رات بسر کی منڈیر کا چھت پر نہ ہونا کوئی خطرہ کا باعث نہ تھا مگر آپ نے نبی کریم ﷺ کے فرمان کی نافرمانی کرنا پسند نہ فرمایا شاید کوئی اور شخص اس صورت حال میں فرمان نبویؐ کو نظر انداز کر دیتا مگر حضرت احمدؒ نے ایسا نہ کیا

اعلیٰ اخلاق کے پیدا کرنے میں چھوٹے چھوٹے مسائل و نکات پر مکمل توجہ دینا لازمی ہے محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ نے فرمایا ہے کہ گناہ وہ چیز ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے۔ اس چیز کو ترک کر دو جو تمہارے ذہن میں شک پیدا کرے

خداوند قدوس ہمیں نیکی کے راستہ پر ثابت قدمی سے چلنے کی توفیق عطا فرمائے تاہم اپنے ہر لفظ اور ہر فعل حتیٰ کہ اپنی سوچ پر بھی ہمیشہ کڑی نگاہ رکھیں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پانچ سنہری باتیں

☆انسان خود عظیم نہیں ہوتا بلکہ اسکا کردار اسے عظیم بنا دیتا ہے

☆اچھا دوست تلاش کرنے کیلئے پہلے خود اچھے بن جاؤ

☆انسان اپنی زبان کے پردے میں چھپا ہؤا ہے

☆جو باتیں تم لوگوں کے سامنے نہیں کر سکتے انکے بعد بھی نہ کہو

☆جب علم میں کمال پیدا ہوتا ہے تو گفتگو کم ہو جاتی ہے

﴿مہمان نوازی﴾

مہمان نوازی مذہب اسلام میں بنیادی حکم کا درجہ رکھتی ہے یہ ایک ایسی نیک صفت ہے جس کی تمام ادیان میں تعلیم دی گئی ہے اسلام میں بھی اس بارے میں بہت تاکید کی گئی ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے : وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِينًا وَّ يَتِيمًا وَّ أَسِيرًا۔ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُورًا (سورۃ۷۶ آیت ۹ اور ۱۰) اور اس (خدا) کی محبت میں مسکین اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ اے لوگو ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کیلئے کھانا کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے کوئی جزا طلب کرتے ہیں نہ تمہارا شکر چاہتے ہیں

محبوب خدا نبی پاک ﷺ سے زیادہ مہمان نواز انسان شاید دنیا میں گزرا ہو آپؐ جو چیز وصول کرتے اسکو دوسروں میں تقسیم کر دیتے تھے اگر کوئی شخص آپؐ سے درخواست کرتا تو آپ اسے قبول فرماتے اور غرباء سے تو آپ بہت ہی قریب تھے آپؐ کی مہمان نوازی کا دروازہ مسلمان اور غیر مسلمان دونوں کے لئے کھلا تھا ایک دفعہ عیسائیوں کا وفد مدینہ آیا تو آپ حضورؐ نے انکو مسجد میں عبادت کی اجازت مرحمت فرمائی ایک اور موقعہ پر ایک غیر مسلم کو دودھ کی ضرورت تھی تو آپؐ نے اسے دودھ پیش کیا یہ شخص صرف ایک بکری کے دودھ پر راضی نہ ہوا تو دوسری بکری کا دودھ پیش کیا گیا اسپر بھی وہ مطمئن نہ ہوا تو وہاں موجود سات کی سات بکریوں کا تمام دودھ اسے دے دیا گیا

محبوب خدا سرور کائینات ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم اپنے بھائی سے مہمان نوازی کا سلوک نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنے چہرہ پر مسکراہٹ زیب کر کے تو اس سے ملاقات کر سکتے ہو جب تم گوشت خرید و اور اسے پکانے لگو تو برتن میں تھوڑا پانی زیادہ ڈال لو تا اس سے شوربے کا کچھ حصہ اپنے ہمسایہ کو بھی دے دو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کے مرکز قادیان میں ایک مہمان خانہ قائم فرمایا اور تاکید فرمائی کہ مہمانوں کی خاطر مدارت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے آپ نے اپنی زندگی میں اس مہمان خانہ کی بہ نفس نفیس نگرانی فرمائی اس کے بعد جماعت میں اس کا انتظام وانصرام اعلیٰ پیمانہ پر کیا جاتا ہے جماعت احمدیہ کے دنیا کے مختلف ممالک میں مراکز کے قیام کے بعد کئی جگہہ ایسے مہمان خانے قائم کئے گئے ہیں جہاں اعلیٰ انتظام کی روایت کو ہر وقت برقرار رکھا جاتا ہے۔بانی سلسلہ احمدیہ دوسروں کا بہت خیال رکھتے تھے اور تمام مہمانوں کی ضروریات پر پوری توجہ دیتے تھے ایک بار آپ کا ایک مرشد دور سے شرف ملاقات کے لئے آیا وہ شام کے وقت قادیان پہنچا اور جلد ہی محو خواب ہو گیا نصف شب کے وقت اس کے کمرہ پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولنے پر اسکو علم ہوا کہ حضرت احمد علیہ السلام ہاتھ میں دودھ کا گلاس لئے کھڑے تھے وہ شخص وفور جذبات سے اشک بار ہو گیا کہ آپکو دوسروں کا کسقدر خیال تھا

ایک اور موقعہ پر دو مسلمان بھارت کے کسی دور دراز علاقہ سے سفر کر کے حضرت احمد علیہ السلام سے ملاقات کیلئے آئے سفر میں انکو کئی روز گزر گئے جب وہ قادیان کے مہمان خانہ میں پہنچے تو وہاں موجود ایک شخص نے تانگہ سے سامان اتارنے میں مدد نہ کی وہ اس شخص کے رویہ سے خفا ہو کر واپس چلے گئے۔جب حضرت احمد کو اسکا علم ہوا تو آپ فوراً انکے تعاقب میں روانہ ہو گئے جب آپ نے ان دونوں حضرات کو پا لیا تو آپ نے اس افسوس ناک واقعہ پر اظہار افسوس کیا اور قادیان واپس آنیکی درخواست کی جب وہ دونوں قادیان واپس آگئے تو آپ نے تانگہ سے خود سامان اتارا اور انکی تمام ضروریات کا انکے قیام کے دوران خیال رکھا جب وہ جانے لگے تو آپ دو میل پیدل ان کے ساتھ انکو الوداع کہنے گئے

ایک بار سرکار کا ایک افسر قادیان آپ سے ملنے آیا اسنے آپکی مہمان نوازی کو جو خراج

تحسین پیش کیا شاید اس سے بہتر اظہار کوئی اور نہ کر سکے . : میں انکے کریمانہ التفات اور مہمان نوازی کا دلی مشکور ہوں میں نے یہ دیکھا کہ انکا التفات کسی خاص طبقہ کیلئے مخصوص نہ تھا یہ التفات خاص وعام سب کیلئے تھا مرزا صاحب کی ذرہ نوازی کا اندازہ اس بات سے کریں کہ میرے قیام کے آخر پر جب میں نے رخصت کی اجازت طلب کی تو آپ نے اس شرط پر اجازت منظور فرمائی کہ جب میں دوبارہ آؤں تو کم از کم چند روز کیلئے قیام ضرور کروں میں جب اس ملاقات سے واپس لوٹا تو مجھ میں وہ احساس ابھی تک برقرار تھا جس احساس نے مجھے وہاں جانے پر مجبور کیا تھا

مہمان نوازی کی بھی حدود ہیں جنکا مہمان کو احساس ہونا چاہئے مذہب اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ مہمان کھانے کے معقول وقفہ کے بعد چلا جائے ہاں اگر اس کے اور میزبان کے درمیان یہ بات طے ہو کہ اسنے زیادہ دیر ٹھہرنا ہے اسی طرح مہمان زیادہ دیر کیلئے آئے تو اسکا انتظام تین دن تک بطور مہمان کے تو مناسب ہے مگر اسکے بعد اسکو الوداع کہہ دینا چاہئے تا میزبان کو تکلیف نہ ہو ہاں اگر صاحب خانہ نے اسکا تین دن سے زیادہ ٹھہرنا قبول کیا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿ روحانی تشنگی ﴾

فا استبقوا الخیرات ۔ تم نیکیوں کے حصول میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو (البقرۃ ۱٤۹)

بہت لوگ ایسے ہیں جو مذہبی اجتماعات میں بڑے جوش و خروش سے شرکت کرتے ہیں مگر الوداع ہوتے وقت وہ خالی ہاتھ جاتے ہیں جسطرح وہ آئے تھے ان میں کوئی نئی تبدیلی یا پہلے سے بہتر تبدیلی نظر نہیں آتی وہ خطبہ یا تقریر یا مقرر کے روح پرور الفاظ کی تعریف تو کرتے ہیں مگر انکی تعریف کی حد صرف اتنی ہے جسطرح وہ موسیقی یا نغمہ سن کر اسکی بے حد تعریف کرتے ہیں اسی طرح وہ مقرر کے خطاب سے وقتی طور پر محظوظ ہوتے ہیں جب تقریر ختم ہو جاتی ہے تو اسکا اثر بھی زائل ہو جاتا ہے

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس مذکورہ فعل میں قصور کسکا ہے ؟ تقریر کرنیوالے کا یا سننے والے کا ؟ اگر تو مقرر کی تقریر کرنیکا انداز مُردہ ہے یا وہ ایک ہی آواز اور سُر میں زیر و بم کے بغیر تقریر کرتا ہے تو اسکی تقریر بورنگ ہوتی ہے مگر حقیقت اسکے برعکس ہے قصور اس میں سننے والے فرد کا ہے جس میں روحانی غذا وصول کرنیکی بھوک یا تشنگی نہیں ہوتی

کہاوت ہے کہ ایک عورت بیمار تھی اسکو مشورہ دیا گیا کہ وہ کسی گرم آب و ہوا والے ملک میں منتقل ہو جائے وہاں جاکر اسنے اپنے واقف کاروں کو خطوط لکھے کہ یہاں موسم کتنا اچھا ہے خوبصورت مناظر اور مزیدار پھل دستیاب ہیں اسنے مختلف قسم کے پھلوں کی تفصیل بھی لکھی مگر اسکے ساتھ اسنے یہ بھی لکھا کہ اسکو بھوک بلکل نہیں لگتی بعد میں خبر آئی عورت اتنے صحت بخش پھلوں کے ہونے کے باوجود مر گئی تو اسکے مرنے کی وجہ پھلوں کی عدم موجودگی

نہ تھی بلکہ بھوک کا فقدان تھا یہی حال ہم میں سے بہت سے لوگوں کا ہے ہم روحانی ہدایت اور روحانی ماحول میں تو اپنے آپ کو پاتے ہیں مگر ہمیں اسکی بھوک بلکل نہیں خدا نے ہمیں آسمانی مائدہ سے مستفید کیا ہے مگر ہم میں سے بہتوں کو بھوک نہیں ہے جن خوش قسمت لوگوں کو روحانی بھوک لگتی ہے وہ خدا سے ملنے والے لذیذ پھلوں سے اپنی بھوک ختم کرتے ہیں ایسے پھل جو ان کو نہ صرف وقتی طور پر بلکہ آنیوالے وقتوں میں بھی انکی پرورش اور دیکھ بھال کرتے ہیں

خداوند کریم نے ہمیں روحانی قوانین ہماری ہدایت اور روحانی پرورش کے لئے دئے ہیں مگر ہم میں سے بہتوں کو اس آسمانی غذا کی بھوک ہی نہیں ہے۔ اُف یہ زندگی کا زیاں نہیں تو اور کیا ہے ؟ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے ۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (سورۃ الحجرات ۱۴) اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے اور بائیبل میں مذکور ہے مبارک ہیں وہ لوگ جو تقویٰ کے حصول کیلیئے بھوک اور تشنگی کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ انکو جی بھر کر دیا جائیگا (متی باب پانچ آیت ٦)

وہ شخص جو اپنی روحانی بھوک کو مکمل طور پر ختم کرنا چاہتا ہے وہ ہر وقت روحانی غذا کے حاصل کرنے اور اس سے متمتع ہونیکی پوری پوری سعی کرتا ہے وہ اپنے ذہن کو نیک خیالات سے ہمیشہ بھرے رکھتا ہے اور اپنے کردار کو ہر وقت نکھارنے کی پوری پوری سعی کرتا ہے گویا یہ اسکا فریضہ اول ہے۔ یہی اسکی زندگی کا مرکزی مقصد ہے اسکی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ بلندی کی طرف پرواز کرتا رہے۔ وہ اپنی زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کی پوری سعی کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس مقصد کو حاصل کرنے کیلیئے اسکو پوری توجہ ۔ کوشش۔ قربانی۔ اور

دعا کی ضرورت ہے اسکی مرغوب دعا یہ ہوتی ہے :

خدا میرے دل و دماغ میں ہو اور میری سمجھ میں ہو

خدا میری آنکھوں میں ہو اور میری وجہ بصیرت ہو

خدا میرے منہ میں ہو اور میری تقریر میں ہو

خدا میرے دل میں ہو اور میری سوچ میں ہو

خدا میرے آخری وقت پر میرے ساتھ ہو

آیئے ہم خدا کے دستر خوان سے جنت کے بے مثل پھلوں سے پوری طرح فائدہ مند ہوں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پیارے نبی کی پیاری باتیں

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے : تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدلے اگر اسکی استطاعت نہ رکھتا ہو تو زبان سے منع کرے اگر اسکی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو تو دل میں اسے برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے

نبی ﷺ کا ایک اور ارشاد یہ ہے کہ : تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کیلیئے وہی پسند نہ کرے جو کہ وہ خود اپنے لئے پسند کرتا ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تنہائی کی قدر

کہا جاتا ہے کہ بڑے بڑے کارنامے تنہائی میں جنم لیتے ہیں۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ کئی عظیم انسانوں اور بڑی بڑی مذہبی شخصیتوں کا کردار تنہائی میں بنا۔ یہ نہیں کہ ایسے لوگوں نے اپنا سارا وقت تنہائی میں ہی گزارا کیونکہ انہوں نے انسانیت کی خاطر اپنی خدمات بھی تو پیش کرنی تھیں آیئے ذرا حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کی زندگی پر غور کریں جس کا ریکارڈ بائیبل میں موجود ہے اگرچہ وہ تبلیغ کے کام میں مصروف کار تھے انہوں نے تنہائی کی بھی وقتاً فوقتاً قدر بیان کی ہے بائیبل میں مذکور ہے : جب اسنے لوگوں کے جم غفیر کو واپس بھجوایا تو وہ پہاڑ پر دعا کرنے چلا گیا اور جب شام کا وقت ہوا تو وہاں اکیلا تھا (متی باب ۱۴ آیت ۲۳) پھر ایک اور جگہ آیا ہے : اور صبح کے وقت وہ دن چڑھنے سے پہلے بیدار ہو گیا وہ باہر گیا اور ایک گمنام جگہ میں جاکر دعا میں مصروف ہو گیا (مرقس باب ا۔ آیت ۳۵)

سرور کونین سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تنہائی میں جاکر تضرعانہ دعائیں کیں دیباچہ تفسیر القرآن میں لکھا ہے : رسول کریم ﷺ کی عمر جب تیس سال سے زیادہ ہوئی تو آپ کے دل میں خدا تعالیٰ کی رغبت پہلے سے زیادہ جوش مارنے لگی آخر آپ شہر کے لوگوں کی شرارتوں۔ بدکاریوں اور خرابیوں سے متنفر ہو کر مکہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی کی چوٹی پر ایک پتھروں سے بنی ہوئی چھوٹی سی غار میں خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے لگے۔ حضرت خدیجہؓ چند دن کی غذا آپؐ کے لئے تیار کر دتییں آپ وہ لیکر حرا میں چلے جاتے تھے اور ان دو تین پتھروں کے اندر بیٹھ کر خدا تعالیٰ کی عبادت میں رات اور دن مصروف رہتے تھے (صفحہ ۱۳۳) پھر آپؐ رات کی خموشی میں اٹھ کر گھنٹوں عبادت الٰہی میں مصروف رہتے یعنی نماز تہجد ادا کرتے جو آدھی رات اور پو پھٹنے کے درمیان ادا کی جاتی ہے

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب بھی تنہائی پسند فرماتے تھے جب تک

آپ کا تقرر مامور من اللہ کی حیثیت سے نہ ہؤا تب تک آپ خلوت پسند رہے حالات نے آپکو گوشہ خلوت سے باہر لا کھڑا کیا۔ جب آپ بچے تھے تو آپنے اپنے جذبات کا اظہار والد محترم سے یوں کیا تھا: میری خواہش ہے کہ میں زندگی کے باقی ایام کسی گوشہ تنہائی میں گزار سکوں تا میں لوگوں سے اپنی توجہ ہٹا کر ذکر الٰہی میں اپنا وقت صرف کر سکوں شاید میں کھوئے ہوئے وقت کا ازالہ کر سکوں اور گزشتہ زندگی میں ہونے والی خطائوں کی تلافی کو سکوں (لائف آف احمد مصنفہ اے۔آر۔درد)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنے گھر کے اندر دعا کی خاطر ایک خاص کمرہ بنوایا ہؤا تھا جس کا نام بیت الدعا تھا آپ یہاں تنہائی میں لمبی پر خلوص دعائیں کیا کرتے تھے ایک موقعہ پر آپ نے چالیس روز تنہائی اور خلوت میں گزارے آپ نے ہدایت کی تھی کہ کوئی مہمان آپ سے ملنے نہ آئے سامنے کے دروازے پر قفل لگا دیا گیا تا آپ مخل نہ ہوں خوراک لانے اور برتن اٹھانے کا وقت مقرر تھا یوں آپ نے ایک کمرہ میں اپنا وقت دعائیں کرنے مطالعہ کرنے اور مراقبہ کرنے میں گزارا صرف نماز جمعہ ادا کرنے کیلئے آپ باہر تشریف لاتے تھے جو آپ ملحقہ مسجد میں ادا کرتے تھے یہ چالیس روز آپنے خدا تعالیٰ سے راز و نیاز کرنے اور حیرت زدہ مذہبی تجربات میں صرف کئے

آیئے دیکھیں کہ تنہائی کی قدر کے موضوع پر دوسرے لوگوں نے کیا کہا ہے:

خموشی میں خدا کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے یہ ذہن کو عاجز بناتی اور اسے دنیا سے الگ کر دیتی ہے (آرک بشپ فین لن Fenelon)

تنہائی اور خموشی میں روح تیز قدموں سے ترقی کرتی اور خفیہ صداقتوں اور خدا کے الہامات سے شناسائی حاصل کرتی ہے (ٹامس کیمپس Kempis)

نیند بھی خلوت کا ایک دور ہے جب انسان دنیوی امور سے کٹ جاتا ہے اور اس کے بعد تازہ دم ہو کر دوبارہ لوٹتا ہے نیند انسان کی صحت اور خوشحالی کے لئے ضروری ہے بعینیہ روحانی

میدان میں بھی تشنہ روحیں تنہائی میں رہ کر تقویت حاصل کرتی اور تازہ دم ہو جاتی ہیں اس کے بعد دعا مراقبہ یا مطالعہ کے ذریعہ اپنی روحانی پرورش کرتی ہیں

زندگی میں بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے جب انسان کسی محبوب دوست کے ساتھ علیحدگی میں وقت گزارنے کا خواہش مند ہوتا ہے جب دو اشخاص کی موجودگی گراں بار گزرتی ہے اور تین افراد کی موجودگی ہجوم لگتی ہے اسی طرح بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کا پیارا بندہ خدا کے ساتھ خلوت کو پسند کرتا ہے اور یہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ اپنے رب کے ساتھ تنہائی کے لمحات کی قدر کرتا ہے ۔شاعر نے تنہائی کی قدر کو کیسے خوبصورت انداز میں ان اشعار میں بیان کیا ہے

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں
بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں
بھیجی ہیں درودوں کی کچھ میں نے بھی سوغاتیں

(جوہر)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴾انکساری﴿

درج ذیل حدیث قدسی کتنی پیاری اور معنی خیز ہے : میرے مولیٰ کریم میں جب تک زندہ رہوں مجھے انکساری پر رکھنا جب میرا آخری وقت آئے تو میں منکسر ہوں اور روز قیامت میرا شمار منکسر لوگوں میں سے ہو (حدیث نبی پاک ﷺ)

عاجزی اور فروتنی ایک بنیادی اخلاقی صفت ہے جس پر تمام متقی اور پرہیزگار لوگ بڑی حد تک کارفرما ہوتے ہیں۔ یہ کمزوری کی علامت نہیں ہے بلکہ یہ روحانی طاقت اور بلوغت کا واضح نشان ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ الکریم : **وَلاَ تَمشِ فِی اَلا رْضِ مَرَحًا** (سورۃ ۱۷ نمبر ۳۸) اور زمین پر اکڑ کر مت چل۔ اسی طرح مسیح ابن مریم علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ جو شخص فروتنی سے زندگی گزارتا ہے اسکا شمار عظیم انسانوں میں ہوگا (لوقا ۱۴۔ آیت ۱۱)

غرور خدا تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب کا موجب ہوتا ہے قرآن کریم میں مختلف سورتوں میں ایسے واقعات کا جگہہ جگہہ ذکر آیا ہے کہ کس طرح انسان اور مختلف قومیں غرور اور تکبر کے باعث مورد عذاب بن کر نیست و نابود ہو گئے ارشاد ہوتا ہے : **وَلَقد اَرسَلنَا اِلَیٰ اُمَمٍ مِنْ قَبلِكَ فَاَ خَذْ نٰہُم بِا البَا سَآءِ وَالضَرآءِ لَعلَهُم يَتَضَرعُون** (الانعام آیت ۴۲) اور ہم تجھ سے پہلی قوموں کی طرف (رسول) بھیج چکے ہیں اور (ان رسولوں کے آنے کے بعد) ہم نے انہیں (یعنی منکرین کو) اس لئے مالی اور جسمانی تکلیفوں میں گرفتار کیا تھا کہ وہ عجز اختیار کریں۔ حضرت نوحؑ کی قوم کے لوگ تمسخر اور استہزا اور خدا کے پیغمبر کی انکار کی سزا کے باعث پانی کے سیلاب کے عذاب کا نشانہ بنے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں : **وَاَغرَقنَا الذِینَ کَذَبُوا بِاٰ یٰتِنَا اِنَهم کَا نُوا قَومًا عَمِیْن** (الاعراف ۷ آیت ۶۴) اور ہم نے ان لوگوں کو جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا غرق کر دیا۔ وہ ایک اندھی قوم تھے اسی طرح فرعون کے ماننے والے لوگ بھی بحیرہ احمر میں تکبر و گستاخی اور سخت دلی

کے باعث پانی میں غرق کر دیے گئے ارشاد باری تعالیٰ ہے : فَأَخَذْنَهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنٰهُم فِی الیَمِّ فانظر کَیفَ کَانَ عَاقِبَةُ الظَالِمِین(سورۃ ۲۸ آیت ۴۱) پس ہم نے (تکبر کی سزا میں)اسکو بھی اور اس کے لشکروں کو بھی پکڑ لیا اور انکو سمندر میں پھینک دیا پس دیکھو ظالموں کا انجام کیسا ہوا

دنیا میں ہم یہ بات مشاہدہ کرتے ہیں کہ مختلف ممالک میں ڈکٹیٹر اور گستاخ حکمران کچھ عرصہ حکومت کرتے تختہ الٹنے پر وہ گمنامی کی زندگی میں روپوش ہو جاتے ہیں آہ کس طرح طاقتور لوگ قہر مذلت میں گرائے جاتے ہیں زندگی میں ہمیں جتنا بڑا رتبہ حاصل ہوتا ہے اسی قدر ہمیں زیادہ عاجزی سے پیش آنا چاہیئے۔ سینٹ آگسٹین نے کیا خوب کہا ہے : اگر تم مجھ سے دریافت کرو کہ مذہب میں سب سے پہلی اور بنیادی چیز کونسی ہے تو میرا جواب یہ ہے کہ سب سے پہلی۔ دوسری ۔تیسری چیز عاجزی و فروتنی ہے:

حضرت میرزا غلام احمد صاحب بانی سلسلہ جماعت احمدیہ۔ مسیح موعود و مہدی موعود نے فرمایا ہے :

I tell you truly that on the Day of Judgement, other than the association of anything with God, no vice shall rank as high as arrogance. This is a vice that humiliates a person in both worlds. (Aeenah Kamalate Islam)

Everyone who looks down upon a brother because he esteems himself more learned, wiser or more proficient than him is arrogant in as much as he does not esteem God as the fountainhead of all intelligence and knowledge and deems himself as something.has God not got the power to afflict him with lunacy and to bestow upon his brother whom he considers small better intelligence, knowledge and higher proficiency than him. ? So also he who, out of a mistaken conception of his wealth, status or dignity,looks down upon his brother, is arrogant because he forgets that his wealth, status and dignity were bestowed upon him by God.

He who does not listen courteously to his brother and turns away from him partakes of arrogance. He who mocks and laughs at him who is occupied in prayer partakes of arrogance. He who does not seek to render full obedience to a commissioned one and Messenger of God partakes of arrogance. He who does not pay full attention to the directions of such a one and does not study his writings with care also partakes of arrogance.

Try, therefore, that you should not partake of arrogance in any respect so that you may escape ruin and you may attain salvation.

Lean towards God and love him to the utmost degree possible and fear Him as much as anyone can be feared in this life. Be pure hearted and pure intentioned, meek and humble and free of all mischief so that you may receive mercy.

عاجزی کی زندگی ہم سے کیا مطالبہ کرتی ہے ؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ اپنے آپ کو ان تمام غلطیوں کا سزا وار جانو جو ہم سے سرزد ہوئیں۔ ہمیں یہ بات خوب سمجھ لینی چاہئے کہ تمام برکات کا منبع خداوند کریم کی ذات والا صفات ہے جو ناصر ہے رب العالمین ہے ہمیں تضرعانہ دعاؤں کے ساتھ نیکی کے راستہ پر گامزن ہونا چاہئے ذاتی وجاہت کے لئے کچھ نہ کریں بلکہ جو کام کریں خدا کی حمد و ثناء کی خاطر کریں اور خدائے تعالیٰ نے جو برکات اور اپنے فیوض ہم پر نازل کئے ہیں ہم عاجزی سے ان کے لئے شکر گزار ہوں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مَا مِن شَیء فِی المِیزَانِ اَثقَلَ مِن حُسنِ الخُلقِ (حدیث نبوی)

﴿نصیحت ہے غریبانہ﴾

فرانس کے بادشاہ لوئیس نے ۱۲۷۰ء سے لیکر ۱۳۲۶ء تک راج کیابلا شبہ وہ فرانس کے تخت حکومت پر بیٹھنے والا سب سے نیک فرماں روا تھا اسکی نہایت قابل تقلید صفت انکساری تھی اسکی موجودگی میں اگر کوئی فرد منہ سے غیر مناسب لفظ نکالتا تو وہ اسکو اپنے دربار سے ہمیشہ کے لئے دربدر کر دیتا تھا

جب وہ بستر مرگ پر تھا تو اسنے اپنے بڑے بیٹے فلپ کو نیک ہدایات کا تحریری پروانہ دیا جو اسنے خود لکھا تھا۔ یہ ہدایات اسقدر نصیحت آموز اور وجد آفریں ہیں کہ انسان خواہ کسی بھی عقیدہ سے تعلق رکھتا ہو یہ سب کے لئے گراں قدر ہیں ان پند و نصائح میں سے چند ایک یہاں بیان کی جاتی ہیں: میرے بیٹے خدا سے محبت اپنے ہر فعل میں سب سے بالا رکھ بجائے کوئی گناہ کرنے کے ہر قسم کی اذیت جھیلنے کے لئے ہر وقت تیار رہ۔ جب تم کسی بیماری یا تکلیف میں مبتلا ہو تو خدا کا مشکور بندہ بن کر اس کو جرأت سے برداشت کر یہ سمجھ کر کہ چونکہ تو نے خدا کی صحیح خدمت نہ کی اس لئے تو اس سے زیادہ مصیبت کا حقدار تھا خوب جان لے کہ آزمائشیں تیرے لئے منافعت کا ذریعہ ہیں۔ ثروت میں خدا کا شکر عاجزانہ طور پر ادا کر اور ڈر کہ کہیں تیرا غرور خدا کی ان نعمتوں کا غلط استعمال نہ کرے تا وہ ذرائع جن سے تجھے اپنے آپکو بہتر بنانا تھا کہیں وہ خدا کی ناراضگی کا موجب نہ ہو جائیں

☆ غریب لوگوں سے فیاضی۔ رحمدلی اور خوش خلقی سے پیش آ۔ انکی ضروتوں کو پورا کر اور انکی حتی المقدور اعانت کر

☆ پارسا لوگوں کے ساتھ گفتگو کرنے کو ترجیح دے سوائے نیک اور خوش بخت انسانوں کے کسی کو اپنا قریبی دوست مت بنا بد نام لوگوں کو اپنے سے دور رکھ۔ نیک تقاریر سننا اور اچھی منفعت بخش باتیں سننا اپنی عادت بنا

☆ نیکی سے پیار اور بدی سے نفرت کر تم جہاں کہیں بھی ہو کسی کو گندی بات اپنی موجودگی میں نہ کہنے دو اور نہ ہی تمہیں کوئی بہکا دے کہ تم فاجرانہ بات کہو

☆ خدا کے تمام احسانات پر اسکا اکثر شکر ادا کر

☆ انصاف قائم کرنے میں سخت اور صاف دل رہ۔ غریبوں کی شکایات کو صبر سے سن اور تمام تنازعات میں جہاں تیرے فائدہ کا تعلق ہو اپنے مد مخالف کو اپنے فائدہ پر ترجیح دے تا آنکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے

☆ جو چیز تیری نہیں وہ اسکے مالک کو جلد لوٹا دے اگر معاملہ صاف ستھرا ہے تو دیر مت کر اگر معاملہ مشکوک ہے تو قابل اعتبار اشخاص اس کام کی چھان بین پر معمور کر

☆ اپنی رعایا کے تمام افراد کیلئے امن اور انصاف قائم کر نیکی کو شش کر اچھے منصف اور مجسٹریٹ تلاش کرنے میں پوری احتیاط کر

☆ جھوٹی قسمیں کھانے جوا کھیلنے۔ شراب پینے اور ملحدانہ خیالات کے پرچار میں حتیٰ المقدور پرہیز کر۔ حد سے زیادہ اخراجات نہ کر۔ اور اپنی رعایا پر نا منصفانہ اور بھاری بوجھ نہ ڈال

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴾عیب جوئی﴿

تعمیری تنقید اور بلاوجہ غلطیاں نکالنے میں بڑا فرق ہے لاریب کسی شخص کی بھلائی کی خاطر اسکی کمزوری کی طرف توجہ دلانا اچھا فعل ہے لیکن اسکی شرط یہ ہے کہ شخص مذکور کو مناسب رنگ میں توجہ دلائی جائے اس مضمون میں ہم ان اصحاب کی نشاندہی کریں گے جو تنقید محض خامی تلاش کرنے کی خاطر کرتے ہیں یہ اصحاب ایسے ہیں جنکو شیشے کے محلوں پر پتھر نہیں پھینکنے چاہئیں اسکے ساتھ ہی انہیں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے یہ الفاظ ذہن نشین رکھنے چاہئیں : تم اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا کیوں دیکھتے ہو جبکہ خود تمہاری اپنی آنکھ میں شہتیر موجود ہے (متی باب ۷ آیت ۳)

اسی موضوع پر قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے : یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ۔ (سورۃ ۴۹ آیت ۱۲)۔۔ اے مومنو کوئی قوم کسی قوم سے اسے حقیر سمجھ کر ہنسی مذاق نہ کیا کرے ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہو اور نہ (کسی قوم کی) عورتیں دوسری (قوم کی) عورتوں کو حقیر سمجھ کر ان سے ہنسی ٹھٹھا کیا کریں ممکن ہے کہ وہ (دوسری قوم یا حالات والی عورتیں) ان سے بہتر ہوں اور نہ تم ایک دوسرے پر طعن کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے ناموں سے یاد کرو

گپیں ہانکنا ہم سب کی مشترکہ کمزوری ہے اگر ہم لوگوں کے متعلق فیاضانہ طریق سے گفتگو کریں تو شاید یہ اتنی مہلک چیز نہ ہو لیکن اکثر ایسا نہیں ہوتا ہے ہماری آنکھیں اور ہمارے کان لوگوں میں نقص تلاش کرنے میں تیز ہوتے ہیں۔ چہ جائیکہ خوبصورتی کے پہلو تلاش کریں پھر ہماری زبان دوسروں کی کمزوریاں گننے میں بہت لطف حاصل کرتی ہے قرآن پاک کی تعلیم یہ ہے کہ دوسروں کے عیب نکالنا اور بلاوجہ قابل ضرر تنقید کرنا قابل ستائش فعل

نہیں ارشاد ربانی ہے : یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِنَ الظَّنِ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِ اِثْمٌ وَ لَاتَجَسَّسُوا وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا ۔ (الحجرات آیت ۱۲) اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچتے رہو کیونکہ بعض گمان گناہ بن جاتے ہیں اور تجسس سے کام نہ لیا کرو اور تم میں سے بعض۔ بعض کی غیبت نہ کیا کریں

کوئی شخص بلاوجہ تنقید اور عیب جوئی کا نشانہ بننا پسند نہیں کرتا ہے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اسکا موازنہ بہتر رنگ میں کیا جائے ہم چاہتے ہیں کہ دوسرے ہمارے عیب تلاش کرتے وقت سخاوت اور عفو و درگذر کا مظاہرہ کریں اگر یہ سلوک ہم اپنے لئے مناسب سمجھتے ہیں تو پھر ہمیں خود بھی دوسروں کے لئے ایسے سلوک کا مظاہرہ کرنا چاہئے غیر ضروری تنقید اور عیب جوئی کے خلاف ہم یقیناً ناراضگی کا اظہار کریں گے

کتنی عجیب بات ہے کہ ہم اپنے عیبوں سے تو آگاہ نہیں ہوتے لیکن کس چابکدستی سے دوسروں کے عیوب واضح طور پر دیکھ لیتے ہیں دوسرے کی آنکھ میں تو ہم تنکا بھی دیکھ لیتے مگر ہمیں خود اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ دوسروں میں چھوٹی سے چھوٹی کمزوری بھی ہم غور سے تلاش کرتے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ شاید اس سے بھی بڑی کمزوری ہم میں موجود ہو

حقیقت تو یہ ہے کہ جو لوگ دوسروں میں عیوب تلاش کرتے ہیں در حقیقت خود ان میں عیب اور کمزوریاں زیادہ پائی جاتی ہیں اس نکتہ اور دانائی کی بات کو سمجھ لینے کے بعد ہمیں دوسروں کے عیبوں پر زبان درازی سے احتراز کرنا چاہئے مناسب تو یہ ہو گا کہ ہم ان کی اچھائیوں اور محاسن کا ذکر کریں اور کوئی عیب ہو تو درگزر کریں محبوب خدا سرور کائینات آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے : کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے۔ صحابہ نے جواباً عرض کیا اللہ اور اسکا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ حضور صلعم نے فرمایا ۔ تم اپنے بھائی کے متعلق اسکی غیر حاضری میں کوئی بات کہو جو اسے ناگوار گزرے۔ کسی نے کہا اگر میرا بھائی واقعی ویسا ہو جیسا کہ میں نے بیان کیا ۔ اس پر آں حضور ﷺ نے فرمایا اگر وہ واقعی ویسا ہو جیسا کہ تم نے کہا تو تم نے غیبت کی اور اگر وہ ویسا نہ ہو جیسا کہ تم نے بیان کیا تو تم تہمت اور بدگوئی کے سزاوار ہو

خدا چاہتا ہے کہ ہم دوسروں کے عیب تلاش کرنے اور ان کو گفتگو کا موضوع بنانے کی بجائے یہ کوشش کریں کہ ہم گناہ سے بچیں اور اپنی اصلاح کی طرف زیادہ توجہ کریں ہم اپنی اصلاح اور ترقی میں اس قدر گم ہوں کہ ہمارے پاس غیبت ۔ عیب تلاش کرنے اور دوسروں کو تنقید کا ہدف بنانے کے لئے وقت ہی نہ ہو۔ اگر ہم اپنے اندر نفس مطمئنہ کی حالت پیدا کرنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں ترش اور کاٹنے والی تنقید سے اپنے ذہن اور دہن کو پاک وصاف رکھنا ہوگا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کشائش رزق کا کارگر نسخہ

کشائش کی خاطر جو ہو مضطرب
گناہ سے رہے وہ سدا مجتنب
و من یتق اللہ یَخرج لہ مَخرجًا
وَ یَرزقہ مِن حَیث لاَ یَحتسب

(از ڈاکٹر میر محمد اسمعیل صاحب)

﴿بابر کت زندگی﴾

بابر کت زندگی کی پہچان یہ ہے کہ یہ خدائی انعامات سے نوازی جاتی ہے ہر شخص زندگی میں خدا کے انعامات سے تھوڑے یا زیادہ رنگ میں نوازا جاتا ہے جس کے لئے انسان کو مشکور ہونا چاہئے لیکن بہت لوگ ان انعامات کی ناقدری کرتے ہوئے شکر گزار نہیں ہوتے

صحت اور دولت۔ رشتہ دار اور۔ دوست جملہ انعامات میں سے چند ایک ہیں جب ہم اپنا موازنہ اپنے سے کم تر لوگوں سے کرتے ہیں تب ہمیں اسکا احساس ہوتا ہے اور ہم ایسے انعامات خداوندی کا شکر کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے : اَنِ شکُرلِلہ ۔ وَ مَن یَشکُر فَاِ نَمَا یَشکُرلِنَفسِہ (سورۃ ۳۱ آیت ۱۳) اللہ کا شکر ادا کر۔ اور جو شخص بھی شکر کرتا ہے اس کے شکر کرنیکا فائدہ اسی کی جان کو پہنچتا ہے

پھر ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے لاَ یُفلِحُ الکَافِرُون (سورۃ ۲۸ آیت ۸۳) ناشکر انسان کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتا ہے کَذٰلِکَ نَجزِی کُلَ کَفُور (سورۃ ۳۵ آیت ۳۷) ۔ ہم ناشکر انسان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں

مادی چیزوں کا ہونا اس بات کی علامت نہیں کہ بابر کت زندگی تخلیق میں آوے سچے منعم لوگ وہ ہیں جو بر کات اپنے نفس کے اندر پیدا کرتے ہیں وہ خود کو خدا کے حضور موجود تصور کرتے نیز وہ خدا کو اپنے نفس کے اندر موجود پاتے ہیں وہ آسمانی نور سے منور ہوتے اور وہ اس نور کو جہاں بھی وہ جاتے ہیں خوب ہی پھیلاتے ہیں انکے طور واطوار نیک ہوتے اور ان کے قلوب خدا کی محبت اور معرفت سے چمک رہے ہوتے ہیں انکی خوشی کا مدار مادی اشیاء پر نہیں ہوتا بلکہ خدا سے تعلق پر منحصر ہوتا ہے خدا کے وجود کا احساس وہ اپنے اندر یوں محسوس کرتے کہ ان کے جسم کا ہر خلیہ روحانی بشاشت سے زندہ و تابندہ ہو جاتا ہے اسکی زندگی میں تقدس کی

روح ہر طرف ہر جگہہ نظر آتی ہے: بابرکت زندگی کا نقشہ مندرجہ ذیل انگلش نظم میں کھینچا گیا ہے۔

WHO ARE THE BLESSED

Those who have kept their sympathies awake
And scattered joy for more than custom's sake;
Steadfast and tender in the hour of need;
Gentle in thought, benevolent in deed;
Whose looks have power to make dissensions cease;
Whose smile is pleasant & whose and words are peace
They who have lived as harmless as the above,
Teachers of truth and ministers of love,
Love for all moral power all mental grace,
Love for the humblest of the human race
Love for the tranquil joy that virtue brings;
Love for the giver of all lovely things
Who wait in peace their hour of final rest
These are those who are truly blessed.

مذہب اسلام ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ تمام انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں وہ ان تعلیمات کا جنکا وہ پرچار کرتے ہیں کامل نمونہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں نبی پاک ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے: طٰہٰ (سورہ ۲۰ آیت ۲) اے انسان کامل پھر ارشاد ہوتا ہے وَ اِنكَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیم (سورۃ ۶۸ آیت ۵) آپؐ یقیناً عظیم اخلاق کے حامل ہیں۔ پھر اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں لَقَد کَا نَ لَکُم فِیْ رَسُولِ اللهِ اُسوَۃٌ حَسَنَۃ (سورۃ ۳۳ آیت ۲۲) اللہ کے رسول میں تمہارے لئے ایک اعلیٰ نمونہ ہے (جس کی تمہیں پیروی کرنی چاہئے)۔ نبی پاک ﷺ کی مندرجہ ذیل دعا بھی بہت مؤثر اور دلسوز ہے اَللّٰہُمَّ اجْعَل فِی قَلبِی نُورًا فِیْ بَصَرِی نُورًا فِیْ سَمعِی نُورًا وَعَن یَمِینِی نُورًا وَ عَن یَسَارِی نُورًا وَفَوقِیْ نُورًا وَ فِی تَحتِی نُورًا وَ اِمَامِیْ نُورًا وَفِی خَلفِی نُورًا وَاجعَل لِی نُورًا ۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ کا آپ حضور ﷺ کے کردار کے بارہ میں جامع بیان ہے کان خلقہ القرآن

نبی پاک ﷺ کے عظیم کیریکٹر اور مقناطیسی شخصیت جس نے لوگوں کی زندگیوں میں انقلابی تبدیلی پیدا کی اسکا اندازہ درج ذیل تقریر سے لگایا جا سکتا ہے جو جعفر طیارؓ نے حبشہ

کے بادشاہ کو اسلام کا تعارف کراتے ہوئے کی تھی

اے بادشاہ ہماری قوم کی یہ حالت تھی کہ ہم سب جاہل تھے بتوں کی پوجا کرتے۔ مردار کھاتے برے کاموں کے مرتکب ہوتے رشتے ناطے توڑتے۔ پڑوس سے برا سلوک کرتے۔ اور ہم میں سے قوی کمزور کو کھا جاتا تھا یہ ہماری حالت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری جانب ہمیں میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا جسکے نسب۔ سچائی امانت۔ اور پاکدامنی کو ہم سب جانتے ہیں اس نے ہمیں اللہ کی جانب دعوت دی کہ ہم اسے یکتا مانیں اور اسکی عبادت کریں ہم اور ہمارے بزرگوں نے اسکو چھوڑ کر پتھروں اور بتوں کی جو پوجا اختیار کی اسکو چھوڑیں اس رسول نے ہمیں سچی بات امانت کی ادائیگی رشتہ داروں سے تعلقات کے قائم رکھنے پڑوسیوں سے نیک سلوک کرنے۔ حرام باتوں اور قتل و خونریزی سے باز رہنے کا حکم دیا اور ہمیں بری باتوں جھوٹ بولنے یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع فرمایا اسنے ہمیں حکم دیا کہ خدائے یکتا کی عبادت کریں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور اسنے ہمیں نماز زکوٰۃ اور روزوں کا حکم دیا

پس ہم نے اسکی تصدیق کی اور اسپر ایمان لائے وہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے لایا ہم نے اسکی پیروی کی پس ہم نے خدائے یکتا کی عبادت میں کسی کو اسکا شریک نہیں بنایا اور ان تمام چیزوں کو حرام جانا جو ہم پر حرام کی گئیں اور ان چیزوں کو حلال جانا جو ہم پر حلال کی گئیں تو ہماری قوم نے ہم پر ظلم و زیادتی کی اور انہوں نے ہمیں تکلیفیں پہنچائیں اور ہمیں دین کے متعلق مصیبتوں میں مبتلا کیا تاکہ ہمیں اللہ کی عبادت سے پھیر کر بتوں کی پوجا کی جانب لوٹ جائیں اور تاہم ان تمام بری چیزوں کو حرام سمجھ لیں جنکو ہم حلال سمجھا کرتے تھے جب ان لوگوں نے ہم کو مجبور کیا اور ظلم ڈھائے اور ہمارے لئے زندگی کا میدان تنگ کردیا اور ہمارے دین کے کاموں میں رکاوٹیں ڈالنے لگے تو ہم آپ کے ملک کی جانب نکل آئے اور ہم نے آپ کو دوسرے لوگوں پر ترجیح دی اور آپکی ہمسائیگی کی جانب راغب ہوئے اور اے بادشاہ ہمیں امید ہوئی کہ آپ کے پاس ہم پر ظلم نہ ہوگا (اقتباس از سیرت ابن ہشام۔ ترجمہ مولوی قطب الدین۔ کراچی صفحہ ۵۰۲)

برصغیر ہندوستان کے نامور مسلمان مؤرخ سید امیر علی نے آنحضور ﷺ کے پاک کردار کا خاکہ ان وجد آفریں الفاظ میں کھینچا ہے:

ہم نے اس عظیم الشان انسان کو یتیم بچے کی حالت میں دیکھا جو اپنے باپ کی محبت سے محروم رہا جو بچپن میں والدہ کی نگہداشت سے بھی محروم رہا اس کی زندگی کے اولین ایام مصائب اور دکھوں سے بھرے ہوئے تھے معصوم لڑکپن سے آپ صاحب فکر نوجوان بنے آپکی جوانی کی عمر بچپن کی زندگی کی طرح گناہ سے پاک تھی آپ کی بڑی عمر کا حصہ تو جوانی والے حصہ کی طرح سادہ اور خدا پرست تھا آپ غریبوں اور کمزوروں کی مدد کو ہر وقت تیار رہتے تھے آپ کا دل خدا کی تمام مخلوق کے لئے ہر وقت نرم اور ہمدردی سے بھرا ہوا تھا آپ اس قدر عاجزی اور

خلوص سے قدم رنجہ ہوتے کہ راہ جاتا آپ کو مڑ کر دیکھتا اور آپ کی طرف اشارہ کر کے کہتا وہ جاتا ہے الامین اور صادق۔

آپ ایک مخلص دوست اور خاوند تھے ایک مفکر جو زندگی و موت کے اسرار نیز انسانیت کے انجام اور انسان کے اعمال کا انجام جاننے اور انسان کی پیدائش کی اصل غرض جاننے میں ڈوبا ہوا تھا۔ ایسا انسان جس کو ایک قوم کی اصلاح نہیں بلکہ پوری دنیا کی اصلاح کا بیڑا اٹھانے کے لئے مامور کیا گیا اس بوجھل کام کے لئے۔ اور اسکو سکون و راحت دینے کے لئے صرف پیار بھرا دل ملا تھا۔ آپ کو دھوکا دیا گیا مگر لڑکھڑائے نہیں آپ ہارے مگر مایوس نہ ہوئے آپؐ ایک ناقابل تسخیر روح کے ساتھ اس کام کو سرانجام دینے لگے جو آپ کو تفویض کیا گیا تھا۔ آپ کے کردار میں خلوص اور شرافت خدا کی رحمیت پر آپ کے یقین کامل کہ وجہ سے بہت سے نیک دل لوگ آپ پر ایمان لے آئے اور جب کڑی آزمائش کا وقت آیا تو ایک جابدست جہاز راں کی طرح آپ اپنے مقام پر جمے رہے تا آں کہ آپ کے تمام ساتھی ساحل پر بخریت پہنچ گئے آپ کی زندگی میں ایسے کئی واقعات ملتے ہیں۔

پھر ہم آپ (صلعم) کو انسانوں کا حکمراں۔ انسانی دلوں پر حکومت کرنے والا۔ اور چیف قانون دان۔ سپریم مجسٹریٹ کے روپ میں پاتے ہیں مگر آپ میں خودستائی کی بجائے عاجزی اور انکساری نظر آتی ہے آپ (صلعم) کی زندگی کی تاریخ اس لمحہ کے بعد اس کامن ویلتھ میں مدغم ہوگئی جس کے آپ محور تھے۔ آج کے بعد وہ مبلغ جو اپنے ہاتھ سے جوتے گانٹھا کرتا تھا اپنے کپڑے سیا کرتا تھا اور جس نے کئی پہر کھانے کے بغیر گزار دیئے وہ اب روئے زمین کے بڑے بڑے طاقت ور حکمرانوں سے زیادہ طاقت ور تھا (سپرٹ آف اسلام)

سر ولیم میور انیسویں صدی کا مستشرق اور عیسائی مناد تھا وہ اپنی کتاب لائف آف محمد میں کہتا ہے: ان (عربوں) کا مزہب بت پرستی سے بھرپور تھا انکا عقیدہ اوہام پرست اور غیر مرئی چیزوں پر تھا ان غیر مرئی چیزوں سے یہ مدد طلب کرتے تھے اور انکی غیر خوشنودی سے اجتناب کرتے بجائے اس کے کہ ایک حاکم خدا پر یقین رکھتے۔ پھر بجائے اس کے کہ آنیوالی زندگی اور اچھائی اور نیکی ان کے اعمال کا اصل محرک ہوتے یہ چیز انکو معلوم نہ تھی۔ ہجرت سے تیرہ سال قبل مکہ اس غیر معروف علاقہ میں بے جان شہر تھا مگر ان تیرہ سالوں میں اس شہر میں کیا خوشکن تبدیلی آئی صدیوں افراد کے گروہ نے بت پرستی ترک کردی خدائے واحد کی عبادت کے گرویدہ ہو کر انہوں نے اپنے آپ کو خدا سے نازل ہونے والی کتاب کے آگے خود کو پورے یقین سے سونپ دیا یہ لوگ خدا کے آگے پوری رغبت اور گرم جوشی سے بار بار دعا گو ہونے لگے اس کی رحمت کے طالب ہونے اور نیکی کی راہ پر چلنے کی سعی کرنے لگے

اب وہ ایک قہار اور غیور خدا کے سایہ میں رہنے لگے وہ خدا انکی چھوٹی چھوٹی فکروں کا خیال رکھنے لگا فطرت کے ہر تھفہ میں زندگی کے ہر رشتہ میں

زندگی کے ہر موڑ پر چھا رہا ہے وہ انفرادی ہو یا اجتماعی ان کو خدا کا طاقت ور ہاتھ نظر آیا جس نئی زندگی میں اب وہ رہنے لگے تھے وہ خدا کی برکات والی زندگی سے بھری زندگی کا نشان تھا جبکہ انکے سا تھی شہریوں کا کفران کے راندہ درگاہ ہونے کی نشانی تھا محمد ان کے لئے اب زندگی کا کارپرداز تھا اب خدا انکی امیدوں کا سر چشمہ اور اس کے آگے انہوں نے خود کو مکمل طور پر دست بردار کر دیا تھا۔

آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ بہت ہی بابرکت اور اعلیٰ پایہ کی تھی آپؑ خالق کائینات سے مستقل مکالمہ فرماتے تھے اور آپ کی زندگی میں ہر منٹ اور ہر سیکنڈ خدا کی صفات کا ظہور ہو تا تھا آپ نے مردوں کو زندگی بخشی گناہ گاروں کو ولی اللہ بنایا ایک مشرک اور روبہ تنزل قوم میں آپ نے روحانی انقلاب برپا کر دیا نہ صرف یہ بلکہ آپنے انکی ذاتی چال چلن میں بھی انقلاب برپا کر دیا۔ آپ ﷺ کے آسمانی عطر کی نکہت کسقدر شیریں تھی اسکی ستائش بانی جماعت احمدیہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب نے اپنی ایک نظم میں یوں کی ہے :

عجب نوریست در جان محمد — عجب لعلیست در کان محمد
ندانم ہیچ نفسے در دو عالم — کہ دارد شوکت و شان محمد
اگر خواہی نجات از مستیء نفس — بیا در ذیل مستان محمد
اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت — بشو از دل ثنا خوان محمد
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش — محمد هست برہان محمد
سرے دارم فدائے خاك احمد — دلم ہر وقت قربان محمد
بسے سہل از دنیا بریدن — بیاد حسن و احسان محمد
فدا شد در رہش ذرّہ من — کہ دیدم حسن پنہان محمد
دگر استاد را نامے ندانم — کہ خواندم در دبستان محمد

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿نیک کاموں میں مستقل مزاجی﴾

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں : لِلَّذِینَ اَحسَنُوا الحُسنیٰ وَ زِیَادَۃٌ ۔ وَلاَ یَرھَقُ وَجُوہَھُم قَتَرٌ وَلاَ ذِلَّۃٌ اُولٰئِکَ اَصحٰبُ الجَنّتہِ ھُم فِیھَاخَالِدُون(سورۃ ۱۰۔ آیت ۲۷)ان لوگوں کے لئے جنہوں نے نیکو کاری کی بہترین انجام ہو گا اور اس پر مزید (انعامات بھی)۔ان کے چہروں پر نہ غبار چھائے گا اور نہ ذلت (کے آثار ہوں گے) یہ لوگ جنت کے مکین ہیں (اور) اس میں رہتے چلے جائیں گے

مذہب فی الواقعہ نیک طریقہ زندگی کا عملی نام ہے تمام مذاہب نے نیک زندگی اور عادات واطوار اپنانے پر زور دیا ہے مذہب بغیر نیک اعمال کے مردہ چیز ہے بائیبل میں درج ہے اے خدا مری موت نیکو کاروں کی ہو اور میرا انجام بھی ایسا ہو (نمبرز۔23:10)حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں کو تقویٰ کی زندگی بسر کر نیکی تلقین کرتے ہوئے فرمایا : بابرکت ہیں وہ لوگ جو تقویٰ اور پارسائی کے حصول کیلئے بھوکے پیاسے کی طرح تڑپتے ہیں۔ پھر قرآن مجید میں ہر مسلمان کو یہ دعا بار بار پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے اِھدِ نَا الصِرَاطَ المُستَقِیم ہ صِرَاطَ الذِّینَ اَنعَمتَ عَلَیھِم غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیھِم وَ لاَ الضَالِین۔ہ

لاریب تقویٰ اور پارسائی کا راستہ ایک آسان راستہ نہیں ہے یہ پھسلنے والا اور بلندی کی طرف چڑھنے والا مشکل راستہ ہے اس پر پھسلنا بہت آسان بات ہے لیکن ہے یہ خوشکن اور روح افزا سفر جو جنت نظیر مقامات کے دلکش مناظر میں سے گزرتا ہے اس جادہ پر ترقی کرنیکے لئے صبر اور ثابت قدمی کا ہونا لازمی امر ہے جس طرح دنیوی امور بھی بغیر کسی کوشش کے ثمر آور نہیں ہوتے اسی طرح یہ مقولہ اخلاقی نمود پر بھی پوری طرح لاگو ہوتا ہے بغیر تکلیف کے سبقت لے جانا لا محال ہے مذہب ایک شرط یہ لگاتا ہے کہ ہم خدا کے راستہ میں سبقت لے جانے کے لئے پورا جتن کریں اور اللہ تعالیٰ کی مدد اور اسکی نصرت و حفاظت

کیلئے تضرع سے دعا گو ہوں یاد رہے کہ دعا اور کوشش دونوں درکار ہیں۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض لوگ دعا پر زیادہ زور دیتے اور کوشش کم کرتے اور پھر سوچتے ہیں ہماری دعا کو شرف قبولیت کیوں حاصل نہیں ہوتا؟

ہمارا انتہائے مقصود یہ ہونا چاہئے کہ ہم تقویٰ میں ہر روز گاہے بگاہے ترقی کریں اس سفر میں کوئی آخری منزل نہیں جہاں سفر ختم ہو جاتا ہو۔ اپنی روحانی حالت سے مطمئن ہو جانے میں کوئی نیکی نہیں ہے کیونکہ اگر اپنی حالت سے مطمئن ہو گئے تو گویا ہم نے الٹا سفر شروع کر دیا ثابت قدمی ترقی کی پوشیدہ کنجی ہے جب ہم اس دنیا سے کوچ کریں گے تو لوگ کہیں کہ وہ ترقی کے راستہ پر گامزن رہ کر موت کی آغوش میں چلا گیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں وَ اللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِین ہ سورۃ ۲۔ آیت ۲۵۰۔ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ (ہوتا) ہے

تقویٰ اور نیکی مستقل کوشش اور توجہ کے بغیر انسان میں پنپ نہیں سکتے ہیں اپنا تجزیہ خود کرنا اپنے آپ کو ڈسپلن کرنا۔ سلیف کنٹرول۔ چوکس رہنا۔ شدت سے چاہنا نیز دعا کرنا بہت لازمی امور ہیں ہم انسان ہیں کوئی فرشتے تو نہیں کہ ھم میں غلطیاں یا نقص موجود نہ ہوں شاید اس نیکی کے کٹھن راستہ پر ہم گھٹنوں کے بل گر پڑیں شاید ہمیں بہت سی شیطانی خواہشات اور ذھنی رجحانات کے خلاف جنگ کرنی پڑے لیکن اگر ہمارا نفس مضبوط ہے تو پھر مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں ہے ہماری ہر کوشش ترقی کی جانب ہمیں لیجاتے ہوئے بلآخر جنت کی طرف لے جائیگی اگر ہم اپنے مطمح نظر کو حاصل نہ کر سکیں تو بھی ہم تقویٰ کے نیک راستہ پر لمبا سفر کر چکے ہوں گے اگر بالفرض محال ہم پھسل جائیں تو بھی ہمیں دل نہیں ہارنا چاہئے اللہ کریم فرماتے ہیں قُل یٰعِبَادِیَ الَّذِینَ اَسرَفُوا عَلیٰٓ اَنفُسِہِم لاَ تَقنَطُوا مِن رَحمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغفِرُ الذَّنُوبَ جَمِیعًا اِنَّہٗ ھُوَ الغَفُورُ الرَّحِیم ہ (سورۃ ۳۹ آیت نمبر ۵۴) تو انکو ہماری طرف سے کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جان پر (گناہ کر کے) ظلم کیا

ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے وہ بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب۔ اپنی کتاب احمدیت یا حقیقی اسلام میں فرماتے ہیں :

Islam rescues man from despair and tells him that he can, in spite of his errors and mistakes, attain to the purity of mind and conduct which is the highest goal of man. It thus encourages him to make constant effort towards virtue and purity and enables him ultimately to arrive at his goal.

انسان کو چاہئے کہ وہ مسلسل کوشش کرتا رہے اگر وہ گر پڑے تو اٹھ کر دوبارہ جادہء ترقی پر روانہ ہو جائے ولیم گلیڈ سٹون برطانیہ کے سابق وزیر اعظم نے کیا خوب کہا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک بڑا یا نیک نہیں بنا جب تک کہ اس نے بہت بڑی فاش غلطیاں نہ کیں ہوں۔ اگر ہم نیک اعمال سر انجام دیتے ہوئے غلطی کر جائیں تو ہمیں خود کو جھنجھوڑ کر دوبارہ مصروف ہو جانا چاہئے اور یہ مصمم ارادہ کرنا چاہئے کہ ہم ایسی غلطی دوبارہ نہ کریں گے

دو ہزار سال قبل کے ایک مشہور رومن ادیب نے نیک آدمی کا خاکہ ان الفاظ میں کھینچا

The greatest man is he who chooses right with the most invincible resolution; Who resists the sorest temptations from within and without; who bears the heaviest burdens cheerfully, who is calmest in storms, and the most fearless under menaces and frowns; whose reliance on truth, on virtue and on God is the most unfaltering.

خوب جان لو کہ صرف زور اور طاقت کے ذریعہ بڑے کام سر انجام نہیں دئے جاتے ہیں پہلوان دیکھو کتنے طاقت ور ہوتے ہیں لیکن استقلال اور ثابت قدمی سے ہی وہ چمپئن بنتے ہیں کامیابی صرف انکے قدم چومتی ہے جو آخر تک ثابت قدم رہتے ہیں۔ ہمارا نصب العین دم واپسیں تک نیکی اور تقویٰ کا حصول ہو یہ قرآنی نصیحت ہمارے پیش نظر رہے فاستبقوا الخیرات

مختصر یہ کہ نیک زندگی کے حصول میں ثابت قدمی اور مستقل مزاجی بہت لازمی ہے

﴿بُرے دوستوں سے بچو﴾

قرآن کریم میں مسلمانوں کو کیا شاندار دعا سکھلائی گئی ہے ۔اهد نا الصراط المستقیم o مذہبی زندگی میں ہر مسلمان کی سب سے بڑی تمنا مذکورہ دعا ہوتی ہے جو ہر مومن دن میں پانچ نمازوں کی ادائیگی کے دوران بتیس مرتبہ دہراتا ہے۔ بعض دیندار اور پارسا مسلمان دن میں اس سے بھی زیادہ نمازیں پڑھتے ہیں اور رات کو بھی مزید نمازیں ادا کرتے یوں اس زبردست دعا کی تلاوت کی تعداد اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے ہر مسلمان خدا کے حضور اس بات کا طلبگار ہوتا ہے کہ اس کے پاؤں صراط مستقیم پر ہمیشہ گامزن رہیں۔

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ جس دور سے ہم گزر رہے ہیں یہ گناہ اور شیطانی وساوس سے بھرپور ہے مذہبی اور اخلاقی اقدار کو کوئی زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی خدا کی محبت اور خوف چند محدود دلوں میں پایا جاتا ہے۔ اور جو لوگ اپنے آپ کو خدائی قوانین سے مبرا سمجھتے ہیں وہ خدا کے وجود پر بھی یقین نہیں رکھتے وہ دنیوی ضروریات اور نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے ہر جتن کرتے ہیں وہ صالح زندگی کی اہمیت کو نہ تو جانتے اور نہ اسکی قدر کرتے ہیں

زندگی کا اصل مقصد میرے نزدیک خدا کی جستجو میں صحیح راستہ پر گامزن ہونا ہے اور یہی نصب العین اسلامی تعلیم ہے بلکہ تمام مذاہب حضرت آدمؑ سے لیکر آج تک یہی تعلیم دیتے آئے ہیں۔ ذرا انجیل مقدس کے مندرجہ ذیل حوالوں پر غور فرمائیں :

بابرکت ہیں وہ جو میرے راستہ پر چلتے ہیں (امثال ۸ : ۳۲)

ہر وہ شخص جو خدا سے خوف کھاتا اور اسکے راستہ پر چلتا ہے بابرکت ہے (زبور)

اے مولیٰ مجھے اپنے راستہ دکھلا (زبور باب ۲۷ آیت ۱)

تیری حکمرانی قائم ہو (لوقا باب ۱۱ آیۓ ۲)

کچھ ایسے لوگ اور اہل ایمان ضرور ہیں جو خدا کے راستہ میں تگ و دو کو پسند تو کرتے ہیں مگر اپنے لائف اسٹائل کی وجہ سے وہ اسپر عمل نہیں کرپاتے ہیں ان کیلئے اس معاملہ میں ترقی دوبھر ہے چونکہ انکے ذہن میں منفی خیالات نے گھر کرلیا ہے اور وہ عزم بالجزم سے بھی عاری ہیں۔ لیکن اگر وہ پختہ عزم رکھتے ہوں تو جلد ہی وہ روحانی جادہ پر سفر سُرعت سے کررہے ہوں گے اس ضمن میں تضرعانہ دعائیں اور خدائی رہبری شرط اول ہے دعا فی الحقیقت ہمارا سب سے بڑا ہتھیار ہے کیونکہ ہر غیر ممکن کام دعا ہی سے ممکن ہو سکتا ہے

قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے : وَاِذَا سَأَلَکَ عِبَادِی عَنِّی فَاِنِّی قَرِیبٌ ہ اُجِیبُ دَعوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلیَستَجِیبُوا لِی وَالیُؤمِنُوا بِی لَعَلَّھُم یَرشُدُونَ(البقرۃ ۱۸۷) اور اے رسول جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو(تو جواب دے کہ) میں (انکے) پاس ہی ہوں جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اسکی دعا کو قبول کرتا ہوں سو چاہئے کہ وہ (دعا کرنے والے بھی) میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا وہ ہدایت پائیں

جو لوگ پختہ ایمان والے ہیں نیز وہ مخلص اور دیندار ہیں بلا شبہ خدا تعالیٰ ان کی دعائیں سنتا اور انکا جواب دیتا ہے ہر مسلمان کے لبوں پر یہ دعا ہونی چاہئے ایاك نعبد و ایاك نستعین ہ اھد نا الصراط المستقیم ہ صراط الذین انعمت علیھم ہ غیر المضغوب علیھم و لا ا لضا لین

روحانی مسافر کیلئے ایک چیز جو مشروط ہے وہ یہ ہے کہ اسکی تمام توجہ اس مثالی کیفیت کی طرف مبذول ہو جسکو حاصل کرنے کے لئے وہ تگ و دو کررہا ہے اسکو اس راستہ میں آنیوالے گڑھوں اور جالوں کا نہیں سوچنا چاہئے جو اسکو اپنے جال میں جکڑ کر اسکی ترقی میں رکاوٹ پیدا کردیں ذرا اپنے ذھن میں لکڑی کا تختہ تصور میں لائیں اگر یہ تختہ زمین پڑا ہو تو کوئی بھی دماغی صحت والا شخص اس پر چل کر ایک کونے سے دوسرے کونے تک چلا جائیگا لیکن اگر اسی

تختہ کو دو اونچی عمارتوں کے درمیان رکھ دیا جائے تو ہر دانا شخص ایک طرف سے دوسری طرف چل کر جانے میں خوف کھائیگا کہ وہ کہیں زمین پر گر کر زخمی نہ ہو جائے جتنا کوئی شخص بلندی سے نیچے کی طرف دیکھے گا اتنا ہی اسکا گرنا زیادہ ممکن ہو گا اسکے برعکس اگر وہ سیدھا دیکھے اور پورے اعتماد کے ساتھ اس تختہ پر چلے تو اس کو عبور کرنا مشکل نہ ہو گا۔ رّسہ پر چلنے والے بھی کبھی نیچے نہیں دیکھتے بعینہٖ اگر انسان اپنے گناہوں کی طرف توجہ دیتا رہے تو بعید نہیں کہ وہ انہی گناہوں میں مبتلا ہو کر رہ جائے جن سے وہ اجتناب کرنا چاہتا تھا بہتر تو یہ ہے کہ وہ اپنی روحانی مقصد اور مطمح نظر کے لئے اوپر کی طرف دیکھے اس بات کے کہنے کا یہ مقصد نہیں کہ وہ گناہ کے ہونے اور خطرات سے خود کو آگاہ نہ رکھے کہنے کا مدعا یہ ہے کہ وہ اپنے گناہوں پر ہی اپنی توجہ مرکوز نہ کر دے کیونکہ یہ عادت اسکو اپنے پنجہ میں جکڑ سکتی ہے

جنسی بے راہ روی کا تدارک بھلا کیسے ہو سکتا ہے اگر ہر وقت لوگوں کی توجہ اس طرف ہی مبذول ہوتی رہے جنس کا ان دنوں ٹیلی ویژن۔ ریڈیو۔ پریس کتابوں میگیزین سینما گھروں حتٰی کہ بچوں کی کتابوں میں بھی اس کا بلا خوف ذکر کیا جاتا ہے لوگ کتنے بے شرم ہو کر اس کاروبار میں ملوث ہوتے ہیں حالانکہ یہ خدا کے قوانین کی سراسر خلاف ورزی ہے بجائے اسکے اگر ہم لوگوں کی توجہ پاک وصاف زندگی کے آئیڈیل کی طرف کریں تو اس سے انسانیت کی کتنی بہبودی ہو گی اور کتنوں کا کردار نکھر سکتا ہے

ایک زمانہ میں خیال کیا جاتا تھا کہ سر عام بازار میں مجرموں کے سر قلم کرنے سے دیکھنے والے جرم کے ارتکاب سے پرہیز کریں گے اس کے برعکس پتہ یہ چلا کہ ایسی سزا دینے کے مابعد تشدد کے واقعات میں اضافہ ہو گیا جس سے نتیجہ یہ اخذ کیا گیا کہ ہوس پرستی سے ہوس پرستی جنم لیتی ہے یہی معاملہ جنس کے عام کھلے مناظر دکھلانیکا ہے بلکہ زبانی اور لغو باتوں

کا بھی یہی معاملہ ہے جس کا آجکل بہت چرچا ہے ان باتوں کا کچھ ماحصل نہیں ماسوائے لاقانونیت کے۔

ایک اور بہت ضروری چیز جسے روحانی مسافر کو ہمیشہ متحضر رکھنا چاہئے وہ اچھے نیک دوستوں کی معیت میں وقت گزارنا ہے یہ کس قدر سچی بات ہے کہ انسان کی پہچان اسکے دوستوں سے ہوتی ہے یہ بہت اہم نکتہ ہے جسکو کبھی بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کُونُوا مَعَ الصَّادِقِین (سورۃ ۹ آیت ۱۱۹) صادقوں کی (جماعت) میں شامل ہو جاؤ۔ کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ ہم ان لوگوں یا دوستوں کا بائیکاٹ کریں جنکو ہم پسند نہیں کرتے۔ زندگی میں انسان کو ہر قسم کے شخص سے واسطہ پڑتا ہے اس لئے ہمیں اپنے قریبی دوستوں کے انتخاب میں بہت محتاط ہونا چاہئے جنکا طریقہ حیات قابل ستائش نہیں ہے رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کے کردار پر ان دوستوں اور رفقاء کا اثر ضرور ہوتا ہے جنکی معیت میں وہ رہتا ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ انسان اچھے لوگوں کی معیت میں اپنا وقت گزارے۔ ہر چہ درکان نمک رفت نمک شد

جن لوگوں کے ساتھ ہم رابطہ رکھتے ہیں ان کے قواعد زندگی اگر نیک نہیں تو ان سے پرہیز مناسب ہے بُرے شخص سے پرہیز مناسب ہے کیونکہ وہ دوسروں کیلئے ذلت ورسوائی کا باعث ہے یہ بات سونے کی طرح خالص اور سچی ہے کہ نیک دوستوں کی صحبت میں ہم نیک رہیں گے جبکہ بُرے دوستوں کی رفاقت بد چلنی کی طرف لے جاتی ہے جبھی تو کہتے ہیں بُرے دوستوں سے بچو کہ وہ تمہارا تعارف بن جاتے ہیں

مندرجہ ذیل تین امور انسان کی روحانی زندگی کو ترقی کی طرف لے جانے کی طرف بہت مدد ہوں گے اس لئے انکو ہمیشہ متحضر رکھیں ☆دعا ☆ اپنی توجہ اعلیٰ آئڈیل پر مرکوز

رکھو ☆ اچھی صحبت میں رہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دست درکار و دل با یار

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ اور ایک درویش کا انتقال ہوا کسی نے خواب میں دیکھا کہ بادشاہ جنت میں ٹہل رہا ہے اور درویش دوزخ میں پڑا ہوا ہے کسی بزرگ سے تعبیر پوچھی گئی تو انہوں نے کہا کہ وہ بادشاہ صاحب تخت و تاج تھا مگر درویشی کی تمنا کرتا تھا اور درویشوں کو بڑی حسرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور یہ درویش تھے تو فقیر بے نوا۔ مگر بادشاہ کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے اس طرح اگر کوئی شخص مسجد میں ہے اور اسکا دل کہتا ہے کہ جلدی نماز ختم ہو اور میں اپنے کام کو جاؤں تو گویا وہ مسجد سے نکل چکا اور کوئی بازار میں ہے اور اسکا دل مسجد و نماز میں لگا ہوا ہے تو گویا وہ نماز ہی میں ہے یہی معنی انتظار الصلوۃ بعد الصلوۃ کے ہیں۔۔۔۔ زہد خانقاہ میں بیٹھنے کا نام نہیں ہے ۔

﴿سیدھا راستہ﴾

انسانی کی تخلیق کا مقصد خدا کے نزدیک یہ ہے کہ وہ اپنے خالق کو پہچانے اور اپنی زندگی کو خدائے واحد کے قوانین کے مطابق گزارنے کی پوری سعی کرے اس مقصد کو حاصل کرنیکا ایک کارگر نسخہ صراط مستقیم کی تلاش اور پھر تلاش کے بعد اس راستہ پر پوری دلجمعی کے ساتھ ثابت قدم رہنا ہے۔ روحانی مسافر کو اپنے اندر خدا تعالیٰ کی بیان کردہ نیک صفات کا پیدا کرنا اور اسکے ساتھ ساتھ التزام کے ساتھ دعا میں مصروف ہونا اور خدا کی نصرت کا طالب ہونا اور گمراہی سے محفوظ رہنا بھی ضروری ہے۔ اللہ کریم اپنی پیاری کتاب میں فرماتے ہیں: وَمَا خَلَقتُ الجِنَّ وَالاِ نسَ اِلاَّ لِیَعبُدُون (سورۃ ۵۱ آیت ۵۷) اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے

خدا تعالیٰ کی عبادت صرف نماز تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اسکا احاطہ اپنے ذاتی اعمال پر بھی ہونا چاہیئے جو خدا کی شان اور بلندی کیلیئے سر انجام ہوں یہ عملی عبادت کا جیتا جاگتا نمونہ ہوگا جو ہر سوچ۔ ہر لفظ۔ اور ہر عمل پر حاوی ہو۔ اسلامی عبادت بھی نیک کردار کا عملی ثبوت ہے جس کی تعلیم فرقان عظیم میں دی گئی ہے اور رسول مقبول ﷺ نے اپنی سنت سے اسکی تشریح فرمائی ہے بلاشبہ اس نیک آئیڈیل کا حاصل کرنا کوئی سہل کام نہیں ہے فی الحقیقت یہ نہ ختم ہونے والی جدو جہد ہے جس میں ترقی مرحلہ وار ہوتی ہے ۔ روحانی مسافر اپنی ہر کمزوری اور عیب سے آگاہ رہتا ہے مگر جادہء سفر پر وہ اپنی ترقی سے بھی ہر لحظہ آگاہ رہتا ہے نیز دوسرے لوگ بھی اس کی ترقی سے آگاہ رہتے ہیں جو اسکو جانتے اور اسکا مشاہدہ کررہے ہوتے ہیں لوگ اس کے اطوار اور عادات میں خاص تبدیلیاں محسوس کرتے ہیں خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو

تقویٰ کے راستہ پر ترقیاں حاصل کرتے اور خدا کے نور کے پر تو میں سفر کرتے ہیں یاد رہے کہ اس ترقی کا دارومدار مستقل مزاجی اور ثابت قدمی میں مضمر ہے کیونکہ اس روحانی کشمکش میں اسکو بہت قسم کی رکاوٹوں سے سامنا کرنا پڑتا ہے

کتنی بدقسمتی ہے کہ انسان روحانی تجربہ اور ترغیب کے فقدان کے باعث مایوسی کے گندے پانی میں ڈوبا جارہا ہے ایسی مایوس کن حالتیں روحانی مسافروں کو بھی وقتاً فوقتاً پیش آتی ہیں ایسے حالات ہر شخص کے لئے باعث آزمائش ہوتے ہیں ان آزمائش کن حالات میں انسان کو خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا چاہئے اور مایوس نہیں ہونا چاہئے قرآن مجید میں ہمیں یہ دعا سکھلائی گئی ہے۔۔ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ٥ (۷:۱۲۷) اے ہمارے رب ہم کو صبر عطا فرما اور ہمیں اس حالت میں موت دینا کہ ہم مسلمان ہوں

روزانہ نماز کے دوران ہر مسلمان خدا سے ملتجی ہوتا ہے کہ وہ اسے صراط مستقیم پر قائم رکھے۔ دعا کا جواب اگر اسے جلدی نہ ملے تو اسے مایوس نہیں ہونا چاہئے یا اسکا مذہبی جوش و خروش اگر کم ہو جائے تو بھی گھبرانیکی بات نہیں ہے اسے صبر کا دامن چھوڑنا نہیں چاہئے جلد یا بدیر وہ اپنے ایمان اور عقیدہ میں تواتر کے باعث اسکے پھل ضرور پائیگا جو خدا کے مقرب بندے ہیں وہ بھی بعض دفعہ نماز میں لطف محسوس نہیں کرتے۔ اور روحانی تجربات کا لطف بھی قدرے کم ہو جاتا ہے اس خاص موضوع پر حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح اور مہدی موعود علیہ السلام نے یوں تبصرہ فرمایا ہے :

> جو لوگ خدا پر ایمان لاکر پوری پوری استقامت اختیار کرتے ہیں ان پر خدا تعالیٰ کے فرشتے اترتے ہیں اور یہ الہام انکو کرتے ہیں کہ تم کچھ خوف اور غم نہ کرو تمہارے لئے وہ بہشت ہے جس کے بارے میں تمہیں وعدہ

دیا گیا ہے سو اس آیت میں بھی صاف لفظوں میں فرمایا کہ خدا تعالیٰ
کے نیک بندے غم اور خوف کے وقت خدا سے الہام پاتے ہیں

اسلامی اصول کی فلاسفی۔ صفحہ ۱۷۸

یقین محکم رکھنے والا مسلمان ان آزمائشی حالات میں خدا کی پوشیدہ برکات کو تلاش کرتا ہے تا وہ کڑے وقت میں خدا کی نصرت اور تائید الہٰی کو اچھے رنگ میں استعمال میں لا سکے وہ ان کڑے حالات میں یوں سفر کرتا ہے جیسے تلاطم خیز سمندر میں کوئی بحری جہاز سکون سے سفر کر کے اپنا اچھا اور مفید ہونا ثابت کرتا ہے وہ مایوسی کا شکار نہیں ہوتا بلکہ اپنے مذہب پر ثابت قدم رہتا ہے اور خدا کے الفاظ جو قرآن مجید میں آئے ہیں انکو گنگناتا ہے اور انپر غور کر کے لطف اندوز ہوتا ہے : **اِنَّ الَّذِینَ قَالُو رَبُّنَا اللّٰہُ ثُم استَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَیھِم المَلآ ئِکَۃ اَلاَّ تَخَا فُوا وَلاَ تَحزَنُوا وَابشِرُوا بِالجَنَّتِہِ التِی کُنتُم تُوعَدُون ہ نَحنُ اَولِیَآ ؤُکُم فِی الحَیٰوۃِ الدُّنیَا وَفِی الآخِرَۃِ وَلَکُم فِیھَا مَا تَشتَھِی اَنفُسُکُم وَلَکُم فِیھَا مَا تَدَّعُون ہ نُزُلاً مِن غَفُور رَحِیم ہ** (سورۃ ۴۱ آیت۔ ۳۳۔۳۱) وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے پھر مستقل مزاجی سے اس عقیدہ پر قائم رہے انپر فرشتے اتریں گے یہ کہتے ہوئے کہ ڈرو نہیں اور کسی پہلی غلطی کا غم نہ کرو ۔ اور اس جنت کے ملنے سے خوش ہو جاؤ جسکا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم دنیا میں بھی تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی دوست رہیں گے اور اس (جنت) میں جو کچھ تمہارا جی چاہیگا تم کو ملے گا اور جو کچھ تم مانگو گے وہ بھی اس میں ملے گا۔ یہ بخشنے والے (اور) بے انتا کرم کرنے والے خدا کی طرف سے مہمانی کے طور پر ہوگا

انسان کا امتحان مختلف طریقوں سے اسکی اصلاح اور ترقی کے لئے لیا جاتا ہے یہ امتحانات روحانی طاقت کے بڑھانے میں ممد ثابت ہوتے ہیں جو لوگ صراط مستقیم پر چلنا چاہتے ہیں انکو نامساعد حالات کا صبر اور استقلال کے ساتھ سامنا کرنا ہوگا یوں وہ ان ناگزیر حالات کو روحانی ہیروں اور بیش قیمت جواہرات میں تبدیل کرلیں گے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿روزہ کا اصل مقصد﴾

اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق مذہب اسلام میں روزہ کا اصل مقصد تقویٰ کا حصول ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے : **یَا اَیُّھَا الذِینَ آمَنوُا کُتِبَ عَلَیکُمُ الصِّیَامَ کَمَا کُتِبَ عَلیٰ الذِّینَ مِن قَبلِکُم لَعَلکُم تَتقُون ۰** (سورۃ ۲ آیت ۱۸۳) اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر (بھی) روزوں کا رکھنا (اسی طرح) فرض کیا گیا ہے جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں تاکہ تم (روحانی اور اخلاقی کمزریوں سے) بچو ۔ ہر مسلمان کا مقصد اول اور دلی تمنا بھی یہی ہونی چاہیئے جو اوپر بیان کی گئی ہے اپنے نفس کے ذاتی تجربہ سے ہمیں اپنے عیبوں اور کمزوریوں سے آگاہ رہنا چاہیئے بلکہ ان کمزرویوں پر قابو پا کر اس زندگی کے اصل مقصد کو حاصل کرنا چاہیئے جو کہ تقویٰ اور روحانی طہارت ہے انسان کو اپنی موجودہ حالت پر مطمئن نہیں ہونا چاہیئے تقویٰ کے موضوع پر قرآن کریم میں اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں :

اِنّ اَکرَمَکُم عِندَ اللہ اَتقٰکُم (۴۹۔ آیت ۱۴) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے

اِنّ خَیرَ الزَّادِ التَقوَیٰ ۰ (۲ آیت ۱۹۸) اور (یادرکھو کہ) بہترین زادراہ تقویٰ ہے

یہ بات تو ہر شخص پر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مسلمان کی زندگی کا اوّلیں مقصد تقویٰ کے لباس کا حصول ہے اس امر کا ذکر قرآن مجید میں یوں ہوا ہے **وَلبَاسُ التَقوٰی ذٰلِکَ خَیر** (۷ : آیت ۲۷) اور تقویٰ کا لباس (تو) سب سے بہتر لباس ہے

رمضان المبارک کا مبارک مہینہ آن پہنچا ہے ہمیں پختہ عزم کے ساتھ اس کے روحانی فوائد سے ہر ممکن طور پر متمتع ہونا چاہیئے کیونکہ اللہ جل شانہ نے اس مہینہ میں ان لوگوں کے

لئے بے بہا برکات کے نزول کا وعدہ کیا ہے جو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اس مبارک مہینہ میں صیام کے قیام کا انتظام کرتے ہیں۔ متقی بننے کیلئے روزہ کا قیام کیوں ضروری ہے ؟ چاہئے کہ انسان شروع مہینہ سے ہی نفس میں تقویٰ کے حصول کیلئے ماہیء بے آب کی مانند بے تاب ہو جائے اگر انسان اس امر کو لازمی نہیں جانتا تو پھر بہتری کے لئے تبدیلی پیدا ہونا ممکن نہیں ہے روزہ کا قیام انسان میں خود بخود کوئی پرہیز گاری پیدا نہیں کر سکتا چاہئے کہ انسان روزہ کی اصل وجہ اور غرض سے سرشار ہو۔ ہمارے پیارے نبی پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص رمضان کے دوران بھوکا اور پیاسا رہتا ہے مگر اخلاقی کمزوریوں کے خلاف اپنے آپ کو محفوظ نہیں کرتا وہ بے سود بھوکا رہتا ہے (بخاری شریف)۔ رمضان کے ایام کے دوران چند ایک ضروری نکات جنکا ملحوظ رکھنا ضروری ہے یہاں بیان کئے جاتے ہیں

قرآن مجید

قرآن مجید کی تلاوت اگرچہ مسلمان کو ہر روز کرنی چاہئے مگر ماہ صیام میں ہمیں اسکی تلاوت اور بھی زیادہ ذوق و شوق سے کرنی چاہئے تا ہمارا ذہن روحانی اور پاک صداقتوں سے بھرپور رہے جہاں مسلمانوں کی بڑی تعداد ہو وہاں قرآن پاک کی تفسیر اور ترجمہ باجماعت سنایا جائے اگر کوئی شخص ایسی پاک اور روحانی محفلوں میں شمولیت سے معذور ہو تو اسکو کم از کم گھر میں اس مقدس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہئے قرآن مجید خدا کا کلام ہے جسمیں متبرک اور نورانی سچائیاں مستتر ہیں نیز یہ تمام روحانی بیماریوں کا بھی کافی وشافی علاج ہے

صلوٰۃ

ایک مخلص و دیندار مسلمان کی حثیت سے انسان کو ہر روز نماز ادا کرنے میں سختی سے پابندی کرنی چاہئے لیکن رمضان المبارک کے مہینہ میں تو انسان کو نماز اور بھی خشوع و خضوع

کے ساتھ ادا کرنی چاہئے کیونکہ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ وہ اس مبارک مہینہ میں دعا کو اور بھی زیادہ قبولیت سے نوازتے ہیں تہجد کی نماز پر خاص زور دیا گیا ہے رمضان کے ایام میں خدا تعالیٰ دعا گو انسان کی مدد کو گویا دوڑا چلا آتا ہے اور اس پر اپنے فضل اور نصرت کی بارش نازل فرماتا ہے اور اسکی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتا ہے

عادات و اطوار

انسان کو اپنے چال چلن کے بارہ میں بہت توجہ دینی چاہئے خاص طور پر بولنے کے طریق سے یعنی انسان کو اپنی زبان کی خاص حفاظت کرنی چاہئے انسان کو لڑائی جھگڑے غیبت طنز تنقید۔ گستاخی۔ بد تمیزی۔ اور ناخوش گوار چال چلن سے بھی محفوظ رہنا چاہئے۔ بہتر تو یہ ہے کہ انسان اپنی فطرت میں محبت اور الفت پیدا کرے اور دوسروں کے ساتھ صبر اور نرمی سے پیش آئے چاہے ان کے عادات و اطوار کچھ بھی ہوں یا پُر عیب ہوں۔ انسان عہد کرے کہ یہ چیز اسکی فطرت میں رچ بس جائیگی

سخاوت

رمضان کے مہینہ میں مسلمان کو دوسروں کے ساتھ کے ساتھ نرم دلی اور سخاوت سے پیش آنا چاہئے رمضان کے روزہ سے انسان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اس کے کتنے لکھو کھا بھائی لوگ ایسے ہیں جو رزق کی کمی کے باعث فاقہ کشی پر مجبور ہوتے ہیں انسان کو ایسے افراد کی مدد کرنی چاہئے اور انسان کو اپنی خوش قسمتی پر رب کریم کا شکر ادا کرنا چاہئے سخاوت سے میری مراد عملی نرم دلی ہے جو صرف مالی اعانت اور مادی اشیاء تک ہی نہ محدود ہو سخاوت سے مراد یہاں وہ تمام نیک کام ہیں جو مسلمان انسانوں کی بھلائی کیلئے کرتا ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر اچھا کام اور ہر مخلص فعل سخاوت ہے

اچھی بات۔ اچھا فعل۔ کسی کی مدد کرنا۔ نرم دلی۔ ہمدردی خوش باشی دوستی۔ یہ صفات سخاوت کا عملی نمونہ ہیں اللہ کریم قرآن مجید میں فرماتے ہیں فاستبقو الخیرات پھر اور جگہہ ارشاد ہوا ہے وَلاَ تَہِنوا فِی ابتغآء القوم (سورۃ ٤ آیت ١٠٥) اور تم اس قوم (یعنی دشمنوں) کی تلاش میں سستی نہ کرو ۔ سخاوت یقناً سب سے نیک پیشہ ہے یہ فی الحقیقت تقویٰ کا عملی نمونہ ہے

گناہ سے اجتناب

گناہ خدا تعالیٰ کے جملہ احکامات (اوامر ونواہی) کی نافرمانی کا نام ہے یا جب انسان ایسا برا کام کرے جو اسے سیدھے راستے سے ہٹادے تو وہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے روزہ انسان میں سلیف کنڑول کو مضبوط کرتا ہے اور انسان اسکا استعمال اس وقت کرتا ہے جب وہ تحریص کا شکار ہوتا ہے دعا کی قبولیت کے علاوہ روزہ انسان کو سلیف ماسٹری کے علاوہ شیطانی خیالات کے خلاف قیمتی ہتھیار بھی فراہم کرتا ہے اسکے علاوہ روزہ انسان کو یہ سبق بھی دیتا ہے کہ غذا سے اجتناب کے علاوہ گناہ سے بھی اجتناب اتنا ہی لازمی ہے روزہ ایک زبردست روحانی مشق ہے جس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے جو کہ روزہ کا منتہائے مقصود ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿ عبداللہ ﴾

جو شخص خود کو خدا کا عاجز بندہ تصور کرتا ہے اس کو دوسرے انسانوں کے ساتھ اپنے کئی قسم کے رشتوں کے بارہ میں بڑے غور سے توجہ دینی چاہئے اس بارہ میں سب سے اہم چیز انسان کے خیالات پر کنٹرول ہے جو کہ انسانی کردار اور رویہ کے لئے بیج کی حیثیت رکھتا ہے انسانی دماغ فی الحقیقت زرخیز زمین کی مانند ہے اس زمین میں وہی کچھ نکلتا ہے جو اسمیں بویا جاتا ہے انسان اپنے دماغ کے گلشن کا باغبان ہے وہ اپنی مرضی کے مطابق اسمیں بیج بو سکتا ہے اس میں وہی پودے (یعنی اعمال) پیدا ہوں گے جن کے بیج وہ بوتا ہے انسان میں یہ طاقت بھی موجود ہے کہ وہ اس دماغ کے گلشن میں سے جڑی بوٹیاں اکھاڑ پھینکے جو کہ صرف خدائے تعالیٰ کی تائید سے ممکن ہوتا ہے انسان اپنی روح کا بھی مالک اور قائد ہے بلکہ وہ اپنے سرنوشت۔ نصیب اور حالات کا بھی لکھیا ہے

انگلش کے ذرا درج ذیل مقولوں پر غور فرمائیں : As he thinketh in his heart , so he is. جیسے انسان اپنے دل میں سوچتا ویسا ہی وہ ہوتا ہے
You can , if you think, you can تم کر سکتے اگر تم سوچو کہ تم کر سکتے ہو

خدا کا عاجز بندہ اسکی تائید و نصرت سے اچھے خیالات کا انتخاب کرتا ہے ان کو وہ بوتا اور انکی آبیاری کرتا ہے اگر کسی نے اسکو غیر ارادی طور پر دکھ دیا ہے تو وہ اسکو معاف کرنے کیلئے تیار رہتا ہے بلکہ ایسے شخص کے ساتھ وہ ہمدردانہ سلوک کرتا ہے وہ اپنے اندر عداوت کے خیالات کو جنم نہیں لینے دیتا اگر ایسے خیالات پیدا ہوں بھی تو وہ دعا اور مثبت خیالات کے ذریعہ ایسے خیالات کو دبا دیتا ہے اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر ایک شخص کا دوسرے کے ساتھ جھگڑا

ہو جائے تو اسکو ایسے شخص کے ساتھ تین روز کے اندر مصالحت کر لینی چاہئے ایسا اقدام دوستانہ تعلقات قائم کرنے میں بنیادی چیز ثابت ہوتا ہے جس سے شاید تعلقات پہلے سے بھی زیادہ گہرے ہو جائیں اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں :

اِدفَع بِالَّتِی هِیَ اَحسَنُ فَاِذَا الَّذِی بَینَكَ وَ بَینَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْم (سورۃ ۴۱ آیت ۳۵) اور تو برائی کا جواب نہایت نیک سلوک سے دے اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ شخص کہ جس کے اور تیرے درمیان عداوت پائی جاتی ہے وہ تیرے حسن سلوک کو دیکھ کر ایک گرم جوش دوست بن جائیگا

وَلَمَن صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِن عَزمِ الاُمُور (سورۃ ۴۲ آیت ۴۴) اور جس نے صبر کیا اور معاف کیا تو (اسکا) یہ (کام) بڑی ہمت والے کاموں میں سے ہے

اَلاَ تُحِبُّوْنَ اَن یَغفِرَ اللّٰهُ لَكُم ۔ وَ اللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِیم ٥ (سورة ٢٤ آیت ٢٣) کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف کر دے اور اللہ بہت معاف کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے

خدا کے عاجز بندے کو چاہئے کہ وہ تمام انسانوں کیلئے اپنے دل میں محبت کو نمو دے اگرچہ اس سے یہ توقع نہیں کی جاتی کہ اسکی محبت و الفت کی گہرائی ہر ایک کے لئے ایک جیسی ہو یہ فطری بات ہے کہ بعض اشخاص کے ساتھ اسکو دوسروں سے زیادہ الفت ہوگی مگر انسان کا ماٹو یا دستور العمل وہی ہونا چاہئے جو حضرت میرزا ناصر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا یعنی

محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں

خدا کے عاجز بندے کو اپنے تمام بھائیوں اور بہنوں پر نظر التفات رکھنی چاہئے اسکا دل انکی ضروریات دُکھ درد یا آفات کو رفع کرنے کیلئے لبریز ہو جانا چاہئے اسکو اپنے سب دوستوں اور دشمنوں کیلئے دعائے خیر مانگنی چاہئے یہی اسلامی روح ہے اگرچہ سزا کو بھی غیر ضروری نہیں سمجھا جاتا لیکن جب اسکی مناسب ضرورت ہو۔ خدا کا عاجز بندہ (عبد اللہ) انسان میں گناہوں سے نفرت کرتا ہے نہ کہ انسان سے نفرت کرتا ۔ حضرت میرزا غلام احمد صاحب بانی سلسلہ

احمدیہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ اگر انہوں نے اپنے کسی دوست کو گلی میں شراب میں مخمور پایا تو وہ اسکو اٹھا کر اسکے گھر لے جانے میں ذرا تامل محسوس نہیں کریں گے بانی سلسلہ احمدیہ کے بہت سے دریدہ دہن دشمن تھے مگر ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس کیلئے آپ نے تین مرتبہ دعا نہ کی ہو

خدا کا بندہ اپنے دل میں بہت دکھ محسوس کرتا ہے جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص گناہ کا مرتکب ہو رہا ہے تو وہ ایسے بد قسمت شخص کے لئے صمیم قلب سے دعا گو ہوتا ہے وہ اپنے نفس کی خامیوں اور کمزوریوں سے خوب آگاہ رہتا ہے کیونکہ اگر خدا کی تائید و نصرت اسکے ساتھ نہ ہوتی تو شاید وہ بھی ایسے گناہ گار شخص کی طرح گناہ گار ہوتا۔ پھر اگر ایسے گناہ گار شخص نے اگر خدا کا نور ہدایت پالیا ہوتا تو شاید وہ خدا کے عاجز بندے سے نیکی اور زہد میں بہت آگے نکل گیا ہوتا۔ خدا کا بندہ اگر اپنے آپ کو بڑے روحانی مرتبہ والا انسان سمجھنے لگتا ہے تو پھر وہ حقیقی معنوں میں خدا کا بندہ نہیں ہے کیونکہ خدا کا صحیح عاجز بندہ تو اپنے گناہوں اور کمزوریوں سے بخوبی آگاہ ہوتا اور وہ انکساری و فروتنی کا مجسمہ ہوتا ہے اپنی کمزویوں سے آگاہ ہو کر وہ خدا سے مغفرت اور اسکے رحم اور اسکی نصرت کا طلب گار ہوتا ہے وہ قرآن پاک کی اس نصیحت سے ہمیشہ آگاہ رہتا ہے فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ (سورۃ ۵۳ آیت ۳۳) پس اپنی جانوں کو پاک مت قرار دو۔ متقیوں کو اللہ ہی خوب جانتا ہے

خدا کا بندہ اپنی کم مائیگی سے آگاہ رہتا ہے اور اسکا سارے کا سارا انحصار خدا کی نصرت اور اسکے فضل پر ہوتا ہے خدا نے اسے جو بھی روحانی ثمرات نوازے ہیں وہ ان کے لئے اسکا ممنون و مشکور ہوتا ہے وہ کسی سے نفرت نہیں کرتا اور دوسروں کیلئے خوش خلقی۔ خوش گفتاری۔ ملنساری اور نیک تحمل کا مرقع ہوتا ہے وہ تمام نوع انسانی کے لئے بھلائی کا طالب ہوتا ہے

اور اپنے آپکو خدا کا عاجز ترین بندہ سمجھتا ہے نیز وہ روحانی طہارت کا ہر وقت طلبگار ہو تا ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

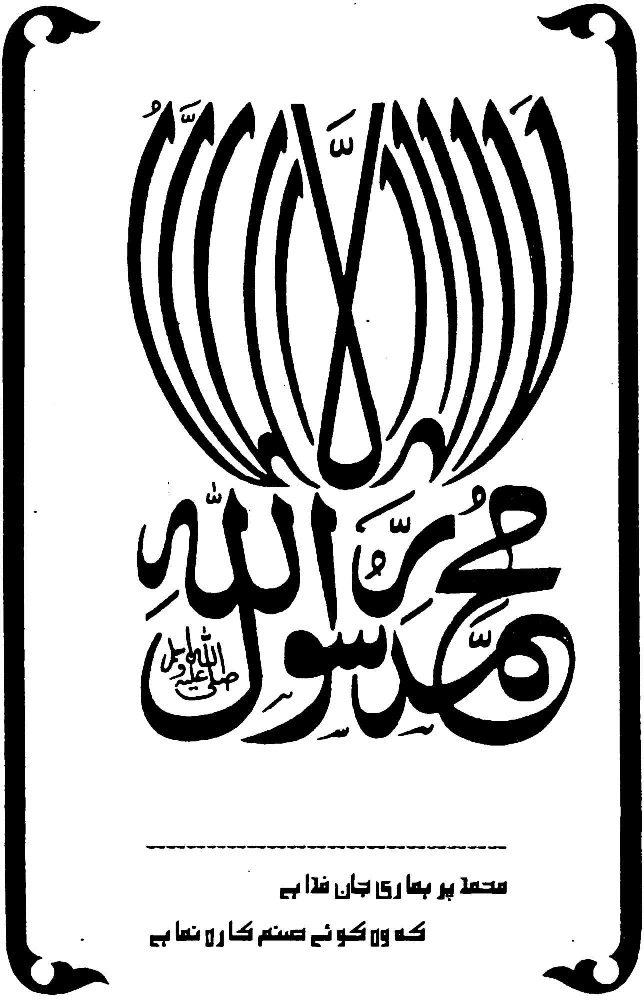

﴿ادعیة المخزن﴾

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین ہ الرحمن الرحیم ہ مالک یوم الدین ہ
ایاک نعبد و ایاک نستعین ہ اھدنا الصراط المستقیم ہ صراط الذین
انعمت علیھم ہ غیر المغضوب علیھم و لا الضالین ہ (قرآن)

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِی مِنَ النِّفَاقِ وَ عَمَلِی مِنَ الرِّیَآءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْکَذِبِ وَ عَیْنِیْ مِنَ
الْخِیَانَۃِ۔ فَاِنَّکَ تَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْر (نبی پاک ﷺ)

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِی قَلْبِی نُوْرًا وَفِی سَمْعِی نُوْرًا وَ فِی بَصَرِی نُوْرًا وَ فِی لِسَانِی نُوْرًا
وَعَنْ یَمِیْنِی نُوْرًا وَعَنْ یَسَارِی نُوْرًا وَمِنْ فَوْقِی نُوْرًا وَعَنْ یَسَارِی نُوْرًا وَمِنْ فَوْ
قِی نُوْرًا وَمِنْ خَلْفِی نُوْرًا وَاجْعَلْ فِی نَفْسِی نُوْرًا وَعَظِّمْ لِی نُوْرًا (نبی پاک ﷺ)

اے خدا انکو معاف کر کیونکہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں (حضرت عیسیٰؑ)

اے خدا مجھے دعا کی نعمت عطا فرما (حضرت احمدؒ)

اے خدا اپنا برکت والا نام میرے دل پر ثبت کر دے تیرا نام میرے دل پر یوں ثبت ہو کہ کوئی آسائش۔ کوئی تنگی کوئی تکلیف مجھے تیری محبت سے دور نہ کرے تو میرے دفاع کے لئے بلند مینار کے مانند ہو دکھ میں میرا مددگار کرنے والا۔ تکلیف سے نجات دینے والا۔ آزمائش میں دل بہلانے والا۔ زندگی کے خطرات اور تحریص میں ناصر ہو (Thomas A. Kempis تامس کیمپس)

انسانی ہمدردی اور عنایت کا سرچشمہ آپ کے پاک سینوں سے اس طرح پھوٹے کہ تمام دنیا آپ کی بے لوث

خدمت سے فیض یاب ہو (حضرت میرزا ناصر احمد رحمتہ اللہ علیہ)

اے خدا اپنی بے پایاں محبت کی چادر میں مجھے بھی ڈھانپ لے میرے داغوں کو دھو دے۔ میری سیاہ کاریوں کی غلاظت کو مکمل طور پر دور کر دے۔ میرے نفس کو گناہ سے صاف کر کے شفاف بنا دے (زبور)

اے میرے پیارے خدا تو نے مجھے اتنا کچھ دیا صرف ایک اور چیز عطا کر۔ شکر سے معمور دل (جارج ہربرٹ)

رَبِّ اغفِر وَارحَم وَ اَنتَ خَیرُ الرَّاحِمِین (قرآن پاک)

رَبِّ اھَبْ لِی ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً (حضرت ابراھیم)

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِین (حضرت ایوب ۔ قرآن پاک)

یا خدا میرے بادشاہ مجھے سکھلا ۔ ہر چیز میں مجھے دکھلا
جو کام بھی کروں ۔ تیری رضا کی خاطر کروں (جارج ہربرٹ)

اے رحیم و کریم خدا تمام رحم اور برکت کا سر چشمہ تو ہے تو نے اپنی رحمت کے بھاری ہاتھ سے مجھ پر برکات نازل کیں۔ تیری شفقت کے شیریں ثمرات مجھ پر ظاہر ہوئے تو شفیق چرواہے کی طرح کھلا تا دوست کی طرح پیار کرتا جیسے ماں بچے کا خیال رکھتی ایسا ہی تو ہمارا سوچتا اور خیال رکھتا جو تجھ سے پیار کرتے تو ان سے پیار کرتا جس طرح تیرا مہربان ہاتھ میری ڈھال بنا اسی طرح میرے دل کو شکر کے جذبات سے وسیع کر دے تا تیری شفقت بھری محبت کی بارش تیرے خادم پر ہمیشہ برستی رہے تیری مہربانی مجھ پر اس قدر زیادہ ہو کہ میں گناہ سے باز رہوں تیرے احکامات پر پابند عمل رہوں۔ تیرے نام کی برتری بیان کروں یہی میری زندگی کا مقصد ہو اور تیرے پر شوکت نام کو ابد الآباد تک جپتا رہوں (جیری ٹیلر)

خدا میرے دماغ میں ہو میری سمجھ میں ہو

خدا میری آنکھوں اور دیکھنے میں ہو
خدا میرے دہن اور میرے بولنے میں ہو
خدا میرے قلب اور میری سوچ میں ہو
خدا میرا رفیق ہو اور وقت رخصت میرا ہم رکاب ہو (ساروم پرائمر)

یارب ہمیں اپنا آقا بننے میں مدد فرما تا ہم دوسروں کی خدمت کر سکیں (پیٹرسن)

فاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالأَرضِ أنتَ وَلِيٌّ فِی الدُّنیَا وَالآخِرَۃِ تَوَفَّنِی مُسلِمًا وَ اَلحِقْنِی بِالصّالِحِین
(حضرت یوسفؑ)

رَبَّنَا ظَلَمنَا اَنفُسَنَا وَ اِن لَم تَغفِر لَنَا وَ تَرحَمنَا لَنَکُونَنَّا مِنَ الخٰسِرِین (حضرت آدم اور حوا کی دعا)

اے خدا ہمارے دلوں کو نیک خیالات سے بھر دے تا یہ ہماری زندگی جنتی سکون سے بھر جائے ہم روزانہ زندگی میں اپنے کام اس مطمئن روح کی طرح انجام دیں جس نے خدا پیارے خدا کا محبت بھرا نورانی چہرہ دیکھ لیا ہو (F.B. Meyer)

اے خدا ہمیں نیک اعمال اور مطہر زندگی سے اپنی عبادت کرنیکی توفیق دے (کریسٹانا روزیٹی)

اَللّٰھُمَّ الغفِرلِی وَارحَمنِی وَاھدِنِی وَا عَافِنِیْ وَارفَعنِی وَاجبُرنِی وَارزُقنِی (دعا)

رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنزَلتَ اِلَیَّ مِنْ خَیرٍ فَقِیر (حضرت موسیٰ کی دعا)

اے رب۔ میرے نفس میں تری محبت کے سوا کوئی جذبہ نہ ہو (Archbishop E. Pusey)

رَبَّنَآ آتِنَا فِی الدُّنیَا حَسَنَۃً وَ فِی الآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَقِنَا عَذَابَ النَّار (قرآنی دعا)

اے میرے مالک : میرے ہونٹوں سے گویا ہو میرے دماغ سے سوچ میرا دل لے لے اور اسے نذر آتش کر دے (F.B. Meyer)

اے ہمارے مولیٰ اپنے نور سے ہمارے نفوس کو روشن کر دے تیرا فضل ہمارے دلوں میں ایسا سرایت ہو جو ہمارے خیالات اور اعمال کو پاک کر دے (Meyer.)

اے خدا اپنی محبت کا شعلہ میرے دل میں پیدا کر۔ میں تیرا فرماں بردار بندہ ہوں اور تیرے احکامات پر ہمیشہ کاربند رہوں

اے خدا ہم کو اپنے عزیزوں اور احباب سے محبت کرنے والا بنا

رَبِّ کُلُّ شَیءٍ خَا دِمُكَ رَبِّ فَا حفَظنِی وَانصُر نِی وَارحَمنِی (الہام حضرت امام مہدی)

رَبَنَا اِنَنَا سَمِعنَا مُنَا دِی اَنّ یُنَادِی لِلاِیْمَانِ اَن آمِنُوا بِرَ بِکُم فَاَ مَنَا رَبَّنَا فَا اغفِرْ لَنَا ذُنُو بَنَا وَ کَفِرَ عَنَّا سَیَآ تِنَا وَ تَوَ فَّنَا مَعَ الاَ برَا ر ہ رَبَنَا آتِناَ مَا وَعَدتَنَا عَلیٰ رُسُلِكَ وَ لاَ تُخزِنَا یَو مَ القِیَا مَۃ اِنَّكَ لاَ تُخلِفُ المِیعَاد ہ

یَا مُقَلبِ القُلُو بُ ثَبتَ قَلبِی عَلیٰ دِینِكَ اِنِی اَعُوذُ بِكَ مِن زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَ تَھَوّلِ عَا فِیَتِكَ (رسول اکرم ﷺ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ساعت مرگ

اس چیز کو کوئی نظر انداز نہیں کر سکتا کہ جلد یابدیر موت ہمیں ایک روز اپنی آغوش میں لے لیگی موت سے کسی کو مفر نہیں ہے ہم سے پہلے نسل در نسل انسان اس دار فانی سے کوچ کر چکے ہیں کوئی شخص اس سے بچ نہیں سکا اور نہ ہی مستقبل میں اس سے کوئی بچ سکیگا

بائیبل میں مذکور ہے: بھلا کوئی ایسا انسان ہے جو زندہ رہے اور موت کو نہ دیکھے (زبور باب ۸۹۔ ۴۸) قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے کُلُّ نَفسٍ ذَائِقَةُ المَوت ۔ (سورۃ ۳ آیت ۱۸۶) ہر ایک جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے ۔ میرا قارئین گلدستہ خیال سے سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے ساعت مرگ کے بارہ میں سنجیدگی سے غور کیا ہے ؟

کیا ہم اس خاص گھڑی کیلئے تیار ہیں ؟ یہ بڑی بد نصیبی کی بات ہے کہ ہم میں سے بہت اس بارہ میں کوئی خاص توجہ نہیں دیتے۔یا بہت کم توجہ دیتے ہیں بات یہ ہے کہ ہم دنیوی امور کے گرداب میں اسقدر پھنسے ہوئے ہیں کہ اس اہم بات کیلئے ہمارے پاس سوچنے کا وقت ہی نہیں۔ قرآن مجید میں ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد خدا تعالیٰ کی عبادت ہے جو دعا۔ نیک کردار۔ اور ہر وقت اس حقیقت کی آگہی سے ہوتی ہے کہ یہ زندگی تو اخروی زندگی کی تیاری کا سنہری موقعہ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ پاک فرماتے ہیں :

یٰقَومِ اِنَّمَا ہٰذِہِ الحَیٰوۃُ الدُّنیَا مَتَاعٌ وَاِنَّ الآخِرَۃَ ھِیَ دَارُ القَرَار ٥ (سورۃ ۴۰ آیت ۴۰)

اے میری قوم یہ ورلی زندگی صرف ایک چندروزہ فائدہ ہے اور اخروی زندگی ہی یقیناً پائیدار ٹھکانا ہے

پھر سورۃ الانعام میں ارشاد ہوتا ہے : وَمَا الحَیٰوۃُ الدُّنیَا اِلَّا لَعِبٌ وَلَھوٌ۔ وَلَلدَّارُ الآخِرَۃُ خَیرٌ لِلَّذِینَ یَتَّقُونَ اَفَلَا تَعقِلُون ٥ (سورۃ ٦ آیت ۳۳) اور ورلی زندگی کھیل اور مشغلہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اور جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے لئے پیچھے آنے والا گھر یقیناً بہتر ہے پھر کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے

بلا شبہ لواحقین کیلئے کسی عزیز کا دنیائے فانی سے کوچ کر جانا ایک افسوس ناک واقعہ ہوتا ہے وہ غم کے مارے نڈھال ہوئے جاتے ہیں جن لوگوں نے برے کام یا گناہ کئے ہوتے ہیں انکی روحیں تڑپتی اور سزا پا رہی ہوتی ہیں اسکے برعکس جن لوگوں نے خدا کی عبادت میں وقت صرف کیا ہوتا ہے اور انہوں نے خود کو پاک وصاف رکھا ہوتا ہے اور نیک کام سرانجام دئے ہوتے ہیں ان کیلئے موت نہ ختم ہونیوالی زندگی کا آغاز ہوتی ہے ایسے نیک لوگوں کے لئے اپنے عزیزوں سے مفارقت میں بھی مسرت کا پہلو پنہاں ہوتا ہے کیونکہ انکو پتہ ہے انکا رب ان سے راضی ہے اور انکو جنت الفردوس میں لبد الآباد تک کے لئے راحت وسکون کا سامان مہیا کرنیکا وعدہ کیا گیا ہے یہ بات ذہن نشین رہے کہ خدا روز قیامت کا مالک ہے وہ مالک روز وجزا معاف کرنے والا اور نہایت مہربان ذات ہے اگر وہ چاہے تو گناہ گار سے بھی پیار کا سلوک کرے جسکی اصلاح غیر ممکن ہو۔

بہر کیف ایک زاہد اور گوشہ نشین انسان داغوں سے پاک زندگی گزارنا پسند کرتا ہے بے شک اسمیں خامیاں ہوں جس سے وہ بخوبی آگاہ ہوتا ہے وہ اس کوشش میں ہوتا ہے کہ اسکی روح طہارت کے زیور سے مزیّن ہو قبل اسکے کہ موت کا فرشتہ اسکو آدبوچے ۔ آیئے اب ذرا یوروپ کے مشہور ادیب اور مؤرخ سر والٹر سکاٹ کے درج ذیل الفاظ پر غور وفکر کریں جو اسنے بستر مرگ پر اپنے فرزند سے کہے :

> (میرے بیٹے) میرے پاس صرف ایک منٹ ہے کہ میں تم سے بات کر سکوں لخت جگر ایک اچھے انسان بننا۔ نیکی اختیار کرنا۔ مذہب سے لگاؤ رکھنا غرضیکہ اچھا انسان بننا اس کے علاوہ تمہیں کوئی اور چیز آرام نہیں نہیں دے گی جب تم اس بستر پر لیٹے ہوگے

اگر ہم اپنی زندگی کا ہر دن اس طرح گزاریں گویا کہ یہ ہمارا آخری دن ہے تو پھر ہم خدا کے مقرب بن جائیں گے اور موت سے ذرا بھی خوف زدہ نہ ہوں گے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے: آج کے دن کو یوں سمجھو کہ گویا تمہا ری زندگی ختم ہو چکی تھی یہ دن تمہیں خدا کی خاص نوازش سے ملا ہے اس سے زیادہ نقصان دہ بات اور کیا ہوگی کہ انسان اس دن کو بھی گنوا دے

حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی موعود۔ بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں خوب جان لو کہ موت تمہارے پاس ہی کھڑی ہے تمہیں وہم بھی نہیں کہ آخری وقت کب آئیگا۔ موت کی شیرینی کا بیان ایک مصنف کیمپس Thomas A. Kempis نے یوں کیا ہے: اے موت تم کتنی میٹھی ہو اس روح کے لئے جو صرف خدا کیلئے سانس لیتی اور جب تک وہ اس میں حلول نہ ہو جاتی وہ اس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی

ہماری زندگی کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ ہم خدا کی نوازشات کو حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہوں پھر ہم موت کو خندہ پیشانی سے خوش آمدید کہہ سکیں گے جو جنت کی دہلیز ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿ایک محبانہ گفتگو﴾

عیسائی: بلاشبہ حضرت محمد (ﷺ) ایک بزرگ انسان تھے مگر آپؑ وفات پا چکے ہیں جبکہ یسوع مسیحؑ آسمان پر زندہ ہیں

مسلمان: یہ بات سچ ہے کہ محمد (ﷺ) وفات یافتہ ہیں آپ کی وفات ۶۳۲ء میں ہوئی اور آپ مدینۃ النبی میں مدفون ہوئے جہاں تک یسوع مسیحؑ کا تعلق ہے وہ بھی دیگر انسانوں کی طرح اس دنیا سے کوچ کر چکے ہیں

عیسائی: یسوع مسیح دوسرے انسانوں سے مختلف تھے کیونکہ خدا کا ظہور اس کے جسم کے ذریعہ سے ہوا جو بعد میں آسمان کی طرف اٹھالیا گیا

مسلمان: یسوع مسیحؑ نے الوہیت کا دعویٰ کبھی نہ کیا تثلیث کا اختراع اوّلیں چرچ نے کیا میرے نزدیک آپ ایک انسان تھے اور آپ کو نئے عہد نامہ میں اسی مرتبہ سے بھی زیادہ ابن آدم کہہ کر پکارا گیا ہے آپ کھاتے۔ پیتے۔ سوتے بلکہ خدا سے دعا بھی کرتے تھے یہ چیزیں آپ کے دعویٰ کی تردید کرتی ہیں کہ یسوع مسیح خدا تھا

عیسائی: ہمارے یسوع مسیح کے دو روپ تھے ایک خدا کا اور دوسرا انسان کا۔ وہ دراصل خدا کا مجسم نمونہ اور مظہر تھا

مسلمان: نئے عہد نامہ میں حضرت مسیحؑ نے کہیں بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان کے دو روپ تھے یہ چرچ کا ابطالی عقیدہ ہے آپ کے خیال میں کون سا مسیح صلیب پر مرا وہ جو خدا تھا یا کہ وہ جو انسانی روپ میں تھا ؟

عیسائی: انسانی روپ والا مسیح صلیب پر مرا تھا

مسلمان : چرچ کی تعلیم یہ ہے کہ خدا خود انسانی روپ میں اس دنیا میں آیا تاوہ نوع انسان کی مغفرت کے لئے اپنی زندگی قربان کر دے اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ انسانی روپ والا مسیح صلیب پر مرا تھا تو پھر آپ چرچ کی تعلیمات کی تردید اور منافی کر رہے ہیں

عیسائی : یسوع مسیح خدا کا بیٹا تھا خدا نے اپنے بیٹے کی قربانی کر دی وہ ابن اللہ تھا جو مرا تھا

مسلمان : ابھی آپ نے دعویٰ کیا کہ یسوع مسیح خدا تھا اب آپ یہ فرمارہے ہیں کہ وہ خدا کا بیٹا تھا آپ کس کی بات کر رہے ہیں ؟

عیسائی : مسیح نے کہا کہ وہ اور باپ دونوں ایک ہیں یہ تثلیث کا اہم بنیادی جزو ہیں جس کا سمجھانا مشکل ہے مسیح نے کہا۔ میں اور باپ ایک ہیں (یوحنا ۱۰ آیت ۳۰)

مسلمان : میں آپ کو یاد دہانی کروادوں کہ مسیح نے یہ بھی تو کہا تھا کہ .باپ میرے سے بڑا ہے (یوحنا ۱۴ آیت ۲۸) اس سے عیاں ہوتا ہے کہ مسیح نے خود کو کبھی بھی باپ نہ کہا ورنہ اس کے ان الفاظ سے ہم یہ سمجھتے کہ خدا دو ہیں ایک دوسرے سے بڑا ہے

عیسائی : اگر مسیح ایک عام انسان ہوتا تو اس نے معجزات کیسے دکھلائے نیز اس کا قبر سے اٹھنا کیسے ممکن ہوا؟

مسلمان : چہ جائیکہ کہ میں بائیبل کو خدا کا کلام جانوں میں تو اسکو تاریخ کی مستند کتاب بھی نہیں سمجھتا ہوں حقائق اور خیالی باتوں کو آپس میں ملا دیا گیا ہے جہاں تک معجزات کا ظہور ہے بائیبل میں ان لوگوں کا ذکر بھی موجود ہے۔ جنہوں نے مسیح جیسے بڑے معجزات دکھلائے Elisha نے ایک مردہ کو زندگی عطا کی (2 Kings 4:34) پھر موسیٰؑ نے بھی بہت سے حیرت ناک کارنامے انجام دئے تھے اس نے سونٹے کو سانپ میں تبدیل کر دیا

Exodus 4:3) قرآن پاک یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مسیح کی وفات صلیب پر نہ ہوئی اس لئے اسکے قبر سے اٹھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لوگوں نے اسکو غلطی سے مردہ سمجھ لیا جیسا کہ آج کل کے ترقی یافتہ دور میں جبکہ میڈیسن میں اتنی ترقی ہو چکی ہے مریضوں کو بعض دفعہ غلطی سے مردہ سمجھ کر سرٹیفکیٹ جاری کر دیا جاتا ہے لیکن بعد میں لوگوں کو حیرت ہوتی ہے جب وہ زندہ ہو جاتے ہیں یسوع مسیح کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ ہوا حقیقت یہ ہے کہ آپ صلیب سے زندہ اترنے کے بعد سفر کر کے مشرق کے کسی ملک کی طرف چلے گئے تا اسرائیل کے گم شدہ قبائل کو تلاش کر سکیں یہ قبائل انکو ایران افغانستان اور کشمیر میں ملے آپ کا مقبرہ ابھی تک کشمیر میں موجود ہے

عیسائی : یہ واقعہ خدا کے کلام کے سراسر خلاف ہے

مسلمان : جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا بائیبل ایک مستند رہبر کتاب نہیں ہے اس میں بہت سارے اضافے ہو چکے ہیں اگرچہ یہ خدا کے بارہ میں ایک کتاب کہلانیکی مستحق ہے مگر اسے خدا کا کلام کہنا بہت دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے

عیسائی :بائیبل غلطیوں اور متناقض باتوں سے مبرا ہے جن باتو ں کو آپ اضافے خیال کر رہے ہیں وہ بظاہر غلطیاں لگتی ہیں لیکن انکو صحیح رنگ میں بیان کیا جا سکتا ہے

مسلمان :اگر یہ بات ہے تو میں آپکو ایک مثال پیش کرتا ہوں کئی سو سال تک بائیبل کے authorized version کو خدا کا کلام کہا جاتا رہا اس کے بعد Revised version شائع ہوا جس میں بہت سی آیات کو خارج کر دیا گیا جیسے Mark 16: 9-20 , John 5: 3&4, Luke 24: 12 یہ آیات پہلے ایڈیشن میں تو ہیں لیکن بعد والے میں نہیں یہ اصل متن کی بدترین قسم کی تحریف ہے

عیسائی : میں اس چیز کو اتنی سنجیدگی سے نہیں لیتا کیونکہ Revised Version کے مترجمین یونانی بائیبل کے مطابق ترجمہ کرنیکی کوشش کررہے تھے

مسلمان : محترم بات ترجمہ کرنیکی نہیں بلکہ اصل متن میں سے ارادۃ بہت سارے پیراگراف نکالنے کی ہے ایسی کتاب میں سے جو خدا کا کلام سمجھی جاتی تھی پھر یونانی بائیبل کی اصل زبان نہیں ہے اور نہ ہی یہ مسیح کی زبان تھی وہ گفتگو عبرانی میں کرتے تھے پھر مسیح کی اصل زبان میں کوئی ایک بھی مخطوطہ محفوظ نہیں ہے

عیسائی : اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ نئے عہد نامہ میں اضافے کئے گئے ہیں لیکن پھر بھی اسکی روح تو برقرار رہتی ہے جیسا کہ انجیل مقدس کے تمام لکھنے والے اس بات پر متفق ہیں کہ مسیح کا مقبرہ خالی تھا

مسلمان : لاریب انجیل کے لکھنے والے حواریوں نے یسوع مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے۔ قبر میں جانے۔ اور اٹھنے کے بارہ میں واقعات کو قلم بند کیا ہے لیکن واقعہ بیان کرنے والے اشخاص کے غیر مُسلّم اور غیر مصدق ہونے کے باعث حقائق اور بے بنیاد باتوں کو باہم جوڑ دیا گیا ہے بعض کہانیوں اور واقعات کے بیان کرنے میں متضاد باتوں سے یہ بات عیاں ہوتی ہے

عیسائی : سڑک پر حادثہ کی رپورٹ لکھتے ہوئے کوئی دو رپورٹر ایک جیسی اخباری رپورٹ نہیں لکھتے ہیں ہر صحافی ہونے والے واقعہ اور منظر کو اپنے اپنے رنگ میں بیان کرتا ہے لیکن وہ تمام اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ حادثہ ہوا ہے

مسلمان : میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں کہ اخباری رپورٹیں تفصیل میں جا کر الگ ہوتی ہیں لیکن چونکہ آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ انجیل کے لکھنے والے خدا کی رہنمائی میں اسے لکھ

رہے تھے لہذا اس میں کوئی تضاد نہیں ہونا چاہئے

عیسائی : مجھے کسی تضاد کا علم نہیں ہے اور میں یہ جاننا پسند کروں گا

مسلمان : ہمیں متی کی انجیل میں یہ بتلایا گیا ہے کہ Mary Magdalene جب مقبرہ پر گئی تو اسکی ملاقات مسیح سے اس وقت ہوئی جب وہ دوسری عورتوں کے ساتھ حواریوں کو بتلانے جارہی تھی کہ مقبرہ خالی ہے اسکے برعکس گاسپل آف جان میں ہمیں یہ بتلایا گیا ہے کہ میری میگدالینی کی ملاقات مسیح سے اس وقت ہوئی جب انکے ماننے والے حواری مقبرہ پر ان سے ملاقات کر کے جاچکے تھے ہمیں یہ بتلایا جاتا ہے کہ مریم لوگوں کے جانیکے بعد خالی مقبرہ پر بیٹھی روتی رہی کہ خدا جانے مسیح کو کیا ہوا؟ اگرچہ متی کے مطابق قبل اسکے وہ مریدوں کو بتلاتی کہ مقبرہ خالی ہے وہ مسیح سے مل چکی تھی

عیسائی : مجھے اس تضاد کے بارہ میں مزید علم حاصل کرنا ہوگا بہرحال بالفرض مسیح کو مردوں میں سے نہ اٹھایا گیا تو پھر اس بات کا کیا جواب ہوگا کہ عیسائی مسیح کے اٹھائے جانے کے عقیدہ کی وجہ سے ظلم و ستم کا نشانہ بنے

مسلمان : مسیح کے مریدوں کو یقین تھا کہ اسکی موت صلیب پر ہوئی یہ فرض کر لینا اچنبھے کی بات نہیں کہ انہوں نے فرض کر لیا کہ وہ مردوں میں سے زندہ اٹھایا گیا یہ بات تو آپ جانتے ہی ہیں کہ مسیح کی زندگی میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ Lazarus اور پھر Jairus کی دختر کے بارہ میں لوگوں کا یقین تھا کہ انکو مردوں میں سے زندہ اٹھایا گیا تھا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسیح کے حواریوں نے یہ فرض کر لیا کہ مسیح کا بچ جانا اسقدر غیر معمولی تھا کہ اسکا مردوں میں سے زندہ ہو جانا بھی معجزہ سے کم نہ تھا آج بھی عیسائی حضرات اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ Jairus کی دختر کو مردوں میں سے زندہ اٹھایا گیا باوجودیکہ مسیح نے یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ

لڑکی مردہ نہیں بلکہ سورہی ہے(Mathew 9:23)جب مسیح نے اس بات کا اظہار کیا تو لوگوں نے اسکا تمسخر اڑایا بعینہ یہ بھی ممکن ہے کہ حواریوں کو مکمل یقین تھا کہ مسیح کی وفات صلیب پر ہوئی لیکن اسکا مرجانا جیروس کی لڑکی سے مرجانا کوئی مختلف نہ تھا

میڈیکل سائنس اور علم یسوع مسیح کے زمانہ سے لیکر اب تک بہت ترقی کر چکا ہے پھر بھی موجودہ زمانے میں بعض ڈاکٹر زندہ مریضوں کو مُردہ قرار دے دیتے ہیں مگر مُردہ زندہ ہوتا ہے بعض دفعہ نعش اپنے گھر جا کر یا قبرستان کو جاتے ہوئے زندہ ہو جاتی ہے بائیبل سے یہ ظاہر ہے کہ لوگ بعض دفعہ واقعات سے غلط نتائج اخذ کر لیتے ہیں جب King Herod کو مسیح کے بارہ میں بتلایا گیا تو اس نے کہا :

It is John whom I beheaded; he is risen from the dead

(Mark 6:16)

میں نے تو جان کا سر قلم کرنیکا حکم دیا تھا وہ تو مردوں میں سے اٹھایا گیا ہے(مرقس باب ٦ آیت ١٦)

یہ بات ذہن نشین رہے کہ لوگوں نے اپنے عقائد کی بناء پر سخت سے سخت اذیتوں کو بشاشت کے ساتھ برداشت کیا ہے آغاز اسلام کے زمانہ میں بھی مسلمانوں کو انکے دشمنوں نے ناقابل برداشت اذیتوں کا نشانہ بنایا لیکن وہ اسکے باوجود اپنے عقیدہ سے منکر نہ ہوئے اپنے عقیدہ سے اخلاص اور لگاؤ اسکی صداقت کی دلیل نہیں بلکہ الہام اور آسمانی نشانات سے سچا مذہب ظاہر ہوتا ہے یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر ہم کبھی پھر بات چیت کریں گے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿ غم گساری ﴾

وہ لوگ جو کسی مصیبت یا آفت میں مبتلا ہوں یا جو کسی چیز کے محتاج ہوں انکو ہمدردی یا دلسوزی سے بہت سکون حاصل ہو تا ہے اسکی حیثیت تریاق جیسی ہے جسکا اثر افیون یا سکون بخشنے والی دوا سے بھی زیادہ ہو تا ہے۔ ہمدردی سے نہ صرف مصیبت زدہ شخص کو اطمینان حاصل ہو تا ہے بلکہ ہمدرد شخص کے اپنے نفس میں بھی مسرت اور اطمینان کی لہر دوڑ جاتی ہے سرور کونین محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی مصیبت زدہ شخص سے ہمدردی کر تا ہے اسکو ویسا ہی اس کا اجر دیا جائیگا

ہر کوئی کبھی نہ کبھی کسی مصیبت میں مبتلا ہو تا ہے مصیبت یا غم کسی ایک شخص کو شاید چھوٹی یا غیر ضروری نظر آئے مگر اسی آفت میں مبتلا انسان کو وہ پہاڑ کی طرح بڑی اور نا قابل تسخیر نظر آتی ہے کسی شخص کے غم یا مصیبت کو غیر ضروری جاننا ہمیں زیب نہیں دیتا ہے مصیبت زدہ شخص سے ہمدردی کرنا بھی نیکی ہے بہتر تو یہ ہے کہ انسان دوسرے سے ہمدردی کرے اور اسے جرات و ہمت دلائے ہمدرد انسان کی ہر کوئی نہ صرف عزت کر تا ہے بلکہ وہ خدا کی رضا مندی و خوشنودی بھی اس کے ذریعہ حاصل کر تا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب مبین میں فرماتے ہیں : فَاستَبِقوُا الخَیرَات (سورۃ ۲ آیت ۱۵) اسی طرح نبی پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر نیک کام اور اچھا عمل صدقہ و خیرات گنا جا تا ہے

دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس میں روحانی کمزوریاں یا نقائص نہ ہوں بعض میں یہ کم اور بعض میں زیادہ ہوتی ہیں ہم نیک راستہ پر کسی قدر بھی گامزن ہوں اور اخلاص سے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے بھی خواہش مند ہوں پھر بھی ہمیں روحانی شفا کی متواتر ضرورت رہتی

ہے غیبت کرنا اور دوسروں کے نقائص پر بلاوجہ گفتگو کرنا غلط چیز ہے چاہے ہمیں ان سے کتنی بھی ہمدردی ہو ایک ڈاکٹر کا کام مریضوں کو شفا دینے اور انکے دکھ کم کرنے کے ساتھ ساتھ مریضوں کی مدد کرنا بھی ہے طبیب ان کو مکمل شفا نہیں دے سکتا اسی طرح ہمیں دوسروں کے نقائص کڑی تنقید سے دور کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے بلکہ ہمدردی کے ساتھ انکی رہ نمائی کرنی چاہئے حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی موعود نے فرمایا ہے--

Avoid malice & deal with human beings with love and sympathy.

Be humble in spirit, kind and gentle, forgiving and sympathetic towards all, wishing them well so that you may be accepted.

مصیبت اور امتحان چاہے کسی بھی صورت میں آئیں اسکا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اگر چاہے تو انسان اس سے فائدہ اٹھا کر نفع مند ہو جائے۔ انسان مصیبت میں سے گزرا ہو تو اسکو مصیبت میں سے گزرنے والے کے ساتھ فطری ہمدردی ہوتی ہے نیز ایسے شخص کے ساتھ دلی ہمدردی کرنے کے علاوہ انسان اسے عملی نصیحت بھی کرتا ہے اسلامی طریق صوم سے انسان ایک سبق یہ بھی سیکھتا ہے کہ بھوکے فاقہ زدہ لوگوں نیز بد قسمت لوگوں کی مصیبت اور زبوں حالی کو اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے روزہ دار شخص کی فاقہ زدہ انسان کے ساتھ ہمدردی خاص ہوتی ہے

ہمدردی کی نعمت اور اسکی قدر جاننے میں ہمیں کتنا وقت لگے گا؟ اسمیں دیر مناسب نہیں۔ مصیبت زدہ شخص کے ساتھ عملی ہمدردی سے زیادہ شاید ہی کوئی اور چیز شیریں ہو

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿ بھائی چارہ ﴾

اِنَّمَا الْمُؤمِنُونَ اِخوَةٌ فَاَصلِحُوا بَینَ اَخَوَیکُم وَاتَّقُوا اللّٰہ لَعَلَّکُم تُرحَمُون (سورۃ ۴۹۔ آیت ۱۱)

مومنوں کا رشتہ آپس میں بھائی بھائی کا ہے پس تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان جو آپس میں لڑتے ہوں صلح کرا دیا کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے

مذہب اسلام نے اخوت و بھائی چارہ پر بہت زور دیا ہے جس کا ایک مطلب یہ ہے کہ انسان دوسروں کی طرف مثبت رجحان رکھے انسانی بھائی چارہ اور تعلق کی گہرائی یقیناً بدلتی رہتی ہے یہ انسانی فطرت ہے بعض دفعہ انسان کا تعلق اور اُنس بعض لوگوں کے ساتھ زیادہ اور بعض کے ساتھ کم ہوتا ہے اخوت سے مراد عزت کا ایک خاص معیار اور دوسروں کیلئے بھلائی ہے حضرت میرزا ناصر احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں اس نعرہ کو بہت فروغ دیا کہ ہر احمدی کی محبت سب کے لئے ہے اور نفرت کسی کے لئے نہیں Love for all, hatred for none

فرقان مجید میں اللہ کریم ارشاد فرماتے ہیں:

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ خَلَقنٰکُم مِنّ ذَکَرٍ وَّاُنثٰی وَجَعَلنٰکُم شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا۔ اِنَّ اَکرَمَکُم عِندَ اللّٰہِ اَتقٰکُم۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیمٌ خَبِیرٌ (سورۃ ۴۹ آیت ۱۴) اے لوگو ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو کئی گروہوں اور قبائل میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے یقیناً اللہ بہت علم اور بہت خبر رکھنے والا ہے

مذکورہ آیت مبارکہ سے انسانیت کی اخوت اور مساوات کی دلیل ملتی ہے چونکہ ہم سب کا منبع اور ماخذ ایک ہے لہذا ہم سب انسانیت کے ایک وسیع خاندان میں موتیوں کی مالا کی طرح پروئے ہوئے ہیں محبت اور عزت سے سب خاندان آپس میں متحد رہتے ہیں۔ امن اور

امان بھی اس سلسلہ میں ایک لازمی جزو ہے کیونکہ جنگ و جدال اور جھگڑوں سے اخوت جلد ہی دلوں سے ختم ہو جاتی ہے بلاشبہ اسی وجہ سے سرور کائینات فخر موجودات آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو جائے تو انکو تین دن میں صلح کر لینی چاہئے آپ حضور ﷺ نے اخوت کی روح کا لب لباب اس نصیحت آمیز خطبہ میں یوں بیان فرمایا ہے :

اے لوگو۔ میری بات کو اچھی طرح سے سن لو کیونکہ میں نہیں جانتا کہ اس سال کے بعد میں تم لوگوں کے درمیان اس میدان میں کھڑے ہو کر تقریر کروں گا۔ تمہاری جانوں اور مالوں کو خدا تعالیٰ نے ایک دوسرے کے حملہ سے قیامت تک کے لئے محفوظ قرار دیا ہے ——— ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے تم سب ایک ہی درجہ کے ہو تم تمام انسان خواہ کسی قوم اور کسی حیثیت کے ہو انسان ہونے کے ناطے سے ایک درجہ رکھتے ہو یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملا دیں اور کہا جس طرح ان دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپسمیں برابر ہیں اسی طرح تم نوع انسان برابر ہو تمہیں ایک دوسرے پر فضیلت اور درجہ ظاہر کرنے کا کوئی حق نہیں تم آپس میں بھائیوں کی طرح ہو

(دیباچہ تفسیر القرآن۔ صفحہ ۲۲۸)

جنگ کی صورت میں یا جب حالات دیگر وجوہات کی بناء پر بگڑے ہوں تو پھر اخوت کا ہاتھ بڑھانا غیر ممکن ہو تا ہے بہر صورت نفرت کو دل میں جگہ نہیں دینی چاہئے جب ہمارے پیارے نبی ﷺ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ فاتح مکہ بن کر واپس لوٹے تو آپؐ نے اپنے سخت سے سخت دشمن سے صلہ رحمی کا سلوک کیا مکہ کا شہر آپ کے قدموں تلے تھا آپ چاہتے تو شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے اور آپ حضورؐ اور مومنین پر غیر انسانی سلوک کرنے والے مجرموں کو انکے غیر انسانی جرائم کی سزا دیتے اس کے برعکس آپ مکہ پر کشت و خون کے بغیر

قابض ہو گئے اور آپ نے ایذاں رساں لوگوں کو معاف کر دیا آپؑ نے فی الواقعہ عملی رنگ میں اس بات کا مظاہرہ کیا **محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں**

ابتدائے آفرینش سے ہی تمام خدائی مذاہب نے یہ تعلیم دی ہے کہ ایک دوسرے سے محبت کرو تین ہزار سال قبل خدائے ذوالجلال نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اعلان کرو .Thou shalt love thy neighbour as thyself ۔ تم اپنے ہمسایہ سے اسی طرح محبت کرو جس طرح خود سے

یہی منادی نہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی بلکہ انہوں نے اپنے دشمن سے بھی پیار کرنیکی تلقین کی آپ نے فرمایا : But I say unto you, love your enemies (Mathew 5:44) میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے الفت سے پیش آؤ۔ نئے عہد نامہ میں ایک اور جگہہ آیا ہے : Let us love one another (1 John 4:7) آئیں ہم ایک دوسرے سے محبت والفت سے پیش آئیں

کتاب منیر میں سچے مسلمانوں کو دوست اور بھائی کہا گیا ہے نیز یہ تلقین کی گئی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ امن و آشتی سے رہیں أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (۸ : آیت ۷۳) ان میں سے بعض بعض کے ولی دوست ہیں۔ پھر سورۃ الحجرات میں ذکر ہوتا ہے ۔ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (۴۹ آیت ۱۱) یعنیا مومن آپس میں بھائی بھائی (کی مانند) ہیں

ایک دوسرے کی عزت کرنا در اصل امن اور آشتی کے قیام کی بنیادی اینٹ ہے فرقان مجید میں اس کیلئے خاص ہدایات ہیں اور کینہ پروری اور غیر مہذب ۔ کج اخلاق رویہ کو سختی سے منع فرمایا ہے : ارشاد ہوتا ہے : يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَومٌ مِن قَومٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِن نِسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ہ اے مومنو کوئی قوم کسی قوم سے اسے حقیر سمجھ کر ہنسی مذاق نہ کرے ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہو اور نہ (کسی قوم کی) عورتیں دوسری (قوم کی) عورتوں کو حقیر سمجھ کر ان سے ہنسی ٹھٹھا کیا کریں۔ ممکن ہے کہ وہ (دوسری قوم یا حالات والی) عورتیں ان سے بہتر ہوں اور نہ تم ایک دوسرے پر طعن کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے ناموں

سے یاد کرو کیونکہ ایمان کے بعد اطاعت سے نکل جانا ایک بہت برے نام کا مستحق بنادیتا ہے (یعنی فاسق کا) اور جو بھی توبہ نہ کرے وہ ظالم ہوگا (سورۃ ۴۹ آیت ۱۲) اے ایمان والو گمان کرنے سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ بن جاتے ہیں اور تجسس سے کام نہ لیا کرو اور تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کیا کریں کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کریگا (اگر یہ بات تمہاری طرف منسوب کی جائے تو) تم اسکو ناپسند کروگے اور اللہ کا تقوی اختیار کرو اللہ بہت ہی توبہ قبول کرنے والا (اور) باربار رحم کرنیوالا ہے (آیت نمبر ۱۳)

ہم میں سے کوئی بھی کامل انسان نہیں ہے دوسروں سے سلوک و تعلقات قائم کرتے وقت اس بات کو ہمیشہ ذہن نشین رکھیں اس سے یہ مراد نہیں کہ ہم ان کے گناہوں یا غلطیوں کابرانہ منائیں مگر اسکے ساتھ ہم ان سے تحقیر آمیز سلوک بھی نہ کریں کیونکہ یہ اخوت کے درخت کی جڑ پر کاری ضرب لگاتا ہے

عاجزی اور کم مائیگی کا احساس ہمارے اندر دوسروں کیلئے ہمدردانہ اور رحمدلانہ سلوک کے جذبات پیدا کرے بجائے اسکے ہم دوسروں کی تحقیر کریں۔ اگر کوئی توہین کا ہدف بننے کا زیادہ مستحق ہے تو وہ پہلے ہماری اپنی ذات ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿ شکر گزاری ﴾

وَمَن یَّشکُر فَاِ نَّمَا یَشکُرُ لِنَفسِہٖ (سورۃ ۳۱ آیت ۱۲) **اور جو شخص بھی شکر کرتا ہے اس کے شکر کرنیکا فائدہ اسی کی جان کو پہنچتا ہے**

آیئے ہم خداوند کریم کے بے شمار احسانات لور نعمتوں کا شکر ادا کریں جو اس ذات پاک نے ہم پر اس دنیا میں نازل کیئے ہیں شکر کے جذبات کا اظہار حقیقی مسرت کا راز ہے جبکہ ناشکری سے فکر۔ الم لور یاس کا اظہار ہوتا ہے۔ شکر گزار انسان خدا کا ہر حالت میں شکر مند ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو اسکی نسبت تنگ دستی کی زندگی بسر کر رہے ہیں

خدا کی معرفت لور ذاتی تعلق در حقیقت بہت قیمتی نعمت ہے اسکے ماسوا اشیاء کی کوئی اصل لور دائمی حقیقت نہیں ہے جس شخص نے خدا کو پہچان لیا ہو اس پر جب کوئی آفت آتی ہے تو وہ اس پر مطمئن رہتا ہے یہ جان کر کہ اسکو خدا کی آغوش میں حفاظت مل گئی ہے اسکو دنیا کی کوئی طاقت یا چیز سیدھے راستہ سے نہیں ہٹا سکتی وہ رب کریم کا ہر وقت دلی شکریہ ادا کرتا ہے ان روحانی انعامات کا جو خدا نے اس پر کیئے ہیں۔۔۔ **وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰا کُم لَعَلَّکُم تَشکُرُون ہ** (سورۃ ۲ آیت ۱۸۶) لور اس بات پر اللہ کی بڑائی کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے لور تا کہ تم (اسکے) شکر گزار ہو

مسلمان کو اس بات کی تلقین کی جاتی ہے کہ وہ خداوند کریم کی حمد کرے اور اسکا شکریہ ادا کرے کہ خدا نے جملہ احسانات میں سے اسکو روحانی ہدایت کی نعمت سے نوازا یہ چیز مسلمان کیلئے بہت عزیز ہے دنیا کی کسی بھی سہولت سے اگر وہ محروم ہو جائے تو پھر بھی وہ برابر خدا کا

شکر گزار ہوتا ہے

میں یہاں اپنی زندگی کا ایک واقعہ جو ۱۹۵۵ء میں ویسٹ انڈیز کے جزیرہ اینٹی گوا میں ہوا بیان کرتا ہوں میرے حالات نا مساعد تھے ایک دوپہر جب میری مشکل کا میرے ذہن پر بہت اثر چھایا ہوا تھا اچانک خدا سے میرے تعلق کا مجھے احساس ہوا تو میں نے الحمد للہ کا ورد شروع کر دیا جب میں نے بار بار الحمد للہ۔ الحمد للہ کے الفاظ دہرائے تو میرا ذھن ایک تازہ اور پر سکون احساس سے بھر گیا جسنے میرے خوابیدہ ذہن کو اطمینان بخشا میرے وجود میں سکون کی لہر دوڑ گئی مجھے احساس ہوا کہ اس دنیا کی مشکلات اور امتحان دراصل خفیہ رحمت ہیں اور فی الحقیقت خدا سے تعلق اور محبت ہی وہ چیز ہے جو قابل اہمیت ہے

یٰقَومِ اِنَّمَا هٰذِهِ الحَیٰوةُ الدُّ نیا مَتَاعٌ۔ وَاِنَّ الآ خِرَةَ هِیَ دَارُالقَرار (۴۰ : ۴۰)

اے بھا ئیو یہ دنیوی زندگی تو صرف چند روز کا فائدہ ہے دراصل اخروی زندگی ہی یقیناً پائیدار ٹھکانا ہے

دنیا جسم کو تو تباہ کر سکتی ہے مگر وہ روح کو کبھی بھی تباہ نہیں کر سکتی مصائب اور افتاد ہمیں نفع یا نقصان ہمارے دماغی رجحان کے مطابق ہی پہنچا سکتے ہیں ایک مصنف نپو لین ہل نے اپنی کتاب کامیابی کے اصول میں کیا خوب کہا ہے **میں ان مصائب کا ممنون احسان ہوں جنکا مجھے سامنا کرنا پڑا کیونکہ انہوں نے مجھے صبر۔ ہمدردی۔ ضبط نفس اور دوسرے خواص سے بہرہ مند کیا ورنہ شاید میں ان سے کبھی بھی متعارف نہ ہو سکتا**

مثبت رجحان سے ہم ہر افتاد میں اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ مند ہو سکتے ہیں لہذا ہمیں مصائب اور خوش قسمتی دونوں کا مشکور ہونا چاہیے۔۔ آنحضور ﷺ کی حدیث کے مطابق سچے مسلمان کی زندگی ہر وقت نیکی سے معمور ہوتی ہے مومن کے سوا کوئی اسکو نہیں جان سکتا کیونکہ جب وہ کامیابی سے ہمکنار ہوتا تو وہ خدا کا شکر ادا کرتا ہے جسکے عوض وہ خدا کے مزید

انعامات کا مستحق ہو تا ہے اس کے بر عکس اگر وہ آزمائش یا تکلیف میں مبتلا ہو تا تو وہ اسے صبر کے ساتھ جھیلتا ہے اور یوں وہ دوبارہ خدا کے انعامات کا مستحق بن جا تا ہے

قرآن پاک میں ارشاد ہوًا ہے : وَ کَذٰلِکَ نَجزِی کُلَّ کَفُور (سورۃ ۳۵ آیت ۳۷) ہم ہر نا شکرے کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں۔ ایک اور جگہہ ارشاد ہو تا ہے لاَ یُفلِحُ الکاَ فِرُون (سورۃ ۲۸ آیت ۸۳) نا شکرا شخص کبھی بھی کامیاب نہیں ہو تا ہے

یہ انسانی فطرت ہے کہ ہم ان بے شمار نعمتوں اور احسانات کو تو نظر انداز کر دیتے ہیں جو ہماری زندگی کی زینت ہیں مگر چند افتادوں کے آنے پر رنج والم کا وا ویلا کر تے ہیں لوح محفوظ ہمیں ایسے منفی رجحان سے خوب آگاہ کرتی ہے : وَاِنَّ رَبَّکَ لَذُو فَضلٍ عَلیَ النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکثَرَ ھُم لاَ یَشکُرُون (سورۃ ۲۷ آیت ۷۴) اور تیرا رب لوگوں پر فضل کرنیوالا ہے لیکن ان میں سے اکثر شکر نہیں کرتے۔۔ آیئے ہم مثبت رجحان کو اپنے اندر پیدا کریں اور زندگی کی نعمتوں پر اپنی توجہ مرکوز کریں آیئے ہم ایک معصوم بچے کی طرح خدا کے احسانات کے شکر مند ہوں

Thank you for the world so sweet
Thank you for the food we eat
Thank you for the birds that sing
Thank you God for every thing

ولئیم شیکسپئیر نے شکر کے جذبات کا اظہار ان قدرے خوبصورت الفاظ میں کیا ہے : اے خدا تو نے مجھے زندگی کی نعمت عطا کی۔ مجھے ایسا دل عطا کر جو شکر سے لبریز ہو

شکر گزاری کو دل کی یادداشت کہا گیا ہے خدا تعالیٰ نے نہ صرف ایسے لوگوں کے لئے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے بلکہ ان کیلئے اچھے بدلہ کا بھی وعدہ دیا گیا ہے قرآن مجید دلکش الفاظ میں شکر گزاری کا یوں ذکر کر تا ہے : سَنَجزِی الشَّا کِرِیْن (سورۃ ۳ آیت ۱۴۵) خدا شکر گزار بندوں کو

اچھا عوض دیتا ہے

بعض لوگ ہر چیز اور ہر شخص میں عیب نکالتے ہیں اور پھر شکایات کر کے اپنی زندگی اجیرن کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی زندگی میں دھوپ بہت کم لکھی گئی ہے ایسے لوگوں کے دوست بہت کم ہوتے ہیں شاید شکایتی شخص کو شکایتی ہی پسند کرتا ہے برطانیہ کے آرک بشپ ولیم ٹمپل نے کیا خوب کہا ہے شاید ہم میں سے بہت لوگوں کی روحانی زندگی کنگال اور خراب ہے کیونکہ ہم شکر مندی کو کم اہمیت دیتے ہیں

بائبل میں آیا ہے Give thanks whatever happens (Thessalonians 5: 18)

یعنی جو کچھ بھی ہو خدا کے شکر گزار رہو قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ أشكُر الله : خدا کا شکر ادا کر۔ شکر گزار انسان ہمیشہ خوش و خرم رہتا ہے۔ وہ اپنا وقت خدا کی دی ہوئی نعمتوں کے گننے میں گزارتا ہے بجائے مزید مانگنے کے

و آخر دعونا عن الحمد لله رب العا لمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قول و قرار

یَا اَیّہَا الذّین آمنُوا اَوفُو بِالعُقُود (سورۃ ۵ آیت ۲) اے ایمان دارو اپنے وعدوں کو پورا کرو

معتبر اور باوثوق ہونا انسان کے کردار کی بنیادی اینٹ ہونا چاہئے۔ انسان چاہے کس قدر خوش خلق ہو اگر وہ اپنے وعدوں پر پورا نہ اترتا ہو تو وہ دوسروں کی نگاہ میں عزت کھو دیتا ہے کسی سے کئے ہوئے وعدہ کو کبھی بھی مت توڑو چاہے یہ وعدہ کتنے ہی غیر وقعت معاملہ میں کیا گیا ہو بچے سے کیا ہوُا وعدہ اگر توڑا دیا جائے تو اسکا اثر بچہ پر بہت بڑا ہوتا ہے بعض دفعہ مائیں بگڑے ہوئے غصیلے بچے کو وقتی طور پر خموش کرانے کے لئے وعدہ کر دیتی ہیں اسکا دماغ وقتی طور پر تو پر سکون ہو جاتا ہے اور اسکی توجہ بچوں کی دلچسپیوں میں ہٹ جاتی ہے پھر ماں وعدہ شکنی کرتی ہے یا نادانستہ طور پر فراموش کر دیتی ہے جب بچہ کو وعدہ یاد آتا ہے تو پھر وہ اپنی والدہ کے ٹوٹے ہوئے وعدے پر سرزنش کرتا ہے اس ضمن میں کسی نے کیا خوب کہا ہے :

ٹوٹا ہوُا وعدہ روح پر بد نما دھبّہ ہوتا ہے (ایڈ مینڈ شافٹ بری)

جس طرح سپاہی احکامات کی پابندی کرتا ہے نیز ان پر پوری ذمہ داری کے ساتھ کار بند ہوتا ہے اسی طرح کئے ہوئے وعدہ کو پورا کرنا چاہئے اللہ کریم کتاب مکنون میں فرماتے ہیں :اِنّ اللہ یَحِبُّ المُتّقِین (سورۃ ۹ آیت ۷) اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ سید المرسلین خاتم النبین آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ وعدہ ایفائی ایمان کا حصہ ہے وعدہ ایک مقدس عہد ہے جس کو اس وقت تک نہیں کرنا چاہئے جب تک انسان اس کے ایفاء کرنیکے بارہ میں پورا یقین نہ رکھتا ہو۔ ٹوٹا ہوُا وعدہ نہ صرف دوسرے شخص کو دکھ دیتا ہے اور بے آرام کرتا ہے بلکہ جس نے وعدہ کیا ہوتا اس کی شہرت بھی پاش پاش ہو جاتی ہے

اگر انسان وعدہ کو پورا نہ کر سکتا ہو اور اسکی وجہ غیر معمولی واقعہ یا حالات ہوں تو اس صورت میں دوسرے شخص کو فوڑا وضاحت کر دینی چاہئے اگر انسان وضاحت کرنی بھول جائے تو فوڑا معذرت کر دینی چاہئے بجائے اسکے کہ انسان جھوٹے بہانے تراشے کیونکہ ایسے معاملات میں راست گوئی بنیادی چیز ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ لوح محفوظ میں ارشاد فرماتے ہیں :

وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ (سورۃ ۳۳ آیت ۳۶) راست گو مرد اور راست گو عورتیں

غیر قانونی یا معصیت والے وعدہ کو توڑنے میں کوئی عار نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اللہ جل جلالہ سے وفا تمام وعدوں سے بالاتر ہے۔ غلط وعدہ اوّل تو کرنا ہی نہیں چاہئے اور مضبوط کردار والا شخص غلط وعدہ کرتا ہی نہیں ہے ہاں یہ بھی یاد رہے کہ اگر دوسرا شخص وعدہ شکنی کرے تو پھر ہمیں اپنے وعدہ پر قائم رہنا ضروری نہیں ہے لوح محفوظ میں ارشاد ہوا ہے :

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ

(سورۃ ۸ آیت ۵۹) اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت (عہد شکنی) کا اندیشہ ہو تو آپ وہ عہد ان کو اسی طرح واپس کر دیں کہ آپ اور وہ اس اطلاع میں برابر ہو جائیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے

وعدہ کو پوری سختی سے پورا کرنیکی کوشش کرنی چاہئے بلکہ اس چیز کو اپنا امتیازی نشان سمجھنا چاہئے ایک قابل اعتبار شخص جو اپنے وعدہ کا ایفاء کرتا ہے اور چھوٹی چھوٹی باتوں جیسے وقت پر ملاقات کے لئے پہنچتا ہے ایسے شخص کی ہمیشہ عزت کی جاتی ہے آیئے ہم قابل اعتبار بن کر اپنی شہرت کو چار چاند لگائیں تا لوگ یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ ہمارا کیا ہوا وعدہ اتنا ہی پکا ہے جیسے پتھر کی لکیر۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿ایک احمدی کارول﴾

احمدی وہ مسلمان ہے جو یقین رکھتا ہے کہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب بانی جماعت احمدیہ مسیح موعود اور مہدیء موعود تھے۔ آپ کے ظہور کی پیش گوئی امام المرسلین خاتم النبین آنحضرت ﷺ اور آپؐ سے پہلے آنیوالے انبیاء بشمول ابن مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی کی تھی تاہم یہ صرف ایک نظریاتی دعویٰ ہے اور بذاتہٖ صرف ایک لیبل کے سوا کچھ نہیں ہے

بانی جماعت احمدیہ حضرت میرزا غلام احمد صاحبؑ بلا شبہ اللہ کے رسول تھے آپ نے تمام نوع انسانی کو اپنے دعویٰ کی صداقت کو قبول کرنیکی دعوت دی مگر بات اس حد تک نہ رہی بلکہ آپ نے فرمایا کہ اسلام واحد عملی دین ہے جو قرآنی تعلیمات اور حضرت نبی اکرم ﷺ کے احکام کے سامنے مکمل طور پر سر تسلیم خم کرنیکا مطالبہ کرتا ہے۔ اس مقصد کے حاصل کرنیکی تمنا اور ارادہ ہر احمدی کو کرنا چاہئے اور اسلام کے اصول اسکی روز مرّہ زندگی میں عمل پذیر نظر آنے چاہئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:

> اسلام کیا ہے؟ یہ ایسی آگ ہے جو تمام سفلی خواہشوں کو ختم کر دیتی ہے یہ جھوٹے خداؤں کو جلا دینے اور اپنی جان و مال اور عزت کو خدا کی خاطر قربان کرنے کا نام ہے (اسلامی اصول کی فلاسفی)

ایک احمدی سے خدا اور نبی پاک ﷺ سے محبت اور پر سوز عشق کے اظہار کی توقع یوں کی جاتی ہے کہ وہ اپنی زندگی اسلام کے اصولوں کے مطابق ڈھال لے۔ وہ دنیوی مال و دولت اور آسانیوں کو اسکی روحانی ذمہ داریوں کے آگے دیوار نہ بننے دے۔ اس کے دماغ پر ہر وقت یہی

خیال چھایا رہے کہ وہ اپنے کردار کو خدا کی رضا اور خواہش کے مطابق ڈھالے

بانی جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعودؑ صرف مذہبی مسائل مثلاً ختم نبوت کے معنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات۔ معراج کی حقیت۔ موت کے بعد زندگی وغیرہ کی وضاحت کرنے کیلئے ہی مبعوث نہ ہوئے تھے۔ ان مسائل کی اہمیت اپنی جگہہ لیکن آپ کی آمد کا اصل مقصد اسلام کے اصولوں پر عمل کے ذریعہ عالم انسانیت کی اصلاح تھی

ایک احمدی کا طرہ امتیاز اسلام جیسے دین فطرت سے مربوط تعلق ہونا چاہئے اور اس تعلق کا یہ حال ہو کہ خدا کے قوانین سے ذرا سی بے تعلقی سے اسکو نفرت ہو بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک احمدی کے دل میں ذرہ بھر بھی دنیا کی چاہت یا ملونی ہو گی تو وہ سچا احمدی نہ گنا جائیگا جسکا مطلب یہ ہے کہ دنیوی لالچ یا حرص کی خاطر اسلام کے کسی قانون یا اصول کو نظر انداز نہ کرو۔ ایک احمدی نہ صرف مذہب کی بنیادی تعلیمات پر غور کرنے بلکہ مذہب کی ضرورتوں اور لطیف نقاط کو جاننے کی بھی توقع کی جاتی ہے جو دوسروں کیلئے خواہ اہمیت نہ بھی رکھتے ہوں میرے نزدیک ایک احمدی کے مندرجہ ذیل رول ہیں :

ا۔ مذہب اسلام کا سپاہی	۲۔ اسلام کا سفیر
۳۔ اسلام کا مبلغ	۴۔ اسلام کا سچا خادم
۵۔ اسلام کا محافظ	۶۔ اسلام کا سچا نمونہ

اسلام کا سپاہی

ایک سپاہی کی کئی خصوصیات ہوتی ہیں ان میں سے ایک خصوصیت ملک و قوم کی خدمت کرنا اور مشکل حالات میں قوم کیلئے پورے جذبہ سے لڑنا ہے وہ اپنے ملک اور قومی جھنڈے کیلئے اپنی تمام صلاحتیں استعمال میں لاتا ہے

احمدی خدا کا فوجدار سپاہی ہے جو اسلام کے جھنڈے کی حفاظت کیلئے وقف ہو چکا ہے پر امن ذرائع سے اسلام کے دفاع اور تبلیغ کیلئے ہر وقت تیار رہتا ہے ۔ جب اسے اپنے فرض کی طرف بلایا جاتا ہے تو ایک سپاہی کی حیثیت سے وہ گھر میں بیٹھا مسلمان نہیں بلکہ روحانی تلوار ہاتھ میں لئے وہ ہر طرف جاتا ہے وہ سخت گرمی۔ برفباری۔ اور یخ بستہ ہواؤں سے گھبراتا نہیں ہے اس کے پختہ ایمان اور عقیدہ کا ثبوت یہ ہے کہ وہ اسلام کی محبت میں سرشار ہر قسم کی صعوبتیں سہنے کے لئے تیار رہتا ہے ایک احمدی دنیا کے بڑے بڑے مشاہرین کی زندگیوں سے سبق سیکھتا ہے انکی خوبیوں کو اپنانے کیلئے وہ ہمہ وقت کوشاں رہتا ہے تا وہ اسلام کی خاطر بہتر طریق سے جہاد کر سکے

اسلام کا سفیر

ایک احمدی پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ وہ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی موعود کا نمائندہ ہے۔ جنکی آخری زمانہ میں بعثت کی پیش گوئی سید المرسلین آنحضور ﷺ فرما چکے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں کو سخت تاکید فرمائی کہ وہ ہر پہلو سے عملی مسلمان بن کر دکھائیں۔ ایک احمدی کو اسلام کا معزز سفیر بن کر پورے جوش و جذبہ سے اسکی تمام تعلیمات پر عمل پیرا ہونا چاہئے

یہ بات صحیح ہے کہ وہ مذہب جو کرامات نہیں دکھلاتا ہے مُردہ مذہب ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ ایک احمدی پر دنیا کی نظریں جمی ہوئی ہیں کہ وہ احمدیت کی تعلیمات پر پورے خلوص سے عمل کرتا ہے یا نہیں وہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی تعلیمات پر محتاط طریق سے عمل پیرا ہوتا ہے لیکن اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ خدا کی نظریں اس پر لگی ہوئی ہیں

دنیوی سفیر جس حکومت کی نمائندگی کرتا ہے وہ اپنی حکومت کا امتیازی نشان ہوتا ہے اسی طرح احمدی کو احمدیت کا سفیر ہونے کے ناطے سے اسکی تعلیمات کا نشان ہونا چاہئے

اسلام کا مبلغ

سیدالمرسلین خاتم الانبیاء آنحضرت ﷺ خدا کے رسول تھے جنکو خدا نے نوع انسانی کی رشد و ہدایت کے لئے آخری پیغام دیکر بھیجا ۔ یہ ایک احمدی کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے مذہب کی تعلیم دوسروں تک پہنچائے اور جب بھی موقعہ ملے وہ اپنے مسلمان بھائیوں کو احمدیت کا پیغام سمجھانیکی کوشش کرے اور انکو مشورے دے۔ یہ بات قرآنی تعلیم کے عین مطابق ہے جیسا کہ قرآن کریم میں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ ایک دوسرے کو نصائح کریں

جماعت احمدیہ اسلام کا پیغام ہر شخص تک پہچانے اور اسکی تشریحی وضاحت کرنے میں مصروف کار ہے نیز یہ اس دن کو قریب لانے کی کوشش کر رہی ہے جب مذہب اسلام دنیا کا غالب مذہب ہوگا

ایک احمدی اسلام کا مبلغ ہے وہ ہر زید و بکر کو تبلیغ کرتا ہے اور کامیاب تبلیغ کا ایک گر، یہ ہے کہ وہ اس بات پر خود عمل کرے جسکی وہ تبلیغ کرتا ہے۔ یہ بات وہ بخوبی جانتا ہے کیونکہ یہ بات قرآن مجید کا خلاصہ ہے چنانچہ تبلیغ کے میدان میں یہ امر کامیابی کی کنجی ہے

اسلام کا خادم

ایک احمدی اسلام کا خادم ہے۔ سچے خادم کی دو خصوصیات ہوتی ہیں ایک تو وہ عزت کرتا ہے دوسرے وہ وفادار ہوتا ہے

خدا کی عزت اور اسکی مخلوق کی عزت اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے خدا قادر مطلق ہے اور خدا ہی سب سے زیادہ عزت اور محبت کا مستحق ہے خدا کی مخلوق اسکی تخلیق ہے

اسلئے اسے بھی کماحقہ عزت دینی چاہئے

خدا کا خادم ہو نیکی حیثیت سے ایک احمدی خدا کا تابعدار ہو تا ہے خدا کے احکامات پر عمل کرنے میں وہ حد سے زیادہ محتاط ہو تا ہے نیز وہ خدا کی ناراضگی مول لینے میں بہت ہی محتاط ہو تا ہے وہ نماز باقاعدگی سے ادا کر تا ہے۔ اور روزے رکھتا ہے۔ زکوٰۃ دیتا ہے وہ دوسری مالی ادائیگیاں کر تا ہے جنکا اسلام نے حکم دیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے تمام خلفاء کی ہدایات کے مطابق چندے فراخدلی سے دیتا ہے وہ جوا کھیلنے۔ ڈانسنگ۔ وائن۔ خنزیر۔ سود پر رقم دینے ۔ جھوٹ بولنے۔ غیبت۔ اور دھوکا فریب سے پرہیز کر تا ہے وہ تمام دوسری ممنوعہ چیزوں سے بھی احتراز کر تا ہے نیز خدا کی اطاعت ہمیشہ اسکا مطمح نظر ہو تا ہے۔

اسلام کا محافظ

مذہب اسلام پر اس وقت ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں اس کے دشمن اپنی جہالت کے باعث یا تعصب کی بناء پر اسے بدنام کرنیکی پوری سعی کر رہے ہیں اسلام شاید آج واحد دین ہے جس کو سب سے زیادہ غلط رنگ میں روئے زمیں پر پیش کیا گیا ہے

احمدی نہ صرف اپنی اصلاح کیلئے اسلام کے بارہ میں علم اور معلومات حاصل کر تا ہے بلکہ وہ اسکے معترضین کے اعتراضات کا جواب دینے کے لئے اپنے آپکو تیار کر تا ہے

اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام انسان کا بنایا ہوا مذہب ہے جسمیں کوئی روحانیت نہیں ہے اس کے برعکس احمدی اپنی زندگی میں یہ بات ثابت کر تا ہے کہ اسلام ایسا زندہ مذہب ہے جو ایک انسان کے کردار کو خوبصورتی سے مزین اور روح کو پاک کر تا ہے

ایک احمدی مثالی کردار اپنے اندر پیدا کرنیکی پوری سعی کر تا ہے کیونکہ کسی دوسری چیز سے زیادہ اس کے عمل سے اسلام کی روحانیت زیادہ ثابت ہوتی ہے احمدی اسلام کا دفاع اپنی

اسلامی زندگی کے نمونہ سے کرتا ہے

اسلام کا نمونہ

احمدی وہ ہے جسے روحانی صداقتوں سے اللہ نے خوب آگاہ کیا ہے جو دوسروں کیلئے ابھی تک پردہ راز میں ہیں۔ یہ صداقتیں اسکے دل پر یوں منقش ہیں گویا وہ صرف خدا کی گود میں ہی سکون اور راحت پاتا ہے۔ انسان ہونیکے ناطے سے وہ اپنے اعزّہ اور دوستوں سے محبت ضرور کرتا ہے لیکن ان رشتوں کی کشش کے باوجود خدا تعالیٰ سے اپنی فرمانبرداری کو وہ کبھی بھی فراموش نہیں کرتا ہے

جب ایک احمدی صحیح معنوں میں سپاہی۔ سفیر۔ مبلغ۔ خادم۔ محافظ بن جاتا ہے تب وہ اسلام کا کامل نمونہ بنتا ہے جیسا کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :

> خدا انسان کی آنکھ بن جاتا ہے جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور زبان ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ بولتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ حملہ کرتا ہے اور کان ہو جاتا ہے۔ جسکے ساتھ وہ سنتا ہے اور پیر ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ چلتا ہے (اسلامی اصول کی فلاسفی)

☆☆

والسَّلامُ علیٰ مَنِ اتّبعَ الھُدیٰ

لا اله الا الله محمد رسول الله

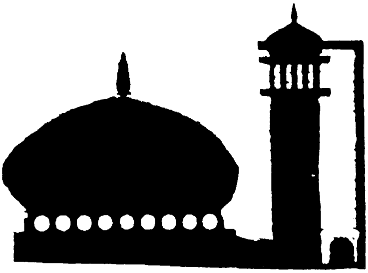

ضمیمه

(از قلم عبد الرحمٰن صاحب دہلوی)

﴿آرچرڈ مسلمان کیسے ہوئے﴾

آج سے اٹھاون سال قبل ۹ جنوری ۱۹۴۲ء کو نماز جمعہ سے قبل قادیان دارلامان کی مسجد اقصیٰ میں اعلان کیا گیا کہ جو لوگ فوج میں بھرتی ہونے کے خواہش مند ہوں وہ نماز عصر کے بعد ریلوے اسٹیشن پر پہنچ جائیں میں وقت مقررہ پر وہاں پر پہنچ گیا جہاں اور جوان بھی بھرتی ہونے کیلئے جمع تھے مولوی ظہور الحسن صاحب ہم سب کو لیکر جالندھر پہنچے میں فٹر کے طور پر بھرتی ہونا چاہتا تھا لیکن ریکروٹنگ آفیسر نے مجھے سپاہی کلرک بھرتی کیا اور آئی اے او سی ٹریننگ سینٹر جبل پور بھیج دیا جہاں سات ہفتے کی فوجی اور دفتری ٹریننگ کے بعد ملیر کینٹ کراچی کی یونٹ آرڈیننس فیلڈ پارک میں تعینات کر دیا گیا

فیلڈ پارک کی کمپنی سمندر پار جانے کیلئے تیار تھی اور میں میدان جنگ میں جانے کیلئے مضطرب لیکن وائے حسرت کہ کمپنی تو میدان جنگ کے لئے روانہ ہو گئی لیکن مجھے میری تحریری درخواست کے باوجود ہندوستان میں چھوڑ دیا گیا اور کمپنی کے ایک سیکشن میں مجھے بہ یک وقت حوالدار میجر۔ کوارٹر ماسٹر۔ اور کلرک کی خدمات انجام دینی پڑیں اور صحیح معنوں میں میری فوجی اور محکمانہ تربیت اس سیکشن میں ہوئی

ستمبر ۱۹۴۷ء اس فیلڈ پارک کمپنی کے دو حصے کر دیئے گئے جنمیں سے ایک حصہ برما کی ریاست منی پور کے دارلخلافہ امفال جانے کیلئے نامزد ہوا اور ایک ہندوستان میں چھوڑ دیا گیا جو حصہ امفال جانیوالا تھا مجھے اسکا ہیڈ کلرک بنا دیا گیا۔ ہمارا سیکشن کانوائے کی صورت میں دیما پور کے راستے امفال پہنچا۔ پندرہ بیس دن کے سفر کے بعد جب ہم امفال پہنچے تو ہمیں ایک گاؤں یری پوک Yeri Pok میں قیام کرنا پڑا جہاں ہم سے پہلے ایک اور ٹینک بریگیڈ مقیم تھا

ہمیں بھی ان کے ساتھ شامل کر دیا گیا مگر ہمارا ایکشن جداگانہ طریق پر مصروف عمل رہا۔ یہاں تک کہ جنرل ہیڈ کوارٹر دہلی نے ہماری کمپنی کو دوسری کمپنی میں مدغم کر دیا

جس کمپنی کے ساتھ ہم نے اشتراک کیا اسمیں ایک انگریز لیفٹیننٹ تھے جنکا نام جان برین آرچرڈ تھا یہ پہلے ڈوگرہ رجمنٹ میں تھے اسکے بعد آئی اے او سی میں متصل ہو گئے تھے۔ یہ افسر ہر ہفتہ اپنے والد کو انگلینڈ چھ سات صفحہ کا ایک خط لکھا کرتے تھے جسمیں وہ ہندوستان کی تاریخ مرتب کیا کرتے تھے غالباً انکا ارادہ ہندوستان کی تاریخ شائع کرنیکا تھا جب ۱۹۴۴ء میں جاپانیوں نے اتحادیوں پر سخت حملہ کر دیا اور امفال کو گھیرے میں لے لیا ان ایام کی ایک شام کا ذکر ہے کہ میں گارڈ کمانڈر تھا لیفٹیننٹ آرچرڈ اپنے بنکر سے باہر نکلے میں نے انکو سلوٹ کیا اور ان سے کہا کہ میں نے سنا ہے آپ ہندوستان کی تاریخ لکھ رہے ہیں لیکن آپ کی تاریخ اس وقت تک نامکمل رہے گی جب تک کہ آپ ہندوستان کی سر زمین پر ہونے والے اس اہم واقعہ کا ذکر نہ کریں انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ وہ واقعہ کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ مسیح نے عہد نامہ میں جو وعدہ کیا تھا وہ پورا ہوا یعنی مسیح نے کہا تھا۔ اس وقت تک انتظار کرو کہ میں دوبارہ آؤں۔ لہذا مسیح ہندوستان کی سر زمین کے ایک گاؤں میں آگیا ہے آپ اس واقعہ کو اپنی تاریخ میں ضرور بیان کریں

انہوں نے جواب دیا کہ اس وقت تو میں حاضری (رول کال) پر جارہا ہوں کیونکہ آج میں آفیسر آف دی ڈے ہوں پھر کسی وقت بات کروں گا۔ کیونکہ آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اسکے بعد وہ شام کی رول کال سے فارغ ہو کر میرے پاس آئے اور انہوں نے بہت سے سوالات کئے۔ انہوں نے احمدیہ لٹریچر پڑھنے میں اپنی دلچسپی بیان کی چونکہ اس وقت فوج میں تبلیغ منع تھی اور آج بھی ہے لہذا میں نے ان سے کہا کہ ہماری جماعت کے مبلغین میں سے

ایک مبلغ ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب ہیں آپ ان سے خط و کتابت کریں وہ آپ کو نہ صرف لٹریچر پڑھنے کو دیں گے بلکہ آپ کے شکوک و شبہات بھی دور کریں گے۔ آرچرڈ صاحب نے کہا کہ اچھا میرا تعارف مفتی صاحب سے کرادو۔

میں نے قادیان حضرت مفتی محمد صادقؓ کی خدمت میں تحریر کیا کہ برائے مہربانی آپ لیفٹیننٹ آرچرڈ کو ایک جلد اسلامی اصول کی فلاسفی اور ایک جلد احمدیت یا حقیقی اسلام روانہ کر دیں کتابوں کی قیمت اور ڈاک خرچ میں ادا کر دوں گا۔ تقریباً ایک ڈیڑھ ہفتہ کے بعد مسٹر آرچرڈ کو مفتی صاحب کی طرف سے خط اور کتابوں کا پارسل موصول ہوا۔ جسکا انہوں نے مجھ سے تذکرہ کیا اور اسکے بعد انہوں نے کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی کا مطالعہ شروع کر دیا

ایک روز مسٹر آرچرڈ اسلامی اصول کی فلاسفی کا مطالعہ میں مصروف تھے میں ادھر سے گزرا انہوں نے مجھ سے باتیں شروع کر دیں اور کہا کہ اسلام کی تعلیم تو اچھی ہے مگر ایک بری بات یہ ہے کہ اسلام عیسائیت پر حملے بہت کرتا ہے جواباً میں نے عرض کیا کہ اب آپکا فرض ہے کہ آپ اس بات کی تحقیق کریں کہ اسلام کے یہ حملے صحیح ہیں یا غلط۔ اتنے میں ایک اور مسلمان لیفٹیننٹ محمد غفار علوی جو بعد میں پاکستان آرمی سے میجر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے ادھر آ نکلے۔ مسٹر آرچرڈ نے ان سے بھی باتیں شروع کر دیں اور ان سے بھی مذکورہ سوال دہرایا انہوں نے جواب دیا کہ یہ باتیں عبدالرحمٰن سے ہی پوچھیں یہی آپ کو بتائے گا میں نے کہا کہ اگر کوئی شخص چور ہو تو اسے چور کہنا حملہ کرنا نہیں ہے بلکہ امر واقعہ کا اظہار ہے ہاں کسی ایسے شخص کو چور کہنا جو چور نہ ہو الزام اور حملہ ہے اور ایسا نہیں کرنا چاہئے اب آپ اس کتاب کو اس نظریہ کے تحت مطالعہ کریں کہ کیا اسلام عیسائیت کے بارہ میں جو کہتا ہے وہ حقیقت ہے یا نہیں اگر حقیقت ہے تو اسکو حملہ نہیں کہہ سکتے اور اگر حقیقت نہیں تو واقعی حملہ

ہے اور اسلام کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے

ایک دن لیفٹیننٹ آرچرڈ نے مجھ سے کہا کہ کیا تم مجھے اردو پڑھادو گے میں نے جواب دیا کہ دفتر کے وقت تو میں کچھ نہیں کر سکتاہاں اگر آپ صبح پی ٹی (فزیکل ٹریننگ) کے وقت چاہیں تو میں ایسا کر سکتا ہوں چنانچہ میرے سیکشن آفیسر کیپٹن راجندر سنگھ نے مجھے اجازت دیدی اور میں نے مسٹر آرچرڈ کو اردو پڑھانی شروع کر دی ایک روز لیفٹیننٹ صاحب نے مجھ سے کہا کہ تمہاری جماعت دنیا کے فلاح و بہبود کیلیئے بہت کچھ کر رہی ہے مثلا یہی کہ اتنا لٹریچر مفت تقسیم کرتی ہے کیا میں اسکا ممبر بن سکتا ہوں ؟ میں نے کہا شوق سے۔ کہنے لگے کہ مگر میں مسلمان نہیں ہوں گا میں نے جوابا کہا کہ جب آپ اس جماعت میں داخل ہونگے تو پہلی چیز جسکا آپ کو اقرار کرنا پڑیگا وہ ہے اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له و اشهد ان محمد ا عبده و رسوله۔ اور جو شخص اس کلمہ کو پڑھ کر اسکا اقرار کریگا وہ مسلمان ہو تا ہے تو کہنے لگے کہ پھر میں اس جماعت میں داخل نہیں ہو تا اگر میں اس جماعت کی کچھ روپیہ سے مدد کرنا چاہوں تو کیا میرا یہ روپیہ قبول کیا جائیگا میں نے کہا یقیناً اس پر وہ بولے کہ میں سو روپیہ دینا چاہتا ہوں

ایک صبح جب وہ مجھ سے اردو کا سبق لے رہے تھے تو باتوں باتوں میں آواگون کا ذکر چھڑ گیا کہنے لگے میں اس مسئلہ کا قائل ہوں۔ میں نے ایک مثال پیش کی کہ اگر ایک سپاہی کوئی غلطی کرے اور اسکی پاداش میں اسکو کوئی سزا دی جائے لیکن سزا دینے سے قبل اسکو مسمرائز کر دیں (کیونکہ لیفٹیننٹ صاحب مسمریزم کے ماہر تھے) اور اسکی سزا بھگتنے کے بعد اگر آپ مسمریزم کا وہ اثر اسکے دماغ سے دور کر دیں تو کیا اس سپاہی کو سزا دینا کوئی عقلمندی کی بات ہے یا اس سزا کا کوئی معقول نتیجہ نکل سکتا ہے کہنے لگے کہ نہیں۔ میں نے کہا بس یہی حالت آواگون کی ہے اگر کوئی شخص یہ جانتا کہ وہ پچھلے جنم میں کیا تھا اور کس گناہ پاپ کے بدلہ میں موجودہ جون

اختیار کی گئی ہے تو پھر خدا تعالیٰ کا یہ فعل درست تھا لیکن موجودہ صورت میں جبکہ کسی ذی روح کو اپنی گذشتہ جون کی نیکی یا بدی کا کوئی علم نہیں خداوند تعالیٰ کا یہ فعل عبث ٹھہرتا ہے ؟ وہ اسی وقت بول اٹھے بس بس میں سمجھ گیا آواگون کا مسئلہ غلط ہے

برما میں قیام کے دوران ایک دفعہ ملٹری کا آرڈر آیا کہ انگریز فوجی جو ہندوستان میں چھٹی گزارنا چاہتے ہوں وہ اٹھائیس روز کی چھٹی پر ہندوستان جا سکتے ہیں ایک دن مسٹر آرچرڈ میرے پاس آئے اور کہنے لگے میں ہندوستان چھٹی پر جا رہا ہوں میں نے دریافت کیا کہ ہندوستان چھٹی کہاں گزاریں گے کہنے لگے کہ میرا ایک ہندو دوست ہے وہ ڈوگرہ رجمنٹ میں ہے اور خورجہ میں رہتا ہے اس کے مکان پر۔ میں نے کہا یہ تو بہت اچھا موقعہ ہے آپ قادیان بھی دیکھتے آئیں مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوسرے روز صبح جب میں انہیں اردو پڑھانے گیا تو پھر قادیان کا تذکرہ ہوا کہنے لگے کہ خورجہ (دہلی) سے قادیان تک اگر فرسٹ کلاس کا کرایہ دلوا دو تو میں چلا جاؤں گا میں نے عرض کیا کہ آپ ریلوے کا پاس بنوائیے خورجہ کے قادیان تک کا ہوا لیں کہنے لگے پاس تو بن چکا ہے میں نے کہا میں اسے منسوخ کروا کر دوسرا ہوا دیتا ہوں ۔بولے کہ میں کسی کو یہ بتانا نہیں چاہتا کہ میں قادیان جا رہا ہوں میں نے عرض کیا کہ اچھا پھر وہ سو روپیہ جو آپ انجمن احمدیہ کو دے رہے تھے آپ اس سے پاس خرید لیں اس پر ہنستے ہوئے انہوں نے کہا کہ اسکا مطلب یہ کہ تم روپیہ دینا نہیں چاہتے۔ پھر انہوں نے دریافت کیا کہ قادیان میں میرے قیام کا کیا بندوبست ہوگا؟ میں نے عرض کیا کہ اگر آپ دیسی کھانا اور رہائش پسند کریں تو مفتی محمد صادق صاحب کے مکان پر بندوبست ہو جائیگا اور اگر آپ انگریزی کھانا اور رہائش پسند کریں تو پھر چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے ہاں مفتی صاحب آپکا بندوبست کر دیں گے (بعد میں معلوم ہوا کہ انہوں نے مہمان خانے کی رہائش کو ترجیح دی اور وہیں قیام کیا)

لیفٹیننٹ صاحب نے مجھے اپنا پروگرام دے دیا جو میں نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی خدمت میں ارسال کر دیا۔ میں نے مفتی صاحب سے یہ درخواست بھی کی کہ وقت مقررہ پر کسی آدمی کو ریلوے اسٹیشن پر بھیج دیں آرچرڈ صاحب کے پروگرام کے مطابق ان کو صبح کے وقت قادیان پہنچنا تھا مگر کسی غلط فہمی کی بناء پر پروگرام کے برخلاف وہ بارہ گھنٹے قبل شام کی گاڑی سے قادیان پہنچ گئے اور اسٹیشن پر کسی خادم سے انہوں نے مفتی صاحب کے مکان کا پتہ دریافت کیا اس سعادت مند لڑکے نے آرچرڈ صاحب کو اپنے ہمراہ لیا اور مفتی صاحب کے مکان پر پہنچا دیا۔ آرچرڈ صاحب صرف ایک دن کیلئے قادیان گئے تھے مگر غالبا انہوں نے ایک ہفتہ قیام کیا اسکے بعد وہ خورجہ گئے اور پھر وہاں سے واپس برما اپنی کمپنی آرڈیننس فیلڈ پارک میں پہنچے

اگلی صبح میں انہیں اردو پڑھانے گیا اور انکے سفر کے حالات دریافت کئے اور قادیان کے متعلق بھی۔ انہوں نے بتایا کہ کس طرح وہ غلطی سے پروگرام سے بارہ گھنٹے قبل قادیان پہنچ گئے اور ایک اجنبی لڑکے نے مفتی صاحب کے گھر تک انکی رہ نمائی کی یہ پہلا اثر میری طبیعت پر ہوا کہ ہندوستان میں تو ایسا نہیں ہوتا کہ کسی نوجوان سے راستہ پوچھا جائے تو وہ پوچھنے والے کے ہمراہ جاکر مسافر کو اسکی منزل مقصود تک پہنچا دے دوسری بات یہ بتلائی کہ وہ ایک خیاط کی دوکان (مرزا مہتاب بیگ مالک احمدیہ درزی خانہ) پر گئے اور وہاں جاکر انہوں نے کپڑے کی قیمت دریافت کی جو دوکاندار نے درست بتائی ورنہ عام ہندوستانی دوکانداروں کی ذہنیت یہ ہوتی ہے کہ وہ انگریزوں بالخصوص فوجیوں کو اشیاء کی قیمت بہت زیادہ بتاتے ہیں آرچرڈ صاحب نے دو قمیضوں کا کپڑا لیا اور سینے کیلئے دے دیا پھر درزی نے اپنے وعدہ کے مطابق کپڑا سی کر ٹھیک وقت پر دے دیا۔ انہوں نے تعریفی الفاظ میں کہا کہ اس چیز نے میری طبیعت پر بہت

اچھا اثر ڈالا کہ یہ لوگ دینوی کاروبار میں بھی کتنی صداقت سے کام لیتے ہیں جو ہندوستان میں کسی اور جگہہ میرے دیکھنے میں نہ آیا

میں نے دریافت کیا کہ قادیان میں جن لوگوں سے آپکی ملاقات ہوئی ان میں سے کسی کا ذکر کیجئے کہ کیسے لوگ ہیں؟ بولے کہ میں تو جس کسی سے ملا ایک کو دوسرے سے زیادہ اعلیٰ و ارفع ہی پایا۔ میں نے کہا حضرت امیر المومنین سے بھی ملاقات ہوئی انہوں نے جواب دیا کہ انہیں فرصت نہیں تھی اس وجہ سے صرف ایک گھنٹہ ملاقات ہو سکی

مسٹر آرچرڈ اپنے ساتھ احمدیہ جماعت کی کچھ کتب اپنے ساتھ قادیان سے لائے تھے جنکا مطالعہ وہ کرتے رہتے تھے وہ مسمریزم کے ماہر تھے۔ راتوں کو آرمی کے آفیسر خوب شرابیں پیتے اور جوا کھیلتے تھے جسمیں یہ بھی شامل ہوتے تھے ایک دن پردہ پر گفتگو ہوئی کہنے لگے پردہ اسلام میں ایک بیکار سی چیز ہے میں نے بتایا کہ یہ تو اسلام کے خدا کا ہم پر بہت احسان ہے کہ اسنے پردہ کا حکم دیا ورنہ جس طرح گرجاؤں میں دعا کے وقت جوان لڑکے اور لڑکیاں عشقیہ خطوط ایک دوسرے سے تبدیل کرتے ہیں ہم بھی یہی کرتے۔ علاوہ ازیں یورپ اور امریکہ جہاں پردہ نہیں ہے وہاں عفت اور پاکدامنی کے الفاظ سے بھی کوئی آشنا نہیں ہے وہ تو صرف یہ جانتے ہیں کہ فریقین ایک دوسرے سے راضی ہوں اور بس۔ اسکے علاوہ اسقدر طلاقیں اور ان طلاقوں کا باعث صرف عورت اور مرد کا بے حجابانہ ملنا ہے۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگے عبد الرحمٰن مجھے تمہاری زندگی پر رشک آتا ہے کہ نہ تم سگریٹ پیتے ہو نہ شراب نہ جوا کھیلتے ہو نہ تاش سے دل بہلاتے ہو اور آرام سے رات کو سوتے ہو میں تورات کے دو دو بجے تک جاگتا رہتا ہوں میں نے جواب دیا میری زندگی تو کوئی ایسی قابل تعریف نہیں ایک مسلمان کی زندگی تو بہت ارفع اور اعلیٰ ہونی چاہئے اور ہوتی بھی ہے میں تو ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان ہوں

اس وقت حالات کچھ اس قسم کے وقوع میں آئے کہ جنگی بناء پر لیفٹیننٹ آرچرڈ کو آفسیرز سیلیکشن بورڈ کلکتہ کے سامنے دوبارہ پیش ہونا پڑا شاید انہوں نے اپنی ڈوگرہ رجمنٹ میں جانا چاہا ہو میں نے اس بارہ میں کبھی ان سے دریافت نہیں کیا اس دوران جب وہ کلکتہ میں تھے انہوں نے وہاں جماعت احمدیہ کے دفتر کا پتہ چلا لیا وہ دفتر میں جا کر کافی دیر تک بیٹھے رہتے اور جماعت کے لٹریچر کا مطالعہ کرتے رہتے۔ نیز احمدیوں سے بات چیت کر کے سلسلہ کے متعلق تحقیقات کرتے کلکتہ سے واپسی پر وہ ۲۵۵ ٹینک بریگیڈ آرڈیننس میں تبدیل ہو گئے جسکی وجہ سے میرے اور انکے آفیسر اور ماتحتی کے تعلقات منقطع ہو گئے

چونکہ ۲۵۵ ٹینک بریگیڈ بھی برما کے محاذ پر مصروف عمل تھا آرچرڈ صاحب ایک شام میرے دفتر میں آئے میں اور دوسرے کلرک کثرت کار کے باعث ابھی تک دفتر میں کام میں مصروف تھے انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کس وقت کام ختم کرو گے ؟ میں نے کہا کیوں ؟ کہنے لگے مجھے اکیلے میں تم سے گفتگو کرنی ہے میں نے جواب دیا کام بعد میں ختم کر لوں گا پہلے آپ سے بات کر لوں۔ وہ مجھے دور فاصلے پر لے گئے اور بولے عبدالرحمٰن مجھ پر یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ احمدیت ہی سچا مذہب ہے مگر بڑی مشکلات ہیں اتنی مشکلات کہ تم ہندوستان کے رہنے والے اسکا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے میں نے جواب دیا کہ آپ درست فرماتے ہیں لیکن میں آپ کی مشکلات کا اندازہ بخوبی لگا سکتا ہوں اور میرے دل میں ان تکالیف کیلئے درد بھی ہے اور مجھے احساس بھی ہے کہنے لگے میں اپنی قومیت کھو دوں گا علاوہ ازیں انہوں نے مجھے کئی باتیں بتائیں جسکا جواب میں نے انکو یہ دیا کہ آپ ابھی تک عیسائی ہیں اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم پر ذرہ بھر بھی آپ کا عمل ہے تو پھر دیکھئے کہ نئے عہد نامہ میں مسیح نے کیا فرمایا وہ فرماتے ہیں پہلے خدا اور راستبازی کی تلاش کرو اور یہ چیزیں (مراد دنیا اور اسکی شان و شوکت)

خودبخود مل جائیں گی میں نے عرض کیا کہ آپکو تو خداوند تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ اسکے فضل سے آپ پر صداقت ظاہر ہو گئی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ دنیا میں وہ لوگ جو صداقت قبول کرتے ہیں انکو بڑی بڑی آزمائشوں سے گذرنا پڑتا ہے انہوں نے بتایا کہ وہ چھپ چھپ کر نماز پڑھتے ہیں اور لوگ انہیں پاگل سمجھنے لگے ہیں تاش بھی کھیلنے چھوڑ دئے ہیں اور شراب بھی پینی چھوڑ دی ہے انکی اس تبدیلی پر میں نے خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا ۔ بعد ازاں وہ قادیان گئے غالباً ۲۸ دن تک وہ قادیان میں رہے اور وہیں انہوں نے احمدیت قبول کر لی لیکن مجھے اس وقت اسکا علم نہیں ہو سکا بلکہ کافی عرصہ کے بعد پتہ چلا کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے

قبول اسلام کے بعد

احمدیت یعنی حقیقی اسلام قبول کرنے کے بعد وہ جہاں کہیں بھی جاتے پہلے انکا یہ کام ہوتا کہ اس شہر میں جا کر احمدیہ جماعت کا پتہ چلاتے اور وہاں باقاعدہ جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرتے دوران سفر یا جہاں کہیں وہ کسی انڈین آفیسر کو دیکھتے اس سے دریافت کرتے کہ آیا وہ ہندو ہے یا مسلمان اگر معلوم ہوتا کہ مسلمان ہے تو پھر اس سے دوسرا سوال یہ کرتے کہ کیا وہ احمدی ہے یا غیر احمدی۔ انتہا یہ کہ میس میں جب کہیں کھانا کھانے جاتے وہاں انکا یہی رویہ ہوتا ایک احمدی ڈاکٹر کیپٹن سے دریافت کیا کہ کیا آپ مسلم ہیں یا غیر مسلم انہوں نے جولبدیا مسلم۔ پھر آرچرڈ صاحب نے پوچھا کیا احمدی یا غیر احمدی ؟ کیپٹن صاحب نے انکو بتایا کہ وہ احمدی ہیں آرچرڈ صاحب نے ان سے مزید کوئی بات نہیں کی عین اس وقت جب نماز کا وقت ہوا تو آرچرڈ کھڑے ہو گئے اور کیپٹن صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ چلو نماز پڑھیں کیپٹن صاحب نے جواب تک آرچرڈ کو انگریز عیسائی سمجھے بیٹھے تھے محو حیرت ہو گئے

میں جس بریگیڈ میں تھا وہ برما سے واپس آن کر احمد نگر میں مقیم ہوا جہاں آرچرڈ صاحب

کا خط ملا جسمیں انہوں نے لکھا تھا میں ۲۸ دن کی چھٹی پر قادیان گیا تھا اب واپس واہ کیمپ میں اپنی پرانی کمپنی یعنی ڈوگرہ رجمنٹ میں آگیا ہوں رلوپنڈی کی جماعت میں اکثر جاتا رہتا ہوں میں نے انکو جواب میں لکھا کی عنقریب ہی میں چھٹی آنیوالا ہوں اور آپ سے ملاقات کروں گا کیونکہ اس دفعہ میرا ارادہ سری نگر جاکر قبر مسیح دیکھنے کا ہے احمد نگر سے میں چھٹی پر قادیان گیا اور وہاں سے واہ کیمپ کیلئے روانہ ہو گیا

رلوپنڈی کے اسٹیشن پر ڈوگرہ رجمنٹ کا ایک سپاہی رجمینٹل پولیس کی ڈیوٹی دے رہا تھا میں نے اس سے دریافت کیا کہ واہ میں تمہاری کمپنی کس جگہہ مقیم ہے اسنے دریافت کیا کہ تم ڈوگرہ رجمنٹ میں کس سے ملوگے ؟ میں نے بتایا کہ لیفٹینینٹ آرچرڈ سے ملنا چاہتا ہوں اس نے کہا کہ وہ تو تمہارا بھائی بند ہے (کیونکہ رجمنٹ میں ہر ایک کو معلوم تھا کہ یہ ایک انگریز مسلمان ہے تو میری داڑھی دیکھ کر اس شخص نے یہ اندازہ لگایا کہ یہ بھی مسلمان اور وہ بھی مسلمان اس وجہ سے یہ ایک دوسرے کے بھائی بند ہیں) میں واہ اسٹیشن پر اتر کر کیمپ گیا اور چونکہ وہاں ڈوگرہ رجمنٹ کی کئی کمپنیاں پڑی تھیں میں نے ایک حوالدار سے دریافت کیا کہ مجھے فلاں آفیسر سے ملنا ہے تو پہلی بات جو اسنے کی وہ یہ تھی **وہ تو مسلمان ہو گیا ہے** میں نے کہا الحمد للہ

اتفاق سے لیفٹینینٹ صاحب کا اردلی سامنے جاتا دکھائی دیا حوالدار صاحب نے اسے آواز دی کہ یہ تمہارے صاحب سے ملنے آئے ہیں انہیں لے جاؤ انکے اردلی نے بھی آرچرڈ صاحب کے مسلمان ہونیکی باتیں شروع کر دیں میں اسکی باتیں سن رہا تھا اور میرا دل خوشی سے باغ باغ ہو رہا تھا کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے رحم و کرم سے اس روح کو جہنم سے بچا لیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل اسے شرک سے نجات دی اور وحدانیت کا عاشق بنا دیا میں لیفٹینینٹ صاحب کے کوارٹر پر پہنچا وہ سو رہے تھے ایک دم جاگ اٹھے اور کہا السلام علیکم میں نے بڑھ کر

وعلیکم السلام کہہ کر مصافحہ کیا انہوں نے بتایا کہ وہ کل روزے سے تھے (کیونکہ یہ رمضان شریف کا مہینہ تھا) روڈ مارچ کیلئے گئے جب واپس لوٹے تو بخار ہو گیا اور سر درد اسکے بعد کافی دیر تک احمدیت کے متعلق گفتگو ہوتی رہی میں سبحان اللہ کا ورد کر رہا تھا کہ کس طرح خداوند تعالیٰ نے اس مادیت میں ڈوبی ہوئی روح کو اسلام میں فنا کر دیا ہے کہ وہ نمازیں باقاعدگی سے ادا کرتا ہے بلاناغہ تہجد پڑھتا ہے قرآن شریف کی تلاوت کرتا ہے نہ صرف یہ کہ اپنی زندگی اسلام تعلیم کے عین مطابق بسر کرنے کی کوشش کرتا ہے بلکہ تبلیغ اسلام بھی شروع کر دی ہے

آرچرڈ صاحب نے اپنے حالات بیان کرنے شروع کر دیئے کہنے لگے یہاں ایک بنگالی مسلمان کیپٹن معظم دار نامی ہے وہ میری بہت مخالفت کرتا ہے لیکن جب اسے کوئی مصیبت پڑتی ہے تو دعا کیلئے بھی مجھ ہی سے درخواست کرتا ہے کہنے لگے ایک دن ہم سب میس میں بیٹھے ہوئے تھے میں ایک سکھ میجر سے گفتگو کر رہا تھا جب میں نے اسے بتایا کہ بابا نانک مسلمان تھے تو وہ اس بات سے ناراض ہو گیا اور مجھ سے جھگڑنے لگا اور بھی کئی واقعات سنائے اور بتایا کہ غیر مسلم تو میری مخالفت کرتے ہی ہیں مگر تعجب ہے کہ دوسرے مسلمان بھی میری مخالفت پر کمربستہ رہتے ہیں اس شام جب میں روانہ ہونے لگا تو وہ مجھے پہچانے آئے سڑک پر ایک تانگے والا گزر رہا تھا تانگے والے نے لیفٹینٹ صاحب کو سلام کیا اور تانگہ ٹھہرا لیا انہوں نے مجھے تانگے پر بٹھایا اور خود معذرت کر کے چلے گئے راستہ میں میں نے تانگے والے سے دریافت کیا کہ تم نے اس انگریز کو سلام کر کے اس سے ہاتھ کیوں ملایا۔ تو اسنے جواب دیا کہ صاحب آپکو کیا پتہ کہ یہ کیسا آدمی ہے؟ یہاں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہوگا جو اسکو نہ جانتا ہو یہ صاحب تو تانگے میں بھی بیٹھتا ہے تو ہم لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کرتا ہے یہ تو کوئی ولی ہے ولی ۔واہ کیمپ سے روانہ ہو کر میں واپس راولپنڈی آگیا اور دوسرے دن سری نگر روانہ ہو گیا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آرچرڈ صاحب کو عربی۔ اردو اور مزید اسلامی تعلیم حاصل کرنیکے واسطے قادیان بلا لیا ابھی انکو قادیان آئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ ہندوستان و پاکستان دو علیحدہ علیحدہ ملک قائم ہو گئے قادیان چونکہ ہندوستان کے حصہ میں آیا جہاں سے مسلمانوں کو مجبوراً نکلنا پڑا یا ہندو حکومت نے مجبور کر کے مسلمانوں کو نکالا آرچرڈ صاحب اپنی تعلیم ختم کرنے سے پہلے انگلستان روانہ ہو گئے اور لندن میں تبلیغ شروع کر دی بعد ازاں وہ گلاسکو پہنچے اور تبلیغ پر سرگرمی سے عمل پیرا ہوئے۔ چونکہ مرکز سے جو امداد انہیں ملتی تھی وہ اتنی کم تھی کہ انگلینڈ جیسے ملک میں اس رقم سے ایک آدمی کا کھانے پینے کا گزارہ ہی مشکل سے ہوتا ہے اس لئے وہ فالتو وقت میں محنت مزدوری کرتے اور اس سے جو پیسہ حاصل ہوتا وہ اشتہارات چھپوانے میں خرچ کرتے اس اثناء میں انکی شادی لندن میں ایک انگریز احمدی خاتون عائشہ ویلیز سے ہو گئی شروع شروع میں تو انکی اہلیہ بھی تبلیغ کا بہت شوق رکھتی تھی مگر بعد میں کسی وجہ کی بناء پر آرچرڈ صاحب نے اسکو طلاق دیدی چنانچہ یہ خاتون اس لڑکی کو بھی اپنے ساتھ لے گئی جو آرچرڈ صاحب سے ہوئی تھی ۱۹۵۸ء میں انکی دوسری شادی خلیفہ علیم الدین صاحب کی صاحبزادی قانتہ بیگم سے ہوئی۔ جس سے ان کے پانچ بچے ہیں

زندگی کا ایک نازک لمحہ

غالباً ۱۹۸۰ء کا واقعہ ہے کہ آرچرڈ صاحب ربوہ آئے ہوئے تھے اور خلیفہ علیم الدین صاحب کے مکان محلہ دارالصدر شمالی میں مقیم تھے اور خاکسار کی رہائش بھی اسی محلہ میں تھی عاجز نے ان کو اپنے گھر کھانے پر مدعو کیا اثنائے گفتگو خاکسار نے آرچرڈ صاحب سے دریافت کیا کہ قبول احمدیت کے بعد آپ پر کیا کوئی غیر معمولی یعنی انتہائی نازک لمحات بھی پیش آئے تو انہوں نے بتایا کہ انکی زندگی میں تین مرتبہ نہایت نازک مواقع آئے وہ تینوں نازک لمحات

انہوں نے مجھے بتائے مگر اتفاق سے مجھے صرف ایک واقعہ یادرہ گیا جو قارئین **گلدستہ خیال کے** ازدیاد ایمان کے لئے پیش کرتا ہوں

جب انہوں نے احمدیت قبول کی تو اسکے معابعد فوج کی ملازمت سے فارغ ہو کر انہوں نے اپنی زندگی تبلیغ اسلام کیلئے وقف کر دی اور ابھی تک کنوارے تھے اور پھر انکی شادی ایک احمدی انگریز مسٹر ویلز جو بینک میں ملازم تھے انکی دختر عائشہ سے ہو گئی آرچرڈ صاحب نے چونکہ اپنی زندگی وقف کی ہوئی تھی اس وجہ سے انہیں مرکز یعنی قادیان سے گذر اوقات کے لئے وظیفہ ملتا تھا۔ تقسیم ہند کے بعد جب مرکز ہمارے ہاتھ سے نکل گیا تو آرچرڈ صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں لکھا کہ موجودہ حالات میں میں مناسب نہیں سمجھتا کہ مرکز سے اپنے لئے اخراجات لوں اس وجہ سے میں محنت مزدوری کر کے اپنی گزر اوقات کروں گا اور انشاء اللہ تعالیٰ تبلیغ جاری رکھوں گا۔۔ اسکے بعد یہ اخبارات فروخت کیا کرتے اور استعمال شدہ ڈاک کے ٹکٹ کا کاروبار کرتے تھے (انگلستان میں اسکا کاروبار خوب ہوتا ہے) اور اسی معمولی آمد سے ایک اخبار بغرض تبلیغ سائیکلوسٹائیل کر کے مفت تقسیم کرتے تھے

کہنے لگے کہ ایک دن میری بیوی نے کہا کہ مسٹر آرچرڈ تمہاری موجودہ آمد سے ضروریات زندگی کماحقہ پوری نہیں ہوتیں میری بچی کو صحیح طور پر غذا نہیں ملتی علاوہ ازیں مجھے لباس میں بھی کافی تکلیف رہتی ہے مسٹر آرچرڈ آج آپکو دو باتوں میں سے ایک کا فیصلہ کرنا ہو گا یا **مجھے** رکھ **لو یا وقف کو۔** میں ان حالات میں زندگی نہیں بسر کر سکتی۔

آرچرڈ صاحب کہنے لگے میری زندگی کے یہ نازک لمحات تھے میں سخت پریشانی کے عالم میں تھا میرے لئے یہ بہت زیادہ تکلیف دہ لمحات تھے میں صبح سے تیسرے پہر تک اسی غور و فکر میں غرق رہا اور کہتا تھا کہ الٰہی کیا کروں نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن آخر کار عصر کی نماز

کے وقت میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تمہیں چھوڑ سکتا ہوں مگر وقف کو نہیں چھوڑ سکتا تو میری بیوی بولی اچھا تو پھر میں جاتی ہوں میں نے کہا بصد شوق وہ بولیں کہ میں اپنی لڑکی کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گی میں نے کہا ہاں لے جاسکتی ہو

اب غور فرمائیے کہ خداوند تعالیٰ کتنا غیور خدا ہے کہ ایک شخص نے خدا اور اسکے دین کی خاطر اپنی جوان بیوی اور اپنی اکلوتی اولاد کو چھوڑا تو غیور خدا نے جو ذرہ نواز بھی ہے آرچرڈ صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ماموں کی صاحبزادی کا رشتہ دے دیا اور ان سے اب ان کے پانچ بچے ہیں الحمد للہ

اس ضمن میں ہی مجھے ایک عجیب واقعہ جو میرے ذہن پر مسلط رہتا ہے وہ بھی زیب قرطاس ایض ہے مینے ایک کتاب میں پڑھا کہ مہاتمہ بدھ اپنے باپ کے اکلوتے بچے تھے اور اپنے باپ کی وسیع سلطنت کے واحد جانشین۔ دنیا کا بہت گہری نظر سے مطالعہ کرنیکے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ دنیا بہت دکھی ہے چاروں طرف مصائب اور آلام کے پہاڑ ہیں اس لئے کچھ کرنا چاہئے اور ایک شب جب وہ ان خیالات میں غرق تھے تو انہوں نے دنیا چھوڑنیکا فیصلہ کر لیا جب محل سے نکلنے لگے تو خیال آیا کہ بیوی سے آخری ملاقات کر لوں مگر پھر سوچا کہ اسکی محبت بھری آنکھیں میرے پیروں میں زنجیریں ڈال دیں گی اور میں نہیں جاسکوں گا ایک طرف انکا سال بھر کا بچہ سو رہا تھا خیال آیا کہ اسکو گود میں اٹھا کر پیار کر لوں معاً خیال گذرا کہ اگر وہ رو پڑا تو ماں نیند سے بیدار ہو جائیگی پھر خیال آیا کہ ماں باپ سے آخری ملاقات کر لوں مگر اس خیال سے کہ اگر ماتا۔پتا نے جانے سے منع کیا تو یہ والدین کے فرمان کی حکم عدولی ہو گی جو پاپ ہے ان خیالوں میں گم انہوں نے اس اندھیری رات میں محلات چھوڑ دیئے دنیا چھوڑ دی اور پھر ایک درخت کے نیچے بیٹھے اور خدائے واحد کے تصور میں کھو گئے

﴿آرچرڈ صاحب کی قادیان میں آمد﴾

تحریک جدید قادیان کی طرف سے مولینا جلال الدین شمس صاحب نے مسٹر بشیر احمد آرچرڈ کی قادیان میں آمد پر جو استقبالیہ خطاب پیش کیا اور جو ریویو آف ریلیجنز جون ۱۹۴۷ میں شائع ہؤا وہ یہ ہے :

تحریک جدید قادیان کی طرف سے آج شام ہمارے نہایت قابل احترام بھائی مسٹر آرچرڈ کو خوش آمدید کہتے ہوئے مجھے بے پناہ مسرت محسوس ہوتی ہے عربی زبان میں یہی بات دو بھائیوں کے درمیان **اھلا و سھلا و مرحبا** کہہ کر ادا کی جاتی ہے عربی کے ان تین الفاظ کے ایک معنی یہ ہیں کہ آپ اپنے گھر ہی تشریف لے آئے ہیں ہمیں امید ہے کہ آپکو یہاں آنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی ہوگی ہم آپکا پر جوش استقبال کرتے ہیں اور آپکو یقین دلاتے ہیں کہ آپکو یہاں ہر چیز وافر میسر ہوگی

مسٹر آرچرڈ مزید تعارف کے محتاج نہیں کیونکہ اس سے پہلے وہ یہاں دو مرتبہ آچکے ہیں اس مقدس شہر میں انکے بہت سارے دوست ہیں مسٹر آرچرڈ کا احمدیت کے بارہ میں تعارف ہندوستان میں انکے قیام کے دوران ہؤا جب وہ یہاں ملٹری میں اپنی ڈیوٹی پر متعین تھے اور دو سال قبل وہ قادیان میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے وہ احباب جو مسٹر آرچرڈ سے تعارف رکھتے ہیں خوب جانتے ہیں کہ آپ تبلیغ کے معاملہ میں بہت سرگرم ہیں اور لوگوں تک احمدیت کا پیغام پہنچانے میں ہر حیلہ کام میں لاتے ہیں آرمی سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپنے دو روز تک برسٹل میں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ قیام کیا اور تیسرے روز مسجد فضل لندن تشریف لے آئے مسجد میں قیام کے دوران آپنے مجھ سے اس بات کا اظہار کیا کہ وہ مبلغ اسلام بنا چاہتے ہیں نیز مسجد میں قیام کرنا چاہتے ہیں چنانچہ میں نے انکو ایک مبلغ اسلام کی ذمہ داریوں اور تبلیغ اسلام کیلئے ضروری تعلیم و کوائف سے آگاہ کیا۔ بالآخر میں نے انکو اس بات کا یقین دلایا کہ میں انکی درخواست پر پوری ہمدردی سے غور کرونگا اور اسکا جواب تحریر میں دوں گا جب انہوں نے اپنی پیشکش پر مجھے تذبذب میں مبتلا دیکھا تو وہ ذرا ناراض ہو گئے ۔ چند روز کے بعد تاہم انہوں نے اپنی زندگی اسلام کی خدمت میں دوسرے واقفین کی طرح بلا شرط وقف کردی انکی وقف کی درخواست میں نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی خدمت میں اس رائے کیساتھ بھجوادی کہ وہ یقیناً ایک سود مند مبلغ ثابت ہونگے میں نے مسٹر آرچرڈ سے کہا کہ وہ ہمارے ساتھ اب قیام کریں اور اسلام کا مطالعہ شروع کردیں وریں اثناء حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ نے آپکا وقف منظور فرمالیا اور مسٹر آرچرڈ نے دوسرے مبلغین کے ساتھ ملکر اسلامی تبلیغ و خدمت کا کام شروع کردیا آپنے اپنی ساری خدمات خلوص دل سے پیش کیں اور یقیناً

انکو اس معاملہ میں کامیابی سے نوازا گزشتہ دسمبر کے مہینہ میں جب ان سے کہا گیا کہ وہ اعلیٰ دینی تعلیم کیلئے قادیان جائیں تو انہوں نے اس موقعہ کو خلوص دل سے خوش آمدید کہا اور نہایت بشاشت کے ساتھ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کیلئے قادیان تشریف لے آئے

ایک سچا مومن خدا کے وعدوں کو پورا ہوتے دیکھ کر خوشی اور مسرت کا اظہار کرتا ہے حضرت نبی کریم ﷺ نے آج سے ۱۳۶۰ سال قبل پیش گوئی فرمائی کہ مسیح موعود کے دور میں مغرب میں اسلام کی تبلیغ بہت زور سے ہوگی یہ وہ دور ہوگا جب مغرب مادیت میں بری طرح ڈوب چکا ہوگا اور دنیوی ترقی میں پورے عروج پر ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے تاریخ اسلام میں پہلی بار مندرجہ ذیل پیش گوئی کے صحیح معنی بیان فرمائے **طلوع الشمس من المغرب** یعنی سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا ۱۸۹۱ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ کے دو سال بعد اپنی کتاب ازالہ اوہام میں فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی یہ پیش گوئی کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا اسکا مطلب یہ ہے کہ مغربی ممالک جو الحاد اور کفر کے تاریک سایہ میں ڈوبے ہوئے ہیں وہ صداقت کے سورج کی روشنی سے منور کئے جائیں گے اور اسلام کی برکات سے فیض یاب کئے جائیں گے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آپکو لندن میں ایک منبر پر تبلیغ کرتے اور اسلام کے محاسن بیان کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سفید رنگ کے پرندے پکڑے جو درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اس خواب کی تعبیر آپنے یہ فرمائی کہ اگرچہ آپ بذات خود لندن نہیں جاسکیں گے مگر آپکی تعلیم کا وہاں بہت چرچا ہوگا اور بہت سے نیک انگریز صداقت کو قبول کرلیں گے یہ خواب یا کشف ان تمام انگریزوں پر سچا ثابت ہوتا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائے ہیں ہر وہ نیک انگریز جو احمدیت کے دامن میں داخل ہوتا ہے یقیناً وہ ایک سفید پرندہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے دکھلائے تھے اس لئے مسٹر آرچرڈ کو جا طور پر خوش ہونا چاہئے اور خدا کا مشکور ہونا چاہئے کہ خدا نے اپنی برکات کا نزول ان پر فرمایا

اگر کسی کا نام بادشاہ کو یاد ہو تو اس شخص کی خوشی کی انتہا نہیں ہوتی ہے اور پھر وہ شخص کیوں نہ خوشی سے اچھلے گا جسکا ذکر شہنشاہوں کے شہنشاہ زمین و آسمان کے مالک نے خود کیا ہو وہ لوگ یقیناً بہت خوش نصیب ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دکھلائے گئے اسکا مطلب یہ بھی ہے کہ ایسے لوگوں کے دل تمام کدورتوں سے صاف کئے جائیں گے اور انکے انفاس روحانیت میں ایک عظیم مقام رکھتے ہوں گے وہ صداقت کو قبول کرکے مطمئن نہ ہوں گے بلکہ وہ پرندوں کی طرح پرواز کریں گے اور جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے انکا پیغام دوسرے لوگوں تک پہنچایا تھا اسی طرح اس مسیح کے حواری اسلام کا پیغام دوسروں تک پہنچائیں گے یہ بات یہاں غور کے لائق ہے کہ جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو استعارۃً پرندے کہا گیا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انکو اپنی صداقت کے ثبوت کے طور

پر پیش کیا تھا جیسا کہ ہم قرآن مجید میں پڑھتے ہیں کہ وہ حواری جو مادی طور پر دنیوی خواہشات کے غلام تھے وہ روحانی دنیا میں صداقت قبول کر کے پرندوں کی طرح اونچی پرواز کرنے لگے انہوں نے اپنی زندگیاں وقف کر دیں اور حضرت عیسیٰؑ نے جو کچھ انکو کہا انہوں نے پرندوں کی طرح انکے احکام کی تعمیل کی حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں سے کہا کہ وہ اپنی زندگی کا ذرہ بھر بھی نہ سوچیں نہ یہ کہ وہ کیا کھائیں گے کیا پئیں گے۔ نہ اپنے جسم کا فکر کریں نہ یہ کہ وہ کیا زیب تن کریں گے ہوا کے پرندوں کو ذرا دیکھو جو نہ اگاتے ہیں نہ کاٹتے ہیں اور نہ ہی کھلیان جمع کرتے ہیں اسکے باوجود کائنات کا پالنے والا انکو رزق مہیا کرتا ہے کیا تم انسان ان پرندوں سے افضل نہیں؟ بعینہ خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نیک انگریزوں کو اپنے پیروکاروں کی صورت میں دکھلایا جسکا مطلب یہ تھا کہ یہ انگریز بھی اپنی زندگیاں وقف کر کے اسلام کے مبلغ بن جائیں گے تا یہ اسلام کا ازلی پیغام دوسری قوموں تک پہنچا سکیں۔

مسٹر آرچرڈ جنہوں نے اپنی زندگی اسلام کی خدمت کیلئے وقف کر دی ہے یقیناً ان خوش نصیب پرندوں میں سے ہیں جنکو خوش ہونا چاہئے اور ہم انکو انکے اس مرتبہ پر مبارکباد دیتے ہیں اور خلوص دل سے خوش آمدید کہتے ہیں۔ آخر پر میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ سے درخواست کرونگا کہ وہ مسٹر آرچرڈ کے صبر استقلال اور جس نصب العین کیلئے وہ یہاں آئے ہیں اسمیں کامیابی کیلئے دعا فرمائیں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿آرچرڈ صاحب کا جواب﴾

میں اپنی تقریر کا آغاز خداوند کریم کے شکر سے کرتا ہوں جس نے مجھے احمدیت کا سچا راستہ دکھلایا اور جس نے مجھے اسلام کی خدمت کی توفیق دی میں تحریک جدید کے ممبران کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میرے لئے اس دعوت کا اہتمام کیا نیز میں حضرت امیر المؤمنین کا مشکور ہوں جنہوں نے اس دعوت میں بنفس نفیس تشریف لا کر ہماری عزت افزائی کی ہے

جب میں پہلی بار قادیان آیا تو میں نے صرف دو روز قیام کیا تھا اور اس مختصر عرصہ میں میں نے بہت سے دوستوں سے گفتگو کی تھی جنکے مانوس چہرے آج شام اس دعوت میں میرے اردگرد مجھے بیٹھے نظر آرہے ہیں جب میں یہاں سے الوداع ہوا تو رخصت ہونے سے قبل میں نے کہا تھا کہ میرے نظریات ابھی بھی وہی ہیں جو یہاں آنے سے قبل تھے جب ٹرین قادیان سے چند میل دور جا چکی تو میں نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا اس بارہ میں بے اختیار سوچنا شروع کیا اور میں نے آپکی ہمدردی۔ صبر۔ التفات اور مہربانی کو دل کی گہرائیوں سے سراہنا شروع کیا جب گاڑی امرتسر پہنچی تو میں ابھی تک قادیان میں پیش آنیوالے تجربہ کے خیالات میں ڈوبا ہوا تھا

اس زیارت کے بعد میں نے اپنی ساری زندگی یہ اپنا شعار بنالیا کہ جب کسی بڑے شہر میں جاتا تو مقامی احباب سے ضرور ملاقات کرتا اور میرے تجربہ میں یہ آیا کہ ہر وہ شہر جس میں میں نے جماعت کے احباب سے ملاقات کی انہوں نے میرا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا بالآخر میں نے احمدیت قبول کرلی اسکے بعد میں نے ایک سال لندن جماعت کے ساتھ گزارا اور میں وہاں بھی اس برادرانہ پیار اور والہانہ شفقت کو اپنے دوسرے مبلغین سے پاتا ہوں جماعت احمدیہ کے مختلف ممبران کے درمیان جو برادرانہ شفقت کا رشتہ پایا جاتا ہے وہی احمدیت کی صداقت کا ایک جیتا جاگتا ثبوت ہے اگر احمدیت سچی نہ ہوتی تو اسکے ممبران کے درمیان یہ مضبوط رشتہ موجود نہ ہوتا ایسا مضبوط رشتہ کسی اور مذہب کے پیروکاروں میں نہیں ملتا ہے اس صداقت کو سمجھنے کیلئے کسی شخص کا سکالر ہونا ضروری نہیں ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے پیروکاروں سے اپنی دوسری بعثت کے بارہ میں مخاطب ہوتے تھے تو اسکا وہ ایک صاف اور سادہ نشان بیان کرتے تا اس سے اس بات کا ثبوت مل سکے کہ یہ پیش گوئی کب پوری ہوگی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جھوٹے دعویداروں کے بارہ میں خبردار کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے پھل سے پہچانے جائیں گے ۔ میں ایک بار پھر یہ بات دہراتا ہوں کہ دوسروں کو احمدیت کی صداقت سمجھانے کیلئے ایک شخص کا سکالر ہونا ضروری نہیں ہے ہم اپنی عملی زندگی سے دوسروں کو احمدیت کی طرف کھینچ سکتے ہیں اور یہی وہ آپ لوگوں کا عمل تھا جس نے مجھے احمدیت کی طرف مائل کیا آپ لوگوں نے جو مثالی نمونہ پیش کیا اس نے میرے نفس پر بہت اثر کیا

اب میں آپ تمام احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ خدا کی مشیت کے مطابق میں اپنے فرائض کو پوری وفاداری کے ساتھ ادا کرسکوں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا خطاب

امام جماعت احمدیہ قادیان حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چونکہ مسٹر بشیر احمد آرچرڈ اردو زبان سے نابلد ہیں اسلئے میں اپنے خیالات کا اظہار انگریزی میں کرونگا تا وہ جو باتیں میں کہنا چاہتا ہوں انکو پوری طرح سمجھ سکیں

ایک زمانہ تھا جب عیسائیت کے پیروکاروں نے عیسائیت کے اصولوں پر پوری طرح عمل کیا اور اسکے ساتھ دنیوی اموال میں بھی انکو بہت وافر حصہ ملا مگر کچھ عرصہ بعد انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کو فراموش کردیا اور مادیت کے مکمل طور پر غلام ہوگئے اور دنیوی امور میں انکی توجہ بلکل مرکوز ہوگئی وقتاً فوقتاً انکے ذہن میں ایک طاقتور خدا کا خیال جنم لیتا مگر اس خیال کا انکی زندگیوں پر پورا اثر نہیں تھا ۔ دوبارہ وہ دنیوی امور میں غرقاب ہوگئے اسکے بعد خدا نے یہ ضروری جانا کہ انکی ہدایت کیلئے ایک نبی مبعوث کرے اسکے برعکس مسلمان بھی اس چیز کے سزاوار ہوئے وہ اپنے مذہب

سے بیگانہ ہو گئے انکے درمیان فرقے پیدا ہو گئے اور انھوں نے اپنے مذہب کی تعلیمات کو فراموش کر دیا مسلمانوں کو ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر لانے کیلئے ایک نبی کی ضرورت تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک ایسے ہی نبی اللہ تھے

مسٹر آرچرڈ۔ آپ پہلے آدمی ہیں جس نے برٹش قوم میں سے اس نبی کو تسلیم کیا ہے اور پہلے خوش قسمت انسان ہیں جس نے اپنی زندگی اس نبی کے لائے ہوئے مذہب کی خدمت میں وقف کی ہے ہم خداند کریم سے ملتجی ہیں کہ وہ آپ کو صبر و استقلال سے نوازے اور اسلام کیلئے آپکے جذبہ اور خلوص میں زیادتی پیدا کرے

وہ مقصد بہت ہی نیک اور عظیم ہے جس کیلئے آپ کھڑے ہوئے ہیں اس وقت آپ کے ملک کے لوگ آپ کو نہیں جانتے چہ جائیکہ دنیا آپکو جانے کہ آپ کون ہیں مگر وہ وقت نزدیک ہے جب روئے زمین پر خدا کے نام کا بول بالا ہو گا اور دنیا میں یہاں وہاں ہر جگہ احمدیت کا چرچا ہو گا پھر ایک وقت آئیگا جب آپکے وطن کے لوگ تاریخ کے صفحات میں پڑھیں گے کہ احمدیت کے اوائل زمانہ میں ایک انگریز بھی تھا جس نے احمدیت قبول کی تھی جب وہ جانیں گے کہ ایک شخص بشیر احمد آرچرڈ نامی تھا جس نے احمدیت قبول کی تو وہ پھر مطمئن ہو جائیں گے کہ انگریز قوم نے اپنا حق پورے طور پر ادا کیا۔ اس وقت آپ ایک نامعلوم انسان ہیں آپکا ذکر کسی نے نہیں سنا مگر وہ وقت آتا ہے جب قومیں آپکے بارہ میں ذکر کر کے فخر محسوس کریں گی۔ اور آپکی تعریف کے گن گائیں گی اسلئے جو کچھ آپ کہیں اور جو کچھ آپ کریں اسمیں بہت احتیاط سے کام لیں یہ مت سوچیں کہ آپکی حرکات و افعال ذاتی ہیں نہیں وہ تو پوری انگریز قوم کا پرتو ہیں بعد میں آنیوالی نسلیں آپکی حرکات پر نقش بند ہوں گی اور آپکے معمولی افعال پر وہ ممکن حد تک عمل کریں گی

کیا آپ نے دیکھا کہ حضرت عیسیٰ کے حواریوں کو پوری انگریز قوم عزت و تکریم کا مقام دیتی ہے اور انکے نقش قدم پر چل کر فخر محسوس کرتے ہیں بعینہ رسول کریم ﷺ کے اصحاب کی بھی مسلمان بہت عزت کرتے ہیں اور انکے نقش قدم پر چلنے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں

اگر آپکی حرکات اور اعمال اسلام کے مطابق ہوئے یعنی وہ نیک اور اعلیٰ و بلند ہوئے تو وہ یقیناً آپکی قوم کے اخلاقی کردار کو بڑھانے میں مد ہونگے اور اگر وہ اسلام سے مطابقت نہ رکھتے ہوئے کمتر ہوئے تو آپکی قوم اسکے نتیجے میں خسارے میں ہو گی اسلئے آپ آنیوالی نسلوں کیلئے اچھا نمونہ چھوڑیں ورنہ خدا آپ کی جگہ ایک اور انسان کو اس مقصد کی تکمیل کیلئے پیدا کر دیگا جب احمدیت پوری دنیا میں پھیل جائیگی اور یقیناً پھیل جائیگی تو دنیا کی کوئی طاقت اسکی ترقی کو نہیں روک سکے گی تو پھر لوگوں کے دلوں میں آپکی عزت ہو گی جتنی کہ لوگ کسی عظیم الشان وزیر اعظم کی کرتے ہیں

آخر پر میں آپ کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ آپ پورے خلوص اور نیکدلی سے کام کریں آنیوالوں کیلئے ایک نمونہ قائم کریں۔ میں خدا سے اسکے رحم اور آپ پر برکات کیلئے خاص دعا کرتا ہوں۔ خدا کرے وہ کام جسکا آپنے یہاں آغاز کیا ہے اس کا خاتمہ بالخیر ہو آمین ☆☆

لکھتے رہے جنوں میں

بشیر احمد آرچرڈ کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے آپ جماعت احمدیہ عالمگیر کے سب سے پہلے انگریز مبلغ اسلام اور پہلے یوروپین واقف زندگی ہیں۔ آپکے وقف کا عرصہ ۵۲ سال پر محیط ہے جس میں سے آپ نے ۱۸ سال انگلینڈ میں ۲۰ سال سکاٹ لینڈ میں اور ۱۴ سال ویسٹ انڈیز کے مختلف ممالک ٹرینیڈاڈ۔ گیانا۔ انٹی گوا اور گریناڈا میں گزارے ۔دو سال قبل آپ ریٹائر ہوئے ہیں

آرچرڈ صاحب کی پیدائش ۲۶۔ اپریل ۱۹۲۰ء کو انگلستان کے جنوبی علاقہ کے قصبہ ٹورکی میں ہوئی آپکے والد ڈاکٹر تھے اور والدہ نرس تھیں آپ تین بھائی تھے سب سے بڑا بھائی دوسری عالمگیر جنگ میں بحری جہاز کے ڈوبنے سے رحلت کر گیا جبکہ اس سے چھوٹا بھائی فادر پال آرچرڈ۔ جو Warley- W. Midland میں رومن کیتھولک پادری تھا وہ اخبار ڈیلی گراف ۱۶۔ فروری ۲۰۰۰ صفحہ ۱۰۔ کی رپورٹ کے مطابق اپنے چرچ کے اندر ستمبر ۱۹۹۸ میں قتل کر دیا گیا ۔بوقت وفات اسکی عمر ۸۰ سال تھی۔ ایک بھائی عیسائیت کا مبلغ اور ایک مبلغ اسلام

آرچرڈ صاحب کے قبول اسلام کے بعد انکی زندگی میں جو تغیر رونما ہوا اس بارہ میں آپ فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ صرف مال چنداں خوشی اور قناعت نہیں دے سکتا امن اور سکون بخشنا خدا تعالی کے ہاتھ میں ہے اور میں یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کے آج مجھے وہ ذہنی اطمینان اور سکون قلب میسر ہے جو ایک زمانہ میں میرے خواب وخیال میں بھی نہ تھا ۔احمدیت کے طفیل ایک اور تغیر جو میری زندگی میں رونما ہوا وہ نمازوں کی باقاعدہ ادائیگی ہے خدا تعالی قرآن مجید میں فرماتا ہے :ذکر الہی سے قلوب طمانیت حاصل کر سکتے ہیں(۲۹ : ۱۳) میں ابھی اس میدان میں مبتدی ہوں لیکن میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں اور ملفوظات سے بہت کچھ پایا ہے مجھے اس بات پر سخت تعجب ہوتا ہے کہ مسلمان کہلانے والا ایک شخص جو خود کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کرتا ہو وہ خدا تعالی کے اس حکم کی نافرمانی کیونکر کر سکتا ہے اور فرض نمازوں کی ادائیگی سے کیسے غافل رہ سکتا ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ جب میں اسلام لانے کے بعد قادیان گیا تھا میں نے مسجد مبارک کے باہر نوٹس بورڈ پر حضرت خلیفہ المسیح الثانی کا یہ ارشاد پڑھا کہ جس شخص نے گذشتہ دس برسوں میں ایک نماز بھی عمداً چھوڑی وہ سچا احمدی نہیں کہلا سکتا (عظیم زندگی صفحہ ۱۰)

آرچرڈ صاحب کے قبول اسلام کی ایمان افروز داستان اس کتاب میں پیش کی گئی ہے آپ نہ صرف ایک کامیاب

مبلغ۔ایک مشفق باپ۔دلنشین مقرر۔ بلکہ ایک منجھے ہوئے ادیب اور صاحب قلم بھی ہیں آپ کی تحریر کا انداز اچھوتا ہوتا ہے بلکہ جن مضامین پر آپ خامہ فرسائی فرماتے ہیں وہ بھی منفرد ہوتے ہیں جوبات آپ کہتے وہ ذاتی تجربہ۔ تحدی اور وثوق سے کہتے ہیں۔ایک لمبے عرصہ تک آپکے اعلیٰ پایہ مضامین لندن سے شائع ہونیوالے رسالہ مسلم ہیرالڈ میں شائع ہوتے رہے پھر ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر بھی رہے کتاب ہذا کے اکثر مضامین آپنے ریویو کیلئے گائیڈ پوسٹس کے عنوان سے لکھے تھے۔ **گائیڈ پوسٹس** سے پہلے آپ کے مضامین کا مجموعہ **لائف سپریم** کے عنوان سے انگلش میں شائع ہؤا تھا جسکا اردو میں ترجمہ **عظیم زندگی** کے نام سے ۱۹۸۹ء میں خاکسار نے شائع کیا اور اگلے سال اسکا دوسرا ایڈیشن بھارت سے منصۂ شہود پر آیا عظیم زندگی نے اردو دان طبقہ میں جو مقبولیت حاصل کی اسکی حالت یہ ہے کہ دس سال سے زیادہ عرصہ ہونیکے باوجود قارئین اس کتاب کا ابھی تک مطالبہ کرتے ہیں عظیم زندگی میں پیش کئے گئے مضامین سے نہ صرف میں نے بلکہ میرے بچوں اور سینکڑوں احباب جماعت نے اپنی زندگیاں سنواری ہیں۔ کئی ایک احباب نے تو یہ کہا کہ یوں لگتا ہے کہ اصل کتاب اردو میں ہے

۱۹۹۳ء کے جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ برطانیہ پر آپ نے جو تقریر کی اسکا عنوان بہت دلچسپ تھا۔۔ Divine Communion Through Prayer آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا۔ ہر مخلص ایمان دار شخص خدا سے مکالمہ و مخاطبہ کا خواہش مند ہوتا ہے وہ خدا پر محض یقین سے مطمئن نہیں ہوتا وہ خدا کو اپنے وجود میں محسوس کرنا چاہتا ہے جسطرح سورج کی تمازت کا لطف دھوپ میں بیٹھ کر آتا ہے اسی طرح مومن خدا کے وجود کو اپنے نفس کے اندر محسوس کرنا چاہتا ہے خدا سے تعلق اور اس سے کلام کرنیکا صرف اور صرف ایک ذریعہ ہے اور وہ ہے دعا جس طرح ماں کے رحم کے اندر بچہ ناف کی نالی سے غذا حاصل کرتا ہے ۔بعینہٖ ایک مومن روحانی غذا دعا کے ذریعہ حاصل کرتا ہے کامیاب اور ثمر آور دعا کے آرٹ کو جاننے کیلئے مومن کو پوری طرح متوجہ ہونا چاہئے ایسا مومن جو خدا سے کلام کرنیکا ہر ممکن صورت میں خواہش مند ہوتا ہے (ریویو آف ریلجنز۔اکتوبر ۱۹۹۳)

زمانہ طفولیت سے ہی میں آپ کے نام سے واقف تھا بلکہ ربوہ میں تو ہر بچہ۔بوڑھا آپ کے نام سے واقف تھا میری آپ سے پہلی ملاقات لندن کے ۱۹۸۵ء کے جلسہ سالانہ پر ہوئی۔ سر پر جناح کیپ سفید ریش۔کوٹ اور ٹائی لگائے آپکی شخصیت نہ صرف پر جاذب بلکہ آپ کی ہلکی نرم زبان میں گفتگو بھی انسان کو قائل کر لیتی ہے ۱۹۹۷ء میں آپ ٹورنٹو۔ کینیڈا تشریف لائے تو میرے غریب خانہ پر بھی آئے اور شام کا کھانا اناوہ سے واپسی پر تناول فرمایا آپنے پاکستانی کھانا بہت شوق سے کھایا میٹھے میں آپ نے رس ملائی پسند فرمائی۔ میں نے دیکھا کہ آپ رک رک کر۔ سوچ کر بڑے تحمل سے گفتگو کرتے تھے۔ طبیعت میں جنتی سکون۔ چھوٹے چھوٹے قدم لیکر چلتے۔ ستتر سال کی عمر کے باوجود آپ سیدھے چلتے تھے گویا کمر میں پیرانہ سالی کا کوئی خم نہ تھا۔ آپ نے مسکرا کر مجھ سے استفسار کیا کہ یہاں کینیڈا میں ہر کوئی میری

کتاب عظیم زندگی سے واقف ہے اسکی کیا وجہ ہے جب میں نے جوابا کہا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہاں آپکا سب سے بڑا پروموٹر اور سیلزمین جناب عبدالرحمن دہلوی صاحب ہیں تو آپ بہت محظوظ ہوئے۔ نماز کی ادائیگی کے بعد آپ نے کتاب **لائف سپریم** پر میرے نام یہ پیغام تحریر فرمایا۔

May Allah reward you for your services to Islam and the Urdu translation of this book. Bashir Ahmad Orchard 17.9.97

اگلے سال آپ سے ملاقات امریکہ کے پچاسویں جلسہ سالانہ پر واشنگٹن میں جون ۹۸ء میں ہوئی جب میں نے عرض کیا کہ میں کتاب گائیڈ پوسٹس کا ترجمہ کر رہا ہوں تو آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ پھر جولائی ۱۹۹۹ میں آپ سے ملاقات برطانیہ کے جلسہ سالانہ پر ہوئی۔ جب میں نے آپ کو بتلایا کہ ترجمہ مکمل ہو چکا ہے صرف اصل اردو حوالہ جات کے تلاش کرنے میں مشکل ہے تو آپ نے معذرت پیش کی اور فرمایا کہ یہ مضامین بہت عرصہ قبل لکھے تھے اور مختلف رسالوں سے حوالے لئے تھے اس لئے وہ اس معاملہ میں زیادہ مدد نہیں کر سکتے

میں نے اس ماہ جب آپکو خط کے ذریعہ کچھ سوالات پوچھے تو آپ نے جوابا لکھا کہ میں ان کے جوابات دینے کا زیادہ خواہش مند نہیں ہوں۔ اس کتاب میں شامل تصاویر آپنے مرحمت فرمائیں مگر ساتھ یہ بھی لکھا کہ میں تصویر اتروانیکا زیادہ متمنی نہیں ہوتا اور نہ ہی میں اسکی زیادہ پرواہ کرتا ہوں

آرچرڈ صاحب اس وقت لندن میں مقیم ہیں اور زیادہ وقت اپنی اہلیہ کی تیمارداری میں گزارتے ہیں اللہ کریم انکی اہلیہ صاحبہ کو مکمل شفا عطا فرمائے آمین۔ اسکے ساتھ ساتھ آپ احمدیہ ٹیلی ویژن پر بھی بچوں کے پروگراموں میں شرکت کرتے ہیں یہ پروگرام بہت دلچسپ ہوتے ہیں۔ مطالعہ کتب کے آپ بہت رسیا ہیں مذہب اسلام سے آپکا تعارف اسلامی اصول کی فلاسفی سے ہوا تھا اور اب تک آپ اسکا مطالعہ تقریبا ۵۰ مرتبہ کر چکے ہیں واقعی آپ روشنی کا مینار ہیں

مجھے امید ہے کہ قارئین اس کتاب کو مفید پائیں گے اللہ کریم ہم سب کو سیدھے راستہ پر ہمیشہ گامزن رکھے جن دوستوں نے اس کتاب کی اشاعت میں کسی طرح بھی تعاون فرمایا میں انکا تہ دل سے ممنون احسان ہوں بلخصوص اپنی **بیٹر ہاف** کا جب وہ مجھ سے بات کرنا چاہتی تھیں مگر مجھے کمپیوٹر کے سامنے محو خیال دیکھ کر خموش رہیں تاکہیں میرے خیالات کی ٹرین پٹڑی سے نہ اتر جائے۔ آیئے ہم سب اس کتاب میں بیان کردہ مضامین اور پند و نصائح کو مشعل راہ بنا کر اپنی زندگیوں کو دونوں جہانوں کیلئے سنواریں۔ ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار

محمد زکریا ورک ۔ عفی عنہ
کنگسٹن کینیڈا فروری ۲۰۰۰ء

۱۹۳۷ء میں مصر کے ملک میں لی گئی یادگار تصویر۔ آرچرڈ صاحب مرکزی قطار میں دائیں طرف سے پہلے
نمبر پر کھڑے ہیں

آرچرڈ صاحب سورینام کے وزیر اعظم کو ۱۹۶۲ء میں قرآن پاک کا تحفہ پیش کر رہے ہیں

نوجوان سپاہی۔ ۱۹۳۷ء۔ آرچرڈ صاحب درمیان میں کھڑے ہیں

آرچرڈ۔ آفیسر کیڈٹ ۱۹۴۲ء۔ تصویر انڈیا میں لی گئی

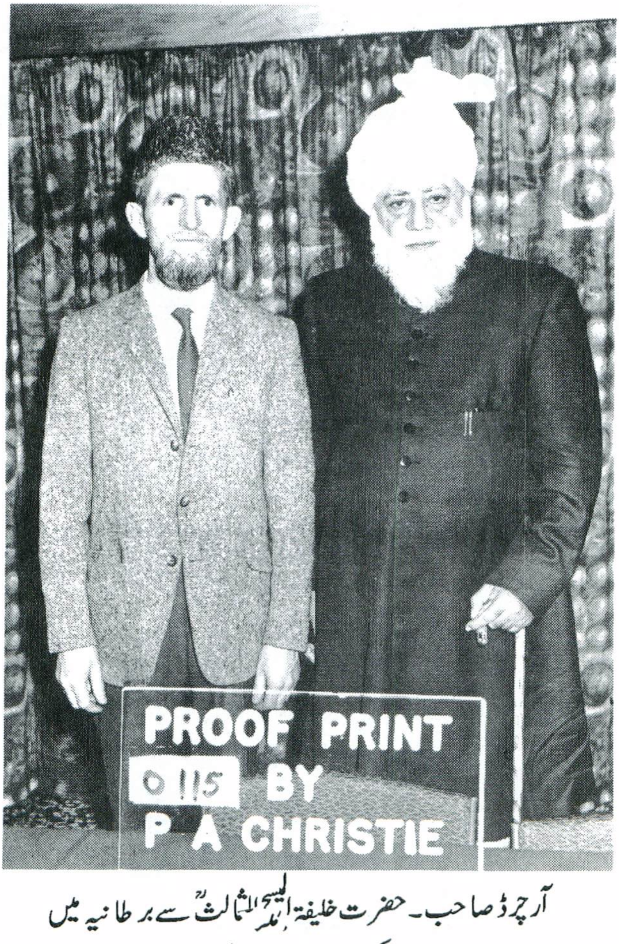

آرچرڈ صاحب۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے برطانیہ میں
ملاقات کرتے ہوئے۔ ۱۹۶۷ء

آرچرڈ صاحب اور عبدالرحمٰن صاحب دہلوی۔ ربوہ

پاکستان۔ بتاریخ ۲۰ جنوری ۱۹۷۹ء

۱۹۶۷ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی برطانیہ آمد پر ملاقات کا ایک منظر

گلاسکو سکاٹ لینڈ کے ایک بازار میں اوپ ائیر پریچنگ
کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے ۱۹۶۷ء

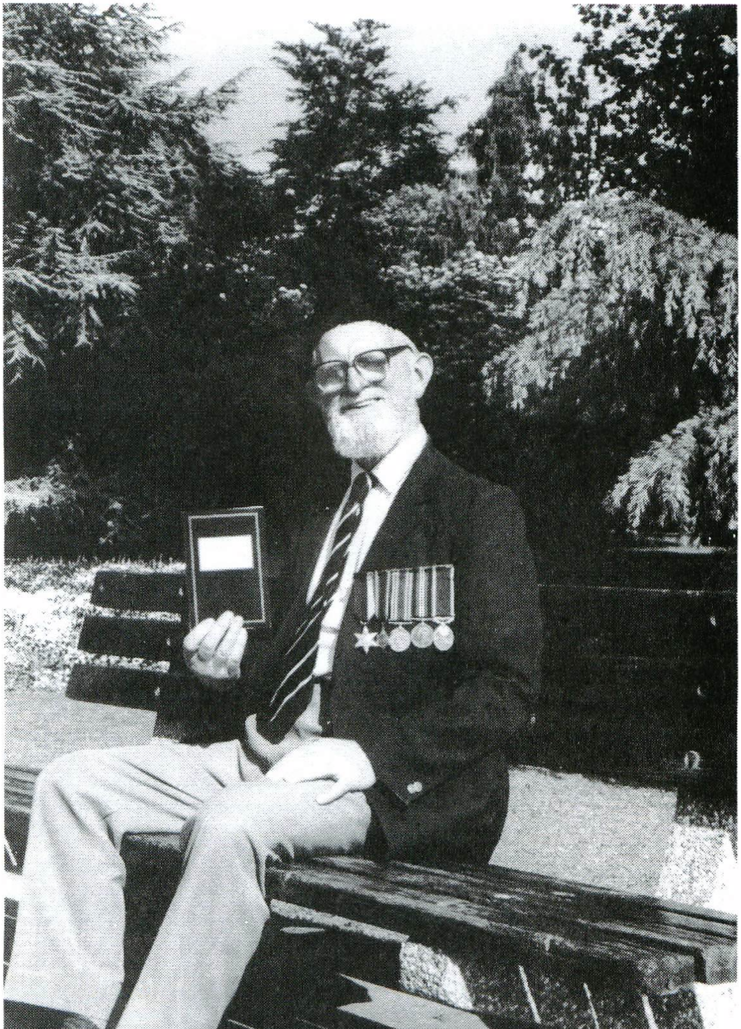

آرچرڈ صاحب میں دوسری جنگ عظیم کے میڈل پہنے ہوئے۔
ہاتھ میں لائف سپریم کی کاپی

آرچرڈ صاحب دلربا پھولوں سے لدے ہوئے ایک پارک میں کھڑے ہیں۔ لندن

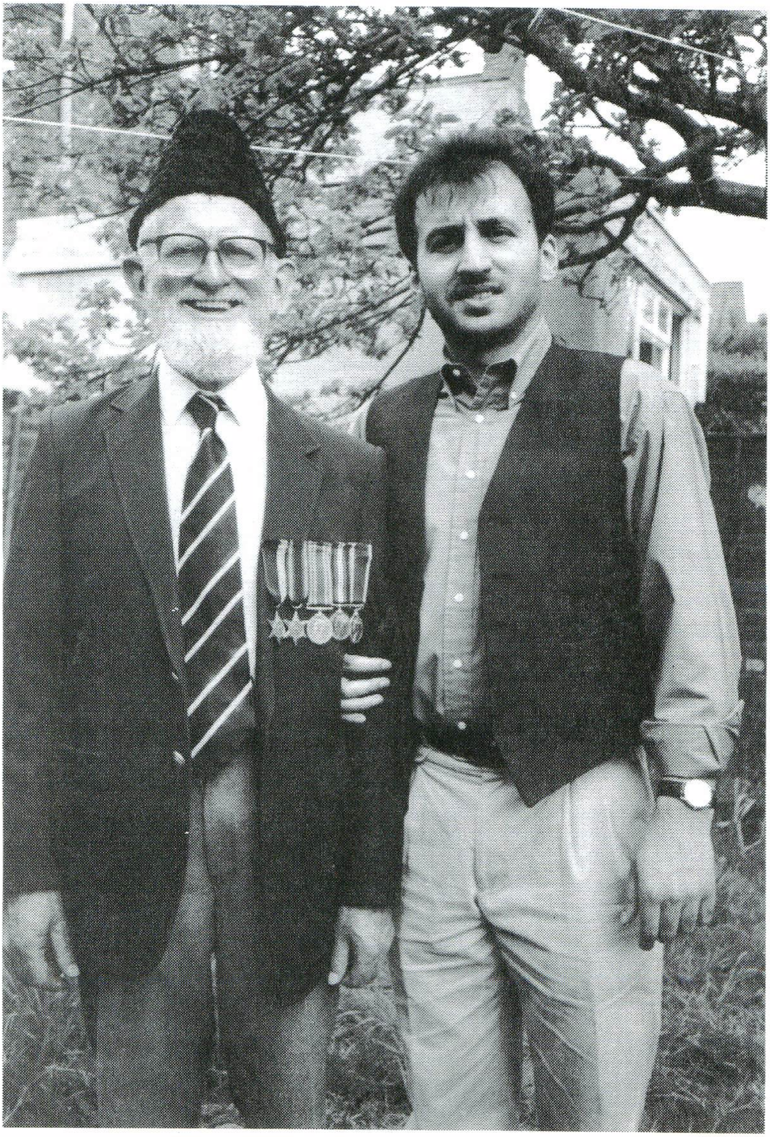

آرچرڈ صاحب اپنے سب سے چھوٹے بیٹے عزیزم نثار کے ساتھ

آرچرڈ صاحب کے دوسری جنگ عظیم کے میڈل

جماعت ہائے امریکہ کے ۵۰ ویں جلسہ سالانہ پر واشنگٹن میں لی گئی تصویر۔ ۱۹۹۸
دائیں طرف سے محمد زکریا ورک۔ بشیر احمد صاحب آچرڈ۔ اور بٹ صاحب
تصویر عبد الحئی صاحب بشارت نے لی

Name : Guldastae Khayal

English Title: Guide Posts, 1998 UK.

Author : Bashir Ahmad Orchard, England

Translated by : Zakaria Virk , Kingston

Revised by: Abdur Rahman Sahib Dehlvi.

ISBN # : 1-895194-02-04

Publisher's Address : A.R. Dehlvi.
101 Picola Court, North York,
Ontario, Canada M2H 2N2
Tel: 416-756-4292
: 613-544-2397

Published : March 2000, Toronto, Canada.